سپاہ صحابہؓ کے جرنیل اول، شہید مظلوم
مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی لہو رنگ سوانح حیات

نقوشِ ایثارؒ

ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

گوشہ علم و ادب
بستی منھو (خاص) تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان

Scanned with CamScanner

اس کتاب کے تمام حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	نقوش ایثار
اشاعت اول	اکتوبر 1993ء
اشاعت دوم	اکتوبر 1999ء
مصنف	ثناء اللہ سعد شجاع آبادی
ناشر	"گوشہ علم وادب"
	بستی مٹھو (خاص) تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان
قیمت	140/-

☆ ملنے کے پتے ☆

☆ شعبہ نشر واشاعت مرکزی دفتر سپاہ صحابہ جامع مسجد حق نواز شہیدؒ جھنگ صدر

☆ "گوشہ علم وادب" بستی مٹھو (خاص) تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان

☆ ادارہ اشاعت المعارف، ریلوے روڈ فیصل آباد

☆ بخاریؒ اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

☆ مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ، صدیق آباد موضع بستی مٹھو (خاص) تحصیل شجاع آباد (ملتان)

Scanned with CamScanner

انتساب

اپنے والد محترم عالم با عمل

مولانا خادم اللہ صاحب کی

شفیق دعاؤں کے نام!

اللہ پاک ان کا سایہ میرے سر پر قائم و دائم رکھے۔

آمین ثم آمین

Scanned with CamScanner

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
تقاریظ و تاثرات	۶
نقش آغاز	۱۰
پہلا باب	
ولادت باسعادت اور خاندانی پس منظر	۲۰
بچپن اور تعلیم	۲۱
درس نظامی	۲۲
عملی زندگی کا آغاز	۲۳
دوسرا باب	
اوکاڑہ میں آمد	۲۸
ایم آر ڈی کا جلسہ	۲۹
صدائے حق	۳۰
پولیس سے آنکھ مچولی	۳۴
دوبارہ گرفتاری کی کوشش	۳۴
دھوکے سے گرفتاری	۳۵
تیسرا باب	
گڑھ مہاراجا کا تعارف اور پس منظر	۴۱
سانحہ گڑھ مہاراجا	۴۳
بے خوف خطیب کی ضرورت	۴۵
قاسمی صاحب گڑھ مہاراجا میں	۴۶
آپ کے اقدامات	۴۷
امیر عزیمت کی گرفتاری	۵۰
سپاہ صحابہؓ کا ردعمل	۵۱
سانحہ لیہ اور قاسمی کا کردار	۵۳
گڑھ مہاراجا میں داخلہ بندی	۶۱

عنوانات	صفحہ
امیر عزیمت کی رہائی کی تحریک	۶۳
جھبوی رہا۔ قاسمی گرفتار	۶۴
امیر عزیمت کی دوبارہ گرفتاری	۶۵
قاسمی صاحب لیہ جوڈیشنل حوالات میں	۶۷
مظفر گڑھ جیل میں	۶۸
ڈپٹی سے جھگڑا	۷۰
قاسمی صاحب رہا ہو گئے	۷۳
اہل بدعت سے کش مکش، رسوم و رواج	۷۶
قاسمی صاحب کی بہادری، دشمن پر احسان	۷۹
شادی خانہ آبادی	۸۱
ایک بار پھر گرفتاری	۸۲
الیکشن ۸۸ء میں آپ کا کردار	۸۳
چوتھا باب	
اوکاڑہ میں دوبارہ تشریف آوری	۸۹
جامعہ عمر بن عبدالعزیز کا قیام	۹۴
مولانا عنایت اللہ سالک کیس	۹۸
ڈپٹی کمشنر کے روبرو	۱۰۱
تبلیغی جماعت میں سہ روزہ	۱۰۲
محفل حسن قراءت	۱۰۴
تنظیم سپاہ صحابہؓ	۱۰۶
پانچواں باب	
جھنگ لہورنگ، انسانیت کا قتل	۱۱۱
انتخاب جانشین اور سپاہ صحابہؓ کی سرپرستی	۱۱۸
وارث منبر و محراب	۱۲۲

Scanned with CamScanner

نائب صدر جمہوریت اعلیٰ	۱۲۵
احتجاجی تحریک	۱۲۷
وزیراعلیٰ کی قوتی والی	۱۲۸
گرفتاریوں کا آغاز	۱۲۹
نسوانی حکومت کی پیرطرفی	۱۳۳
چھٹا باب	
انتخابات کی تیاریاں	۱۳۸
قاسمی صاحب نامزد کر دیے گئے	۱۴۳
جمعیت ۔ جمعیت	۱۴۴
حریفان ایثار	۱۴۸
انتخابی مہم کا آغاز	۱۵۲
قائد کی شعلہ نوائی	۱۵۳
قاسمی کی گھن گرج	۱۵۶
انہیں زہر دے دیا گیا	۱۶۱
قاسمی صاحب جیت گئے	۱۶۴
ساتواں باب	
ضمنی الیکشن کی تیاریاں	۱۶۹
جمہوری اتحاد کی دگاشاہی	۱۷۰
کارکنوں کی شہادتیں	۱۷۱
صادق گنجی کا قتل	۱۷۴
قاسمی شہیدؒ سے میری آخری ملاقات	۱۷۷
آٹھواں باب	
قتل کی سازش	۱۸۲
برادر نسبتی کو وصیت	۱۸۴
اہلیہ محترمہ کو وصیت	۱۸۵
سمن جاری ہو گئے	۱۸۶
شیخ اقبال کی بوکھلاہٹ	۱۸۶
زندگی کا آخری خطاب	۲۱۴
شب آخر	۲۱۸
اور وہ گھر سے نکلے	۲۲۰
رزم گاہ شہادت کی طرف	۲۲۲
عاشق کا جنازہ	۲۲۷
تدفین	۲۳۰
نواں باب	
قتل کی ایف آئی آر	۲۳۳
مقدمہ قتل کی تفصیل	۲۳۷
برادران یوسف ۔ برادران ایثار	۲۳۹
قاسمی شہیدؒ کی اہلیہ کا کردار	۲۴۳
دسواں باب	
قاسمی شہید بحیثیت سیاستدان	۲۴۶
خدمت عوام	۲۴۹
گرانٹ کی تقسیم	۲۵۲
بجلی کی تقسیم	۲۵۴
ملازمتوں کی فراہمی	۲۵۴
جھنگ کی گلیوں میں پہرہ	۲۵۵
عکس تحریر	۲۵۶
خطاب قومی اسمبلی	۲۵۷
انٹرویوز	۲۷۶
بیرون ممالک کے دورے	۲۹۶
گیارہواں باب	
متفرقات	۳۰۲
بارہواں باب	
تعزیتی پیغامات	۳۱۴
مختلف جرائد کے اداریے	۳۱۷
شعراء کرام کا خراج تحسین	۳۲۷
خاتمہ	۳۴۹

Scanned with CamScanner

تقاریظ و تاثرات

قائد سپاہ صحابہؓ مورخ اسلام

علامہ ضیاء الرحمان فاروقی (شہیدؒ)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم - مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ ایک بہادر اور جری نوجوان تھا وہ آندھی کی طرح آیا اور طوفان کی طرح لاکھوں انسانوں کے قلب و جگر پر چھا گیا۔ اس کی مذہبی زندگی 6 سال اور سیاسی زندگی صرف ڈیڑھ سال پر محیط ہے۔ اس نے ان مختصر ایام و شہور میں ایسے ایسے نقوش صفحات تاریخ پر ثبت کئے۔ جو نصف یا ربع صدی کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ مولانا ایثار القاسمیؒ پر عزیزم ثناء اللہ سعد کی زیر نظر کتاب نہایت جاندار اور پر مغز گنجینہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ثناء اللہ سعد نے جس انداز سے سپاہ صحابہؓ کے جرنیل اول کی زندگی کے درخشندہ نقوش کا احاطہ کیا ہے۔ وہ تاریخ کے سنہری حروف میں شامل ہو چکا ہے۔

"نقوش ایثارؒ" بلاشبہ مصنف کی محنت شاقہ اور جہد پیہم کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ اس کے بعض مندرجات بالخصوص اہل بدعت کے عنوان سے اوکاڑہ میں قاسمی شہیدؒ کی خدمات کے حوالے سے ثناء اللہ سعد کے نقطہ نظر سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ کتاب کے دیگر عنوانات اور جامعیت نے پہلے تمام مجموعوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب دنیا بھر کے مسلمانوں کو بالعموم اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو بالخصوص نشان منزل کا پتہ دے گی۔

ابو ریحان ضیاء الرحمان فاروقی (حال وارد شجاع آباد 6-7-93)

Scanned with CamScanner

جرنیل سپاہ صحابہؓ، جانشین ایثارؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد اعظم طارق (ایم این اے)

جرنیل سپاہ صحابہؓ، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ انتہائی دلیر اور حق گو عالم دین تھے، جنہیں سب سے پہلے امیر عزیمت شہیدؒ کے مقدس اور آفاقی مشن کو حکومتی ایوانوں میں بلاخوف لومتہ لائم بیان کرنے کا شرف حاصل ہوا جھنگ کے ایم این اے کی حیثیت سے بھی آپ کی خدمات باعث صد افتخار اور قابل تقلید ہیں۔ زیر نظر کتاب شہیدؒ کی سوانح پر ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔ جس میں واقعات کی جستجو، ابواب کی ترتیب اور انداز تحریر بہت ہی دلنشین ہے۔ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی شخصیت پر قلم اٹھانا وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔ جسے ایک نوخیز قلم کار عزیزم ثناء اللہ سعد نے بہت محنت اور جانفشانی سے پورا کیا ہے۔ طالبعلمی کے دور میں ایسی جدوجہد کرنا اور پھر اسے خوبصورت انداز میں منظر عام پر لے آنا قابل صد تحسین ہے۔ رب عرش عظیم سے دعا ہے کہ مصنف کی کاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز فرما کر اس کتاب کو مقبولیت عامہ سے نوازے۔ آمین

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی (ڈپٹی سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان)

نحمدہ، و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد! بر صغیر پاک و ہند میں تعاقب شیعیت کی تاریخ بہت پرانی ہے اور اس تحریک کی صف اول میں امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا دوست محمد قریشیؒ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ اور مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ سرفہرست نظر آتے ہیں۔ مذکورہ بالا علماء کرام نے مظلومیت سنیت اور دفاعِ صحابہؓ کا حق ادا کر دیا لیکن یہ تمام تر محنت دفاعی تھی۔ شیعیت صحابہ کرامؓ پر الزام لگاتی اور یہ بزرگ ان الزامات کی تردید کر کے صحابہ کرامؓ کا دفاع کرتے۔ سب سے پہلی شخصیت .... جس نے شیعیت کے کفر کو چوکوں اور چوراہوں میں بیان کیا شیعیت کی جارحیت کو للکارا، وہ مولانا حق نواز جھنگویؒ تھے۔ جنہیں امیر عزیمت کے معزز لقب سے نوازا گیا۔ مولانا ایثار القاسمیؒ نہ صرف قافلہ جھنگویؒ کے سرگرم رہنما تھے بلکہ دلآویز شخصیت، سحر انگیز خطابت، جرات و ہمت، ایثار و عزیمت کی بدولت انہیں مولانا جھنگویؒ کا ثانی اور جانشین کہا جاسکتا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ میرے عزیز برادر زادہ جواں سال خطیب و ادیب حافظ ثناء اللہ سعد نے

مولانا قاسمیؒ کی زندگی کے مذہبی، قومی، سیاسی اور علمی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔امید ہے کہ یہ کتاب مستقبل کے دینی کارکن اور مورخ کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ میں حافظ صاحب کو ان کی اس سعی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خداوند قدوس اسے شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

حضرت مولانا زبیر احمد صاحب صدیقی (ناظم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد)

الحمد لاهله والصلوة لاهلها . اما بعد! یوں تو امت مسلمہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں لاکھوں علماء، صلحاء، شہداء اور خدام دین پیدا ہوئے لیکن ایسی شخصیات خال خال ہیں جن کی محبوبیت عام، جرات بے مثال اور ضرب المثل ہے۔ جن کی موت و حیات قابل رشک اور لائق صد تحسین ہے۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جو رهبان بالليل و فرسان بالنهار کی مصداق ہیں جن کی زندگی کفر والحاد کے خلاف صرف ہوئی جن کے صبح و مسا جہاد فی سبیل اللہ میں گزرے جس کے بدلہ میں انہیں ہر قسم کے مظالم، تکالیف اور مصائب سہنے پڑے۔ بیوی کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرانا پڑا۔

حضرت مولانا ایثار القاسمیؒ بھی ایسی معدودے چند ہستیوں میں سے ایک ممتاز ہستی ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں اور زمین کو اپنے پاک لہو سے رنگین اور باثمر کر جاتی ہیں۔ حضرت مرحوم کی جرات اگر متقدمین کی یاد تازہ کرتی ہے تو ان کی شہادت سے قرون اولی کے مجاہدین یاد آجاتے ہیں۔

اللہ جزائے خیر دے برادر عزیز حافظ ثناء اللہ سعد کو جنہوں نے کم سنی میں شہیدؒ مرحوم کی سوانح کو مرتب کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اس جمع و تالیف پر مؤلف بے شک تحسین و مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے سمندروں کو کوزہ میں بند کر کے ایک زندہ ہستی کو زندۂ جاوید بنادیا۔ اس سے قارئین جہاں شہیدؒ کی شخصیت سے متعارف ہوں گے وہاں ان کی جماعت سپاہ صحابہؓ پاکستان اور اس کے بانی امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کے مشن اور موقف سے بھی شناسائی حاصل کریں گے۔

جس مقدس مشن پر شہید موصوف اور دیگر ڈھیر سارے حضرات نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اس طرح یہ کتاب صرف ایک شخصیت کا تعارف نہیں کرائے گی بلکہ یہ دیگر شہداء کی بھی تاریخ ہوگی۔ اس طرح انشاءاللہ یہ کتاب دور حاضر کی تمام دینی لائبریریوں کی ضرورت ثابت ہوگی۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرمائیں نیز مؤلف سلمہ، کو مراتب عالیہ سے سرفراز فرمائیں اور کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے نافع فرمائیں۔

زبیر احمد صدیقی

Scanned with CamScanner

گذارش احوال واقعی

"نقوش ایثار" اب سے چھ سال قبل اس وقت تصنیف و تسوید کے مراحل سے گذری تھی جس وقت راقم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد (ملتان) میں درجہ خامسہ کا طالب علم تھا۔ نہ تو ابھی فکر و شعور نے اچھی طرح آنکھ کھولی تھی، نہ ہی تعلیمی مصروفیات سے اتنا وقت نکل پاتا تھا جتنا ایک کتاب کو ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ تاہم کتاب کے مندرجات پر مکمل اطمینان تھا۔ اور اب بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام کارکن سے لے کر قائدین سپاہ صحابہؓ تک تمام حضرات نے حوصلہ افزائی کی اور دعاؤں سے نوازا، بالخصوص شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمان فاروقیؒ کی قلم و قرطاس سے دیرینہ مودت اور کتاب کی طباعتی امور سے مکمل واقفیت اور تجربہ کاری کی بناء پر اہم مشاورت بھی حاصل رہی۔ چنانچہ کتاب اپنی طباعت کے چھ ماہ بعد بالکل ختم اور بعد ازاں نایاب ہو کر رہ گئی۔ احباب دوسرے ایڈیشن کا تقاضہ کرتے رہے۔ جبکہ میرا خیال تھا کہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نئے سرے سے کمپیوٹرائزڈ کتابت کرا کر اس کا حسن نکھار دوں، اس وجہ سے طباعت کے خیال کو نظر انداز کرتا رہا، تا آنکہ چھ سال کا عرصہ بیت گیا۔ مگر میری جیب میرے اس عزم کا ساتھ نہ نبھا سکی۔ اب جبکہ بیسویں صدی عیسوی بڑی تیزی سے اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور اپنی ذاتی لائبریری میں "نقوش ایثار" کا صرف ایک خستہ حال نسخہ موجود ہے۔ ساتھیوں کے اصرار پر دوبارہ طباعت کا پروگرام بنا۔ اور کمپیوٹرائزڈ کتابت کا خیال موقوف ہو کر رہ گیا۔ انسان کے ارادوں کی تکمیل قدرت کی منظوری کے بغیر بھلا کس طرح ممکن ہو سکتی ہے؟ بہر حال امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی مناسب موقع پر اس کی توفیق ارزانی فرمائیں گے۔ تب تک کتاب کے بعض مقامات پر اکا دکا املائی اغلاط کی موجودگی قارئین کے ذوق سلیم پر گراں گذرے تو پیشگی معذرت خواہ ہوں۔ کتاب کے طباعتی امور میں برادر عزیز حافظ سیف اللہ خالد کا مکمل تعاون شامل حال رہا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ثناء اللہ سعد شجاع آبادی 25-10-99

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نقشِ آغاز

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم ، امّا بعد !

دسمبر ۱۹۹۲ء کی ایک سرد اور ٹھٹھرتی ہوئی شام کو لاہور میں قیام کے دوران جرنیلِ سپاہِ صحابہؓ قاری ایثار القاسمی شہیدؒ کے بارے میں ایک کتابچہ بندہ کی نظر سے گزرا ، جس میں مؤلفِ محترم نے شہیدؒ سے متعلق اپنی چند معلومات اور آپ کی تقاریر کے چند اقتباسات وغیرہ درج فرمائے تھے یہ ایک مختصر سا کتابچہ تھا جو اپنے اندر اتنا مواد ہرگز نہیں رکھتا تھا جس سے قاسمی شہیدؒ کے بارے میں متجسّس حضرات کے تشنہ قلوب سیراب ہوسکیں ۔ قاسمی شہیدؒ کی زندگی ایک جہدِ مسلسل کا نمونہ تھی اسے تفصیل کے ساتھ مرتب کر کے منظرِ عام پر لایا جانا بہت ضروری تھا کیونکہ ایسی چیزیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی آنکھوں سے پوشیدہ ہوجاتی ہیں اور آنے والا دینی کارکن ایک عظیم ورثے سے محروم رہ جاتا ہے ۔

میرا یہ خیال آہستہ آہستہ ایک عزم کی صورت اختیار کرگیا اور وہ عزم یہ تھا کہ میں خود ہی میدان میں اتروں ۔ اور قاسمی شہیدؒ کی سیرت و کردار کے گل ہائے رنگارنگ سمیٹ کر حقائق اور جدوجہد کے دھاگے میں پرو کر تاریخ کے گلے میں ڈال دوں تاکہ آنے والی نسلیں ان گلوں کی خوشبو سے اپنے

Scanned with CamScanner

دل و دماغ کی دنیا معطّر کریں۔ اور شہیدؒ کے مجاہدانہ کارناموں کو آئیڈیا بنا کر اپنی عملی زندگی کا سنگ بنیاد رکھیں۔

یہ خیال اگرچہ خوش کن تھا لیکن سوچنا سہل اور کرگزرنا واقعی مشکل ہوتا ہے۔ جس کا اندازہ مجھے بعد میں جاکر ہوا۔ بہرحال میں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے کام کا آغاز کر دیا۔ حصولِ مواد کے سلسلے میں سب سے پہلے میں ٹاؤن شپ لاہور میں شہیدؒ کے بھائیوں سے ملا۔ وہاں سے شہیدؒ کے دوستوں کے ایڈریس لئے اور وقتاً فوقتاً اُن سے ملاقاتیں کیں۔ اِسی دوران ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو شجاع آباد میں میری ملاقات سپاہِ صحابہؓ سے متعلق ایک اہم شخصیت سے ہوئی جس نے میرے پروگرام کو سراہا اور نہ صرف مسرت کا اظہار کیا بلکہ مواد کے حصول میں تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ بعد میں مجھے جن حالات سے گزرنا پڑا وہ بدولت خود میری ایک "آپ بیتی" ہیں۔ میں نے لاہور سے ہی قاسمی شہیدؒ کے نقوش کا عکس تلاش کرنا شروع کیا تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ بعد مجھے تعلیم کی غرض سے ملتان اور پھر شجاع آباد منتقل ہونا پڑا۔ نو ماہ کے اندر بلامبالغہ میں نے لاہور، دیپالپور، اوکاڑہ، ساہیوال، گڑھ مہاراجا، جھنگ، کبیروالا اور ملتان کے علیحدہ علیحدہ بیسیوں سفر کئے۔ ایک ایک دروازہ کئی کئی بار کھٹکھٹایا۔ طرح طرح کے نوکیلے، بھڑکیلے اور پُرشرر جملے سُنے۔ دوستوں کی کج مکرنیوں کا سامنا کیا۔ مختلف طبائع کے لوگ ہوتے ہیں کسی نے خوش آمدید کہا تو کسی نے دیکھ کر دروازہ بند کر لیا۔ کسی نے دُعا دی اور کوئی دیکھ کر چل گیا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کے بعد الحمدللہ میں "نقوشِ ایثار" مرتّب کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔

یہ کتاب مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے حالات و واقعات کا آئینہ ہے در

Scanned with CamScanner

جیسا کہ اہلِ علم سمجھتے ہیں کہ شخصیات ہمیشہ نظریات اور کردار سے پہچانی جاتی ہیں۔ قاسمی شہیدؒ ایک باکردار نظریاتی شخصیت تھے۔ وہ خدا کی زمین پر فقط خدا کے نظام کا نظریہ رکھتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں جینے اور اصحابِ محمدؐ کی محبت پر مرنے کے جذبہ کو اپنے ایمان کی بنیاد سمجھتے تھے۔ باطل قوتوں سے ٹکرانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ انہوں نے اپنے کردار اور عمل سے ثابت کردیا کہ وہ اپنے نظریات اور عزائم میں کس حد تک مخلص ہیں۔

آج انہیں شہید ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی یاد ابھی اہلِ ایمان کے دلوں میں تازہ ہے۔ طاغوتی طاقتیں آج بھی اُن سے نالاں ہیں۔ قاسمی شہیدؒ اپنی مختصر زندگی میں باطل قوتوں اور خصوصاً اہلِ تشیع پر برقِ صاعقہ بن کر ٹوٹے تھے۔ تو اس کی وجہ کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی بلکہ اہلِ تشیع کے عقائد و نظریات تھے۔ اہلِ علم اس سے بخوبی آگاہ ہیں کہ

شیعیت ــــــ ایک اسلام دشمن تحریک ہے جو اپنے یومِ پیدائش سے لے کر آج تک اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے۔ مثال کے طور پر

- شیعیت کے بانی عبداللہ بن سبا یہودی کے ہاتھوں امامِ مظلوم، دامادِ رسول سیدنا عثمان غنیؓ کا قتل اور خلافتِ اسلامیہ میں توڑ پھوڑ کا عمل۔
- اس کے جانشین اشتر نخعی کی دسیسہ کاریاں اور اس عیار کے دستِ جفاکار سے امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰؓ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کی فوجوں کے مابین کشت و خون۔
- سیدنا حسنؓ کی سیدنا امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کے بعد شیعوں کے ہاتھ زہر کے ذریعے حضرت حسنؓ کی شہادت

اہلبیت کے ساتھ کربلا کے میدان میں دست درازیاں۔

- مختار ثقفی کی زبان سے نبوت کا دعویٰ
- کوفی اور ایرانی شیعوں کی سازش کے نتیجہ میں ۱۳۲ھ میں خلافتِ بنو امیہ کا خاتمہ اور خلافتِ بنو عباس کے قیام کے بعد اس کی بغاوت اور اس کے مدِمقابل ۲۹۷ھ میں شمالی افریقہ میں عبیدی حکومت کا قیام۔
- اسی دوران ۳۱۷ھ میں اہلِ تشیع کے لیڈر ابوطاہر قرمطی کا عین موسمِ حج میں حرمِ کعبہ پر حملہ، حجاجِ کرام کا قتل، بیت اللہ کے دروازوں کی توڑ پھوڑ، میزابِ رحمت کا گرایا جانا، غلافِ کعبہ کا نوچ کر پھینکا جانا اور حجرِ اسود کا اکھاڑ پھینکنا۔
- ۳۸۲ھ میں عبیدی شیعی حکومت کے چھٹے حکمران "الحاکم" کا اپنے معتمد ابوالفتوح کو مدینہ منورہ بھیج کر روضۂ رسول ﷺ میں سوئے ہوئے حضرات صدیقؓ و فاروقؓ کے اجسادِ گرامی کو نکال لینے کا منصوبہ لیکن مقصد میں نامرادی!
- ۴۱۱ھ میں اسی عبیدی حکومت کی طرف سے حلب کے چالیس آدمیوں کا ایک بار پھر اسی گھناؤنے منصوبے کی تکمیل کے لئے مدینہ منورہ کا سفر اور شیخ صواب کے سامنے خدا کے قہر کا شکار ہو کر خود بخود زمین دوز ہو جانا۔
- چھٹی صدی ہجری میں اسلام کے عظیم ہیرو نورالدین زنگی کے ہاتھوں اس دشمنِ اسلام فتنے کا ناطقہ بند ہونا۔
- ۵۵۰ھ میں ایک بار پھر شیعیت کی طرف سے حضرات صدیقؓ و فاروقؓ کے

اجساد مبارک کو روضۂ رسول ﷺ سے نکالنے کی سازش، ۲ تربیت یافتہ شیعوں کی مدینہ منورہ روانگی۔ نورالدین زنگیؒ کو خواب میں حضورﷺ کی زیارت اور اس سازش سے آگاہی کے نتیجہ میں زنگیؒ کا مدینہ منورہ پہنچ کر ان دو تخریب کاروں کو زیر زمین نقب زنی کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار کر کے سر قلم کر دینا۔

- ۵۶۶ھ میں نورالدین زنگی کی وفات کے بعد مردِ مجاہد صلاح الدین ایوبیؒ کی یہودیت اور عیسائیت کے ساتھ ساتھ شیعیت کے خلاف بھی معرکہ آرائیاں۔
- ۶۵۶ھ میں مسلمانوں کی مضبوط و مستحکم عباسی خلافت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اہلِ تشیع کے دو شاطر دماغ "ابن علقمی" اور نصیر طوسی کا تاتاریوں کے ساتھ گٹھ جوڑ اور اس کے نتیجے میں ہلاکو خاں کا بغداد پر خونی حملہ، خلیفہ معتصم باللہ کا قتل، دینی مدارس اور مساجد کی پامالی، مسلمانوں کا قتلِ عام، مسلمانوں کی کھوپڑیوں میں شراب کا پیا جانا۔ مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے مینار کی تعمیر، خلافت کا نیست و نابود ہونا۔
- برصغیر کے اندر ملتان کے علاقے میں فاطمی، قرمطی، باطنی اور اسمٰعیلی شیعوں کی بدمستی کی پامالی کے لئے سلطان محمود غزنوی کے لگاتار حملے
- ہندوستان میں ہمایوں کے عہد میں شیعیت کے دو سو علماء کی ایران سے درآمد اور سرکاری سرپرستی۔ ہمایوں کے بیٹے اکبر کے دور میں دینِ الٰہی کا قیام۔ فرضی کہانیوں پر مبنی داستانِ امیر حمزہؓ کی تصنیف اور مشہور صحابیؓ فاتح مصر کو "عمرو عیار" کے نام سے پیش کرنا۔
- اکبر کے بیٹے شہزادہ سلیم عرف نورالدین جہانگیر کی نورجہاں سے شادی

Scanned with CamScanner

نورجہاں کا شیعہ مذہب کی ترویج واشاعت کے لئے نوراللہ شوستری بد بخت کو ایران سے لے آکر شیعہ مذہب کی سرکاری طور پر سرپرستی کرنا

- سراج الدولہ کے ساتھ اس کے وزیر دفاع میر جعفر (اصلی نسلی شیعہ) کی غداری اور اُس کی حکومت پر انگریز کا قبضہ
- سلطان ٹیپو شہیدؒ کے ساتھ اُن کے شیعہ وزیر خزانہ میر صادق آف دکن کی نمک حرامی کے صدقے میں میسور پر انگریز بد بخت کا قبضہ، اور ٹیپو کی شہادت۔ بقول شاعر ؎

جعفر از بنگال، صادق از دکن
ننگِ ملت، ننگِ دیں، ننگِ وطن

- ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں بہادر شاہ ظفر کے شیعہ وزیر اعظم مرزا الٰہی بخش کی غداری اور آخری مغل تاجدار کی زنگون جلاوطنی اور ہندوستان پر مکمل طور پر انگریز کا قابض ہونا۔
- ۱۹۲۴ء میں تین براعظموں یعنی یورپ، ایشیا اور افریقہ میں سات سو سالوں سے پھیلی ہوئی خلافت عثمانیہ کا ایران کی صفوی، قاچاری، اور پہلوی حکومتوں سے زک اٹھا اٹھا کر بالآخر داخلی بغاوت کے ذریعے نیست و نابود ہونا اور دنیا سے خلافت کا مکمل خاتمہ۔

یہ تمام واقعات "تاریخی اور شیعیت کی اسلام دشمنی کے ناقابلِ تردید حقائق۔ ہیں جنہیں کوئی بھی ذی شعور انسان جھٹلانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

قارئین محترم! ۱۹۴۷ء میں دنیا کے نقشے پر سب سے بڑا اسلامی ملک پاکستان نمودار ہوا۔ یہ ملک خالصتہً اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا لیکن بدقسمتی سے صرف آٹھ سال بعد ہی اس ملک پر شیعہ حکمران سکندر مرزا مسلط

کر دیا گیا جس نے ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۸ء تک یعنی صرف تین سالوں میں پاکستان پر کئی کاری ضربیں لگائیں مثلاً

- صوبۂ بلوچستان کی ریاست قلات کے خلاف جارحانہ اقدام کیا اس لئے کہ اس ریاست میں خالصتہً اسلامی قوانین نافذ تھے۔
- پاکستانی صوبہ بلوچستان ملحقہ ایران کا ایک بہت بڑا حصّہ جو معدنی تیل کی دولت سے مالا مال تھا ایران کے حوالے کر دیا۔
- پاکستان کا اسلامی آئین منسوخ کر ڈالا۔

سکندر مرزا کے بعد شیعہ حکمران یحیٰی خاں کی سازش سے ۱۹۷۰ء میں پاکستان کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

فروری ۱۹۷۱ء میں ہمسایہ ملک ایران میں شیعہ رہنما خمینی نے انقلاب برپا کر دیا۔ اسلام کے نام پر یہ ایک خالصتہً شیعہ انقلاب تھا۔ انقلاب کے آتے ہی گویا کفر کا طوفان آ گیا۔ خمینی اور دیگر شیعہ مصنفین کی غلاظت سے معمور اور کفریات سے بھرپور کتب مارکیٹ میں انتہائی سستے داموں فروخت ہونے لگیں۔ جن میں دینِ حق کی تحقیر و تذلیل اور امتِ مسلمہ کی دل آزاری کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ خمینی اور شیعہ مصنفین کی کفریات اور خارجیت کی چند مثالیں آپ دوسرے باب میں پڑھ لیں گے۔ ان کفریہ عبارتوں اور مسلم کش اقدامات کے ردِ عمل کے طور پر پاکستان کے ایک پس ماندہ ضلع جھنگ کے ایک درد لیش صفت اور قلندرانہ اداؤں کے مالک مذہبی رہنما مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے انجمن سپاہِ صحابہؓ کی بنیاد رکھی اور پُرخلوص جد و جہد کے ذریعے ملکِ عزیز میں ایرانی انقلاب کے اثراتِ بد کو پھیلنے سے روکا۔ اہلِ تشیع کی حقیقت طشت ازبام کرنے کے

جرم کی پاداش میں ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو ایرانی طاغوتی ایجنٹوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد قوم مسلم انتہائی کرب والم کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ جواں سال ایثارالقاسمی نے آگے بڑھ کر حالات کو سنبھالا اور جھنگوی شہیدؒ کے مقدس مشن کی توسیع واشاعت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ سچی بات ہے کہ اگر مولنا ایثارالقاسمی ان ناگفتہ بہ حالات میں قوم کو بے سہارا چھوڑ دیتے اور ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ جاتے تو آج مجھے اُن پر کتاب لکھنے کی قطعاً ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے شب و روز جدو جہد کے ذریعے یہ مجموعہ مرتب کر کے اپنے ممدوح پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ ان سے عقیدت کا حق ادا کیا ہے۔

کتاب لکھنے کا یہ میرا پہلا تجربہ ہے۔ قارئین کی خدمت میں التماس ہے کہ عربی مقولہ " مَنْ صَنَّفَ قَدِ اسْتُهْدِفَ " کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے میری قلمی لغزشوں پر تنقید برائے اصلاح کے ذریعے میری حوصلہ افزائی فرمائیں۔

ثناءاللہ ساجد شجاع آبادی

۷ ستمبر ۱۹۹۳ء

Scanned with CamScanner

پہلا باب

- ولادت
- بچپن
- تعلیم
- عملی زندگی کا آغاز

Scanned with CamScanner

قاسمی صاحب فریقین کے جلسوں میں سامع کی حیثیت سے شریک ہوتے اور دونوں کے دلائل توجہ سے سنتے، جونہی کوئی خطیب اخلاقیات کی حدود پھلانگ کر آگے بڑھتا، مجمع کے درمیان یا اسٹیج کے سامنے ایک ہلچل سی پیدا ہو جاتی، قاسمی صاحب مجمع کے درمیان سے اٹھ کر خطیب صاحب سے گویا ہوتے۔

"حضرت! فلاں بات جو آپ نے فرمائی ہے اس کا ثبوت دیجئے۔ فلاں دعوے کی دلیل مطلوب ہے" ___ اور خطیب صاحب سٹپٹا جاتے۔ حلق خشک ہوجاتا اور ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگتے۔

"قاسمی صاحب کے حسن و جمال اور رعب و جلال کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا جو کہ مذہب سوداگروں کے لیے

___ باعث ملال تھا ___ اندیشۂ زوال بنا تھا!

ولادت باسعادت
اور
خاندانی پس منظر

جرنیل سپاہِ صحابہؓ حضرت مولانا قاری محمد ایثار القاسمی شہیدؒ مورخہ ۱۳ راکتوبر ۱۹۶۴ء کو چک نمبر ۴۸۴ گ۔ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں رانا عبدالمجید صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم راجپوت فیملی کے ایک درویش صفت انسان ہیں جن کا تعلق قیامِ پاکستان سے قبل ضلع انبالہ سے تھا۔ مولانا شہیدؒ کے دادا جناب ضلعدار خان مرحوم اپنے علاقہ کے معزز ترین افراد میں سے تھے جنہیں قدرت نے خدا ترسی کی صفت اور دینی ذوق کے ساتھ متصف کیا تھا۔

موصوف پاکستان آمد کے بعد تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد کے مذکورہ بالا چک میں سکونت اختیار کر کے چک کی "موتی مسجد" کے آنریری خطیب بھی رہے۔ لیکن خطابت صرف دینی ذوق اور مطالعہ کی بناء پر کرتے تھے۔ باقاعدہ عالم دین نہ تھے، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کا اصل نام محمد ایثار تھا۔ آپ کے علاوہ آپ کے سات بھائی تھے، جن میں سے ایک بھائی افتخار احمد فوت ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں

آپ کی دو بہنیں بھی ہیں۔

بچپن اور تعلیم

مولانا شہیدؒ کے بچپن کا کچھ حصہ آپ کے آبائی گاؤں میں ہی گذرا۔ بچپن سے ہی آپ بہت بہادر تھے، آپ کے ایک بھائی ڈاکٹر مقبول احمد کے بقول اُن کے آبائی گاؤں سے کچھ دُور ان کا ایک چھوٹا سا باغ تھا جس کے راستے میں ایک قبرستان پڑتا تھا۔ جس کے قریب سے گزرتے ہوئے دن کے وقت بھی عام لوگ گھبراتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب رات کے وقت کچھ عرصہ تک وہاں رہتے رہے تھے اور مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ رات آٹھ نو بجے کے قریب ان کے لئے کھانا لے کر باغ میں جایا کرتے تھے۔ اس وقت مولانا کی عمر زیادہ سے زیادہ آٹھ برس تھی جب کہ ڈاکٹر صاحب نوجوان تھے۔

بعض وجوہات کی بناء پر ۱۹۷۲ء میں آپ کے والدِ محترم جوکہ ملازم پیشہ تھے سمندری چھوڑ کر بمع اہل وعیال لاہور میں سکونت پذیر ہو گئے اور مولانا شہیدؒ کو گلبرگ لاہور کے ایک انگلش میڈیم سکول میں داخل کرا دیا گیا جہاں سے آپ نے ابتدائی پانچ جماعتوں کی تعلیم حاصل کی۔

آپ کے والدِ محترم کے بیان کے مطابق جن دنوں آپ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے۔ ٹاؤن شپ لاہور کے ایک بزرگ نے کہا رانا عبدالمجید! اس بچے سے سکول چھڑوا کر اسے دینی تعلیم دلواؤ آپ کا یہ بچہ وہ مقام حاصل کرے گا جو آپ کے خاندان میں سے کسی

کو نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ لہٰذا اس بزرگ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے آپ کے والدِ محترم نے آپ کو سکول سے نکلوا کر گلبرگہ میں ہی جامعہ اسلامیہ میں داخل کرا دیا جہاں سے آپ نے قرآن الکریم الحفظ کرنے کے علاوہ تجوید و قرأت کی بھی سند حاصل کی۔

درسِ نظامی

تجوید و قرأت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے دارالعلوم حنفیہ اور جامعہ عثمانیہ میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگردِ رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعلیم قاسمی سے بھرپور استفادہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے درسِ نظامی کی چیدہ چیدہ کتب کی تعلیم انہی سے حاصل کی۔

چونکہ ملک عزیز میں خطباء اور علماء حضرات کی کمی نہیں لیکن مجاہد صفت افراد کی بے حد کمی اور سرفروش افرادِ کار کے بے اندازہ فقدان نے جہاں معاشرے کو طرح طرح کی ذہنی اور اخلاقی بیماریوں میں مبتلا کیا ہے وہاں اہلِ علم حضرات بلکہ اہلِ دین کی بے توقیری میں بھی شدید اضافہ ہو چکا ہے اور سب برائیوں سے بڑھ کر برائی یہی ہے کہ اہلِ علم اور دیندار لوگوں کو گھٹیا قرار دیا جائے۔

مولانا ایثار القاسمی اگرچہ "بہت بڑے عالم دین" نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے مروجہ درسِ نظامی پر مکمل عبور حاصل کیا تھا، مگر چونکہ قدرت نے آپ کو بے پناہ ذہنی صلاحیت اور قابلیت سے مالامال فرمایا تھا۔ لہٰذا آپ آگے چل کر اپنے میدان کے شہسوار ثابت ہوئے۔ ذالک فضل

اللہ یؤتیہ من یشاء

عملی زندگی کا آغاز

درسِ نظامی سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک ٹاؤن شپ لاہور کے ایک دینی مدرسہ مخزن العلوم میں اور پھر پیر سیّد ابرار شاہ صاحب کے مدرسہ دارالحق میں قرآن مجید اور ابتدائی کتب پڑھاتے رہے۔ دارالحق میں تدریس کے دوران ہی مسجد دارالسلام میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

انہی دنوں مصر کے شہرۂ آفاق قاری عبدالباسط مرحومؒ پاکستان کے دورہ پر تشریف لائے اور ملک کے بڑے بڑے شہروں میں کلام اللہ کی محفلیں سجائیں، بادشاہی مسجد لاہور میں ان کی تلاوت کے دوران سامعین نے وجد میں آکر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ لاکھوں کا مجمع تھا۔ اللہ اکبر کی صداؤں سے لاہور گونج اٹھا۔ اسی دوران نعرۂ رسالت بھی بلند ہوا جس کے بعد اسٹیج سے نعرہ لگانے سے منع کیا گیا۔ تلاوت کے اختتام پر چند شر پسندوں نے غوغا آرائی شروع کردی کہ نعرۂ رسالت کا جواب مُردہ باد سے دیا گیا ہے۔ اس خود ساختہ الزام کو خوب اچھالا گیا۔ حالانکہ حق تو یہ تھا کہ جس عاشقِ رسولؐ نے نعرۂ رسالت کے جواب میں مردہ باد سنا تھا۔ بروقت اپنے عشق کا اظہار کرتے ہوئے مُردہ باد کہنے والے کو مُردوں کی صف میں شامل کردیتا، لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ ایک خاص منصوبے کے تحت اہلِ بدعت نے بھی ملک بھر میں واویلا شروع کردیا اور "یا رسول اللہ" کہے

عنوان سے کانفرنسیں شروع ہوگئیں جن میں علماء دیوبند کے خلاف وسیع پیمانے پر لعن طعن کی جانے لگی، دیوبندی گستاخ، وہابی کافر، نجدی بے ایمان! گویا ایک طومار سا کھڑا کر دیا گیا۔ بدعتی خطباء گلے پھاڑ پھاڑ کر علماء دیوبند کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگے۔

جواب میں علمائے دیوبند نے دفاعی طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے " محمد رسول اللہؐ " کے عنوان سے جلسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

مولٰنا ایثار القاسمی ہر دو فریقوں کے جلسوں میں سامع کی حیثیت سے شریک ہوتے اور دونوں کے دلائل توجہ سے سنتے۔ جونہی کوئی خطیب اخلاقیات کی حدود پھلانگ کر آگے بڑھنے لگتا، مجمع کے درمیان میں یا اسٹیج کے بالکل سامنے ایک ہلچل سی پیدا ہو جاتی، مولٰنا ایثار القاسمی مجمع کے درمیان سے اُٹھ کر خطیب صاحب سے گویا ہوتے، حضرت فلاں بات جو آپ نے فرمائی ہے اس کا ثبوت دیجئے۔ فلاں دعوے کی دلیل مطلوب ہے۔ اور خطیب صاحب سٹپٹا جاتے، اور ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگتے۔ مقامی اہلِ بدعت —— مولانا کے اس جراُت مندانہ کردار سے بہت نالاں تھے اور عوام الناس بہت متاثر ہونے لگے۔ اب مولانا ایثار القاسمی کے گرد مذہبی نوجوانوں کا ایک حلقہ سا بندھ گیا تھا۔

کاروبار کا شوق

واللہ اعلم! کیسے حالات پیش آئے کہ اچانک مولانا ایثار القاسمی کو کاروبار کی سوجھی، ویسے بھی باعزت روزگار ہر انسان کی فطری خواہش

ہوتی ہے لہذا مولانا نے اپنے آبائی شہر سندری کے قاسم بازار میں سیلائی کارپوریشن قائم کرلیا اور روزمرہ استعمال کی اشیاء قسطوں کی ادائیگی پر فراہم کرنے لگے۔ تقریباً ۵، ۶ ماہ تک یہ کاروبار چلتا رہا، لیکن زبردست خسارہ برداشت کرنا پڑا۔ دراصل قدرت مولانا کو دینی ماحول میں لاکر زبردست کام لینا چاہتی تھی۔ اور انسان بہرحال قدرت کا محتاج ہے۔ کاروبار میں منافع ہوتا تو یقیناً آپ وہیں کے ہو رہتے، اور قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ آپ اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو دنیادی کاروبار میں کھپا ڈالیں۔

لہذا آپ کی مصروفیات کا رُخ بدلا۔ گویا آپ اپنی منزل کے راستے پر آنکلے، کاروبار میں خسارہ اسی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

O

دوسرا باب

اوکاڑہ میں وُرود

Scanned with CamScanner

قاسم شہیدؒ ایک بار دو تین احباب کے ہمراہ دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نوجوانوں کا ایک جتھہ بالیاں اٹھائے دفتر میں آن دھمکا۔ نتھنے پھولے منہ چڑھا، ماتھے پہ بل، ابرو پہ چین ——

نوجوانوں نے للکارا ——

"مولوی ایثار القاسم! باہر نکل آؤ تاکہ تمہیں تمہاری گستاخیوں کا مزا چکھایا جائے۔"

قاسم شہیدؒ اچھل کر کھڑے ہوئے اور لپک کر ان کے سامنے آ گئے۔ دستی کلہاڑی ہاتھ میں تھی۔ سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا

"جوانو! میں حاضر ہوں، کسی ماں کے لعل میں جرأت ہے تو ہاتھ مار کر دکھائے۔"

"جوان" —— اپنے رہنماؤں پہ بھڑک بیٹھے تھے۔ قاسم شہیدؒ کو اس جرأت مندانہ انداز میں دیکھا تو بے چاروں کا سارا جوش و خروش اڑنچھو ہو گیا

اوکاڑہ میں آمد

کاروبار میں خسارے کی بناء پر مولانا پریشان حال اوکاڑہ پہنچے تاکہ اپنے ہم مکتب ساتھیوں سے مشورہ لیں۔ اوکاڑہ کے جناب جاوید اقبال شاہد اور مولانا سیّد گل محمد مدنی نے مولانا کو کاروبار چھوڑ دینے پر آمادہ کیا، اور جمعیت علماءِ اسلام کے رہنما مولانا سیّد امیر حسین شاہ صاحب گیلانی سے کہا کہ مولانا کو امامت کے لئے کوئی مسجد فراہم کریں، چنانچہ گیلانی صاحب نے ایک چھوٹی سی مسجد میں آپ کو امامت کی جگہ فراہم کی۔

۱۹۸۵ء کا آغاز تھا مولانا ایثار القاسمی صدیق نگر اوکاڑہ کی مسجد صدّیقیہ میں بحیثیت امام تعینات کر دیئے گئے۔ ان دنوں غالباً آپ کی تنخواہ چار سو روپے ماہوار مقرر کی گئی۔

آپ نے تھوڑے ہی عرصہ بعد الوریہ جامع مسجد نزد ریلوے سٹیشن میں طلباء کرام کو ابتدائی دینی کتب پڑھانی شروع کیں اور ساتھ ہی الوریہ جامع مسجد میں ہی خطابت کا آغاز بھی کردیا۔

ایم آر ڈی

یہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کی مارشل لاء کا دَور تھا، جس کے خلاف ان دنوں بحالیٔ جمہوریت کی تحریک (ایم آر ڈی) عروج پر پہنچ چکی تھی، شہر شہر میں جگہ جگہ پر جلسے ہو رہے تھے، جمعیت علماء اسلام بھی اس تحریک میں پیش پیش تھی۔ چونکہ مولنٰا ایثار القاسمی شہید کی

سیاسی وابستگی بھی جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تھی۔ لہٰذا آپ نے اوکاڑہ میں اس تحریک کے دوران زبردست خدمات سرانجام دیں۔ اور بہت جلد اوکاڑہ کے مذہبی اور سیاسی حلقوں میں معروف شخصیت کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔

ایم آر ڈی کا جلسہ

ایک بار اوکاڑہ میں مسلم کمرشل چوک راوی روڈ پر ایم آر ڈی پنجاب کے زیرِاہتمام جلسہ منعقد ہوا جس میں پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر فخرزماں اور شاید جہانگیر بدر بھی مدعو کئے گئے تھے۔ اس جلسہ کی صدارت جمعیت علماء اسلام کے رہنما اور ایم آر ڈی پنجاب کے کنوینر سیّد امیر حسین شاہ گیلانی کر رہے تھے، جلسہ کے دوران معظّم علی معظم نامی کسی شاعر نے سابق وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پر نظم پڑھی۔ " بھٹو دے نعرے وجن گے "۔ اور حسبِ معمول بھٹو کو شہید، مظلوم اور پتا نہیں کیا کچھ کہا۔ قاسمی صاحب کو سخت کوفت ہوئی۔ اپنے خطاب کے دوران قاسمی صاحب نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ بھٹو صاحب قتل کیس میں سزا یافتہ مجرم ہیں۔ عدالت عالیہ نے انہیں قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا دی ہے جس کی بناء پر انہیں شہید قرار دینا قطعاً درست نہیں اس جلسہ میں ایم آر ڈی میں شامل دیگر تنظیموں کے راہنما بھی موجود ہیں جن کو بہرحال بھٹو مرحوم کے واقعۂ شہادت سے اتفاق نہیں ہے۔ شہادت ایک اعلیٰ ترین منصب ہے اور ہم یہ قطعاً

Scanned with CamScanner

برداشت نہیں کریں گے کہ آپ قتل کے جرم میں سزائے موت پانے والے کو شہید کہیں۔

قاسمی صاحب کے ان ریمارکس پر جلسہ کے دوران شدید ردِّعمل ہوا۔ فخر زماں نے اپنی تقریر میں قاسمی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"قاسمی صاحب آپ بھٹو صاحب کو شہید کہنے پر نالاں نہ ہوں۔ شہادت واقعی ایک اعلیٰ ترین منصب ہے۔ اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ جامِ شہادت نوش کریں تو ہم آپ کے لئے اس سے بھی بڑا جلسہ کریں گے"

فخر زماں کے اس لطیفہ پر مجمع میں زبردست قہقہے گونجنے لگے، بہر حال جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ ایم آر ڈی کی تحریک کے دوران ہی آپ کی خدمات نے آپ کو ضلع اوکاڑہ کی سیاست میں ایک منفرد حیثیت بخشی، آپ کی خطابت کے چرچے تو پہلے ہی سے ہو رہے تھے۔ اب آپ مزید ابھر کر سامنے آئے۔ اور آپ کا اثر و رسوخ مذہبی حلقوں کے علاوہ سیاسی حلقوں میں بھی بڑھنے لگا۔ آپ کی چال ڈھال اور گفتار و رفتار کی کشش سے نوجوان خون بہت متاثر ہوا۔

(شنید میں آیا ہے کہ ایم آر ڈی کی تحریک میں آپ نے گرفتار ہو کر چھے ماہ قید کاٹی، لیکن یہ غیر مصدقہ اطلاع ہے)

صدائے حق

انہی دنوں آپ کو مولانا حق نواز شہیدؒ کی صدائے حق سننے

کا موقع ملا۔ ساہیوال کے ایک جلسہ میں پہلی بار آپ کی مختصر ملاقات ہوئی۔ مولانا حق نواز اس وقت عزیمت کے آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ مولانا ایثار القاسمی شہید نے ایک با ضمیر خطیب اور شعلہ بار مقرر ہونے کی حیثیت سے مولانا حق نواز شہید کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ چھ ستمبر ۱۹۸۵ء کو انجمن سپاہ صحابہؓ معرض وجود میں آئی۔ مولانا حق نواز شہید اس انجمن کے بانی اور سرپرست اعلیٰ تھے۔

یہ انجمن ایران میں شیعہ انقلاب کے بعد پاکستان میں شیعیت کی روز افزوں جارحیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے بنائی گئی۔ یہ گرم لہو جوانوں کی تنظیم تھی جس کے بانی مولانا حق نواز ایک عرصہ سے ضلع جھنگ میں ہر قسم کی قربانی دیتے اور جنرل ضیاء الحق کی مارشلائی حکومت کا جبر و تشدد برداشت کرتے ہوئے ایک دور افتادہ منزل کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے اور بے شمار ذہنی اور جسمانی امتحانات سے گزر چکے تھے۔

اس وقت پورے ملک میں شیعیت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ صحابہ کرامؓ کے خلاف یاوہ گوئی، ازواجِ رسولؐ کے خلاف ہرزہ سرائی پر مشتمل بیسیوں کتب دھڑا دھڑ شائع ہو کر مارکیٹ میں سستے داموں فروخت ہو رہی تھیں۔

ایران کے مذہبی آمر خمینی مردود نے اپنے پرانے ملاؤں اور آباء و اجداد کی واہیات کتب کا گیارہ زبانوں میں ترجمہ کرا کر دنیا کے مختلف ممالک میں مفت تقسیم کرنا شروع کر دیا تھا۔ گویا خمینی نے دنیا کے ہر ہر ملک میں اپنے ناپاک عزائم پھیلانے شروع کر دیئے۔

اور اسلام کے روپ میں ایک خالصۃً کفریہ انقلاب برپا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ پاکستان کو اس نے اپنا پہلا ٹارگٹ بناتے ہوئے یہاں کے شیعوں کو دیگر ہدایات کے علاوہ اسلحہ کی فراہمی بھی شروع کر دی۔

چنانچہ ملکِ عزیز میں ابنِ سبا کی ذریت نے وہ اودھم مچایا کہ شرافت سرپیٹ کر رہ گئی۔ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو شیعوں نے کوئٹہ کے بھرے بازاروں میں دن دیہاڑے سُنّی مسلمانوں پر دھاوا بول دیا۔ دکانیں لوٹیں۔ آگ لگائی۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا اور ظلم کی انتہا کرتے ہوئے مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہو کر معصوم دوشیزاؤں کی عزتوں سے کھیلا۔ اسی پر بس نہ کی بلکہ عزتیں تار تار کرنے کے بعد اُن دوشیزاؤں کے پستان تک کاٹے۔

اس قیامت کے بعد سُنّی عوام کی آنکھیں اپنی مذہبی قیادت کی طرف اٹھیں۔ لیکن ؏

وہاں ایک خامشی تیرے سب کے جواب میں

مولانا حق نواز شہیدؒ ان مشکل ترین حالات میں سوچ سمجھ کر اور فی الواقعی اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کر سُنّیت کی فلاح و بقا کے لئے میدانِ عمل میں اترے اور اپنے کفر دشمن کاٹ دار لہجے کے زور سے مظلوم و مقہور سُنّیوں کو بیدار کیا۔

غیور اہلسنت عوام کو ان کے مذہبی، دینی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی حقوق ہاتھوں ہاتھ غصب ہوتے ہوئے نظر آئے اور

اُن کے شعور نے انگڑائی لی تو انہوں نے مولانا حق نواز جھنگوی کی صدائے حق پر لبیک کہا اور اپنے حقوق کے حصول کے لئے شریک ہوکر میدانِ عمل میں اُتر آئے۔

تاریخ عالم میں پیغمبرِ اسلام اوران کے جانثاروں کے ساتھ اپنوں کا ناقابلِ فراموش ظالمانہ رویہ یقیناً ناقابلِ فراموش ہے۔ اہلِ حق کی مخالفت سب سے پہلے اپنوں کی طرف سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ نے جونہی شیعیت کی اسلام دشمنی کا پردہ چاک کرنا اور اہلِ تشیع کی دینی حیثیت کو برسرِمنبر واشگاف الفاظ میں بیان کرنا شروع کیا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہی علماء جو شیعیت کے خلاف عرصۂ دراز سے تقاریر اور مناظرے کرتے چلے آرہے تھے، مولانا حق نواز شہیدؒ کی مخالفت پر اُتر آئے۔ کسی نے تخریب کار کہا تو کسی نے شرارتی، کسی نے دہشت گرد کہا تو کسی نے جذباتی مخض ہونے کا طعنہ دیا۔

ان ناساعد حالات میں اگر علماء کے طبقہ میں سے کوئی نام مولانا حق نواز شہیدؒ کی علی الاعلان حمایت کرتا نظر آتا ہے تو وہ مولانا ایثار القاسمی اور سپاہِ صحابہؓ کے موجودہ سرپرستِ اعلیٰ مولانا ضیاءالرحمٰن فاروقی کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دو حضرات نے ساتھ نبھایا اور کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ ساہیوال کے ایک جلسہ میں پہلی بار قاسمی صاحب کو مولانا حق نواز سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور پہلی ملاقات سے ہی متاثر ہوکر اپنی زندگی ان کے مشنِ مقدس کے لئے وقف کردی۔

مولانا ایثار القاسمی کڑیل نوجوان تھے۔ اللہ پاک نے صاف گوئی میں ملکۂ تامہ عطاء فرمایا تھا۔ خلوص نیّت سے آگے بڑھ کر اپنی زبان و بیان کی قوّت سے فتنۂ شیعیّت کی کھال کھینچنے لگے۔

پولیس سے آنکھ مچولی

جب مولانا ایثار القاسمی نے قصرِ شیعیّت پر اپنی تقاریر میں تابڑتوڑ حملے شروع کئے اور مارشلائی حکومت کو ہدفِ تنقید بنانا شروع کیا۔ تو جہاں رفض کے ایوانوں میں کھلبلی مچی وہاں حکومت بھی سیخ پا ہوگئی۔ ایک بار جمعۃ المبارک کے موقع پر آپ نے اپنا مشن اور موقف بیان کیا تو کاشف مرتضیٰ ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ نے گرفتاری کے آرڈر جاری کردیئے اور پولیس کی ایک بھاری نفری نے اندریہ مسجد کو گھیرے میں لے لیا۔ مولانا کو خبر ہوئی تو مولانا نے بھی بہر صورت بچ نکلنے کا فیصلہ کرلیا۔ جمعۃ المبارک سے فارغ ہوکر باہر نکلے تو ہر طرف پولیس نظر آئی۔ مولانا نے ایک خفیہ راستہ استعمال کیا اور پنجاب پولیس کے وردی پوش شاہینوں کو جُل دے کر نکل گئے۔

دوبارہ گرفتاری کی کوشش

گرفتاری میں ناکامی کے بعد اوکاڑہ کی نوکرشاہی نے مولانا کی مسجد میں سپیکر کے استعمال پر پابندی کا حکم نامہ جاری کیا۔ اگلا جمعہ آیا تو مولانا نے لاؤڈسپیکر کھول کر خطاب شروع کیا۔

Scanned with CamScanner

نوکرشاہی نے حکم نامے کی دن دہاڑے مٹی پلید ہوتے دیکھی تو پھر مسجد کو گھیر لیا۔ پولیس کے شاہینوں کو اتنا اطمینان تھا کہ نماز باجماعت ادھر ہی پڑھائیں گے۔ پھر دیکھی جائے گی۔ مولانا کو صورتِ حال معلوم ہوئی تو خطاب سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کسی دوسرے مولوی صاحب کو مصلے پر کھڑا کیا۔ خود باہر نکلے موٹر سائیکل پر سوار ہونے ہی لگے تھے کہ ایک سپاہی نے کلائی سے پکڑ لیا۔ مولانا نے ہاتھ ذرا پیچھے کر کے اس کے منہ پہ ایسا مکا لگایا کہ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اب دوسرا سپاہی آگے بڑھا۔ جو نہی وہ قریب ہوا۔ مولانا نے اسے پٹخنی ماری، بازو چھڑایا اور ہوا ہو گئے۔ پولیس والے گلیوں میں دوڑے مگر شکار نکل گیا تھا۔ جامعہ مدنیہ میں جاکر آپ نے نمازِ جمعہ ادا کی۔

دھوکے سے گرفتاری

دوسری بار گرفتاری میں ناکامی پر انتظامیہ کو جو سبکی اٹھانا پڑی اس نے اسے حواس باختہ کر دیا۔ اب کے ڈپٹی کمشنر نے ایک مکارانہ چال چلی اور مولانا کو میٹنگ پر طلب کیا۔ مولانا نے یہ سوچ کر کہ شریف کو جب بلایا جائے تو اسے جانا چاہیئے۔ بی ڈویژن کے تھانہ میں میٹنگ پر جا پہنچے۔

میٹنگ کیا تھی۔ وہ تو اک بہانہ تھا۔ دھوکہ باز افسر نے مولانا کو ہتھکڑی لگوا کر سیدھا جیل بھجوا دیا۔ جہاں پر آپ نے اٹھارہ دن کی قید کاٹی۔

آپ کے ایک دوست قاری عبداللہ عابد صاحب (مدرس جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال) نے مجھے بتایا کہ

" جن دنوں آپ ساہیوال جیل میں ہوتے تھے، ایک بار جیل میں قیدیوں کی گنتی یا تلاشی ہو رہی تھی، تمام قیدی ایک قطار میں اس انداز سے بٹھائے گئے کہ ان کے سر نیچے کو جھکے ہوئے اور ہاتھ اوپر کو اُٹھے ہوئے تھے۔ قاسمی صاحب بھی اُسی قطار میں بیٹھے تھے، لیکن سر جھکانے کی بجائے کسی حد تک بلند کر رکھا تھا، سپرنٹنڈنٹ تلاشی لیتا ہوا جب آپ کے قریب پہنچا تو دیکھ کر تلملایا، اور غصے میں کہنے لگا،

" او مولوی! سر نیچے رکھو!"

آپ نے فرمایا

" نہیں صاحب! ایسا نہیں ہوگا، یہ سر خدا کے علاوہ کسی کے آگے نہیں جھکے گا"

سپرنٹنڈنٹ یہ سن کر حیران ہوا۔ اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب سپاہ صحابہؓ کے آدمی ہیں۔ جب سپرنٹنڈنٹ نے سپاہِ صحابہؓ کا لفظ سُنا تو خاموشی سے آگے بڑھ گیا"

آپ نے اس بار جیل میں ۱۸ دن گزارے۔ اوکاڑہ کے احباب نے کافی دوڑ دھوپ کر کے آپ کی ضمانت منظور کرائی اور آپ رہا کر دیئے گئے۔

Scanned with CamScanner

عشاقِ اعلیٰحضرت

سرزمینِ اوکاڑہ عرصۂ دراز تک آپ کی شجاعت اور دلیری کے گُن گاتی رہے گی۔ اوکاڑہ کے بریلوی حضرات نے جب دیکھا کہ مولانا ایثار القاسمی کی خطابت کا رُخ شیعیت کی طرف پلٹ چکا ہے۔ اور ہماری طرف سے بے نیاز ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنی تقاریر میں علماء دیوبند پر واہی تباہی شروع کر دی۔

مولانا نے بہت صبر کیا اور سوچا کہ باز آ جائیں گے مگر ان کی ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہونے لگا تو مولانا نے ایک تقریر میں واضح کرتے ہوئے کہا کہ تم ہمارے بزرگوں پر کیچڑ مت اچھالو، ورنہ میں تمہارے ساتھ دو، دو ہاتھ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا اور ساتھ ہی مولانا احمد رضا خاں کی کتاب سے ان کی کوئی عبارت وغیرہ پڑھ کر سنائی جس سے اُن کی علمی حیثیت ———— !

اس پر پھر بریلوی حضرات کی طبع نازک پر بوجھ پڑا۔ ایک دن آپ دو تین احباب کے ہمراہ دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اے ٹی آئی (انجمن طلباء اسلام) کے نوجوانوں کا ایک جتھا ہاکیاں اٹھائے دفتر میں آن دھمکا۔ اور ایک نوجوان نے للکارا کہ مولوی ایثار القاسمی باہر نکل آؤ! ہم تمہیں اعلیٰ حضرت کی گستاخی کا مزہ چکھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ نوجوان جو کہ واقعی غضب ناک لگتے تھے، مزید ڈراتے دھمکاتے اندر گھسنے لگے۔ مولانا اچھل کر کھڑے ہوئے، اور لپک کر ان کے سامنے آ گئے۔ ان کی دستی کلہاڑی ان کے ہاتھ

Scanned with CamScanner

پٹی تھی۔ سامنے آکر سینہ تان کر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے

"میں حاضر ہوں۔ کسی ماں کے لعل میں جرأت ہے تو ہاکی مار کے دکھائے"

بس مولانا کی اس جرأت مندانہ انداز میں دیکھ کر ان نوجوانوں کا عشق اعلیٰ حضرت اڑنچھو ہوگیا اور ہاکیوں کے دستوں پر نظریں جماتے منہ لٹکاتے کھسکنے لگے۔

تھوڑے عرصہ بعد ہی مولانا حق نواز شہیدؒ کے حکم پر آپ کو گڑھ مہاراجا منتقل کر دیا گیا۔

تیسرا باب

گڑھ مہاراجا میں

"شیعہ جاگیردار اکرم سیال نے آپ کے مدرسہ
کا میٹریل ضبط کرلیا۔ یہ صورت حال گڑھ مہاراجا کے
مسلمانوں کے لئے سخت پریشان کن تھی اور کسی
بھی وقت ہولناک ہنگامہ آرائی کا خطرہ تھا۔
قاسمی صاحب کی فہم و فراست قابلِ عش عش
ہے کہ آپ نے کمال ذہانت سے کام لیتے ہوئے بدباطن
جاگیردار کے ملازمین سے آنکھ لڑائی۔ انہوں نے سارے
کا سارا میٹریل قاسمی صاحب کے قدموں میں لا رکھا

اور

ساتھ ہی اپنے سُنّی ہو جانے کا پروپیگنڈا بھی
شروع کر دیا۔

شیعیت
کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔"!

گڑھ مہا راجا کا تعارف اور پس منظر

قاسمی شہیدؒ کے گڑھ مہاراجا میں داخل ہونے سے قبل گڑھ مہاراجا کا تعارف انتہائی ضروری ہے۔

گڑھ مہاراجا نامی قصبہ ضلع جھنگ میں رافضیت کا گڑھ کہا جا سکتا ہے۔ یہاں پر ۶۰٪ سنی اور ۴۰٪ شیعہ آباد ہیں۔ سُنی مفلوک الحال، انتہائی پس ماندہ اور شیعہ تقریباً کلہم عیاشش فطرت جاگیردار ہیں۔ جاگیردارانہ نظام یہاں کئی صدیوں سے اپنی بدترین شکل میں موجود ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہاں کے جاگیردار انگریز کے در دولت کی چاپلوسی کے صدقے میں جاگیردار بنے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران جھنگ کے نواب اسمٰعیل خان سیال نے انگریزی فوج کے ساتھ مل کر حریت پسند مسلمانوں کو کچلا تھا۔ اس شخص کی باقاعدہ اپنی فوج تھی جس نے اسی کی کمان میں ملتان کے دیوان مولراج کے خلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر جنگ لڑی جس کی وجہ سے ۱۸۶۰ء میں انگریزوں کی طرف سے انہی خدمات کے صلہ میں اسے پانچ سو روپے کی خلعت، خان بہادر کا خطاب اور دو ہزار روپے کی جاگیر ملی۔ اس کے علاوہ دیگر سیالوں، سیدوں، کاٹھیوں، کھرلوں اعوانوں اور جھنگ کی موجودہ تحصیل چنیوٹ کے خوجوں اور بعض دیگر خاندانوں کے افراد کے نام کمشنر ملتان کو فراہم کئے گئے۔ انگریز سے

مکمل وفاداری کی وجہ سے انہیں سرکاری طائفے میں ملتان پہنچایا گیا۔ جہاں نام بنام ہر شخص کی حیثیت متعین کی گئی، اور ان ناموں سے کرنل لارنس کو آگاہ کیا گیا۔

جنوری ۱۸۵۷ء میں ان امراء کو لاہور کے چیف کمشنر نے جاگیریں عطا کیں۔ رائے بہادر، خان بہادر اور دیگر خطابات سے انہیں نوازا گیا۔ مشہور صحافی بلال زبیری نے "تاریخ جھنگ" نامی کتاب میں انہیں بے نقاب کیا ہے۔ ان کے مطابق ضلع جھنگ کے جن روساء کو انعام میں جاگیریں ملیں۔ ان میں اوّل الذکر نواب اسمٰعیل خان سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ اس کا بھائی مہر حبیب خان، محمد حسین قریشی، دولت خان اعوان، احمد خان ہراج، احمد یار شاری بلوچ، شیخ محمد احمد، اور رجوعہ کے حیدر شاہ اور بہادر شاہ وغیرہ شامل تھے۔ (دیکھئے تاریخ جھنگ ص ۳۳۴)

بلال زبیری مزید لکھتے ہیں۔

"ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی۔ جرمنی کا ڈکٹیٹر ہٹلر برطانیہ اور امریکہ سے ٹکرا گیا۔ ہندوستان کا متاثر ہونا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ نے برطانوی حکومت کی حمایت کا اس جنگ میں فیصلہ کیا۔ اس فیصلہ کے تحت پنجاب اور جھنگ کے مسلم لیگیوں میجر مبارک علی شاہ، کرنل عابد حسین نے اپنے اثر و رسوخ سے برطانوی فوج کے لئے چندے اور رنگروٹ فراہم کئے۔ اس طرح اعزازی میجر و کرنل کے

عہدوں سے نوازے گئے۔
(تاریخ جھنگ ص۲۴۰ بحوالہ سوانح حیات امیر عزیمت مولانا
حق نواز شہیدؒ مصنفہ مولانا ضیاء القاسمی)
علاوہ ازیں جھنگ کے ظالم جاگیردار انگریزی فوج میں بھرتی ہوکر
رسم وفا نبھاتے ہوئے یہاں تک پہنچے کہ خانہ کعبہ پر گولیاں برسانے
کا گھناؤنا کردار بھی ادا کرڈالا۔ اس وقت سے لے کر تاحال گڑھ مہاراجا
میں شقی القلب جاگیرداروں کی ذریت نے مسلمانوں پر اپنی فرعونیت
کا جال بچھایا ہوا ہے۔ اگرچہ سپاہ صحابہؓ کے معرض وجود میں آنے
کے بعد کافی حد تک شیعیت کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں لیکن ابھی
شیعیت کے لگائے ہوئے زخم بہت گہرے ہیں۔ جن میں
سے ایک زخم سانحۂ گڑھ مہاراجا ہے جسے مندمل ہوتے ہوئے
کافی عرصہ لگے گا۔

سانحہ گڑھ مہاراجا

مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء کو گڑھ مہاراجا کی "تاریخ کا بدترین المیہ
رونما ہوا۔ حضرت حسینؓ کے چہلم کے موقع پر یہاں کے روافض
نے خنجر بردار ماتمی جلوس نکالا اور اہل سنت کے جذبات مجروح
کرنے کے لئے جامع مسجد کے سامنے صحابہ کرام پر اعلانیہ
تبرا کیا۔ مقامی انتظامیہ نے اس غیر قانونی جلوس کو روکنے
کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ بالآخر لاٹھی چارج کرنا پڑا جس
کے جواب میں روافض نے پتھراؤ کیا۔ بات بڑھتی گئی اور کشیدگی

Scanned with CamScanner

میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ سب کچھ پولیس اور روافض کے درمیان
ہوا تھا۔ مقامی اہلسنت کا اس میں کوئی عمل دخل نہ تھا۔ لیکن جلوس
میں گھسے ہوئے ایرانی تربیت یافتہ مسلح تخریب کار روافض
نے اہلسنّت پر قیامت برپا کردی، ایک سوچے سمجھے منصوبے
کے تحت اہلسنت کی دکانیں لوٹی اور جلائی گئیں۔ مسجد کی
بے حرمتی کی گئی۔ نلکے، ٹیوبیں، لاؤڈ اسپیکر اور دیگر سامان جلا دیا گیا۔
قرآن مجید اُٹھا کر نذرِ آتش کیے گئے۔ گھروں میں گھس کر خواتین
کی بے حرمتی کی گئی۔ بچوں، بوڑھوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور
زبردست لوٹ مار کی گئی۔ اور غریب اہلسنّت کو تقریباً ۲۰ لاکھ روپے
کا نقصان ہوا۔ خواتین سمیت ۲۵ افراد شدید مجروح ہوئے۔
۳۸ دکانیں اور متعدد مکانات کو زبردست نقصان پہنچا۔

(اس تمام ترالمیہ کی مکمل روداد مولٰنا ضیاء القاسمی نے اپنی
تصنیف سوانح حیات مولانا حق نواز شہید میں باتصویر
شائع کی ہے)

اس المیہ کا پس منظر دیکھنے سے یہ حقیقت واضح طور پر عیاں ہو
جاتی ہے کہ اس میں ایران کا ہاتھ تھا۔ اس لئے کہ چند روز قبل ہی
ایران کی ایک اہم شخصیت آقائے جانی نے یہاں کا دورہ کیا تھا
اور اہلِ تشیع کو خصوصی ہدایات دی تھیں۔ اس کے علاوہ یہاں پر
ایران کے تربیت یافتہ کمانڈوز بھی موجود تھے۔

اس المیے کے خلاف احتجاج بھی ہوا۔ مظاہرے بھی ہوئے
جلوس بھی نکالے گئے۔ امیرِ عزیمت علّامہ حق نواز شہیدؒ نے

Scanned with CamScanner

مظلوم سنی عوام کا احساس بیدار کرنے کی سرتوڑ کوشش کی اور وہ سنی مزارعین جو اپنے شیعہ جاگیرداروں کا نشانۂ ستم بنتے ہوئے ہر قسم کی عزّت و شوکت سے محروم غلامی کی زندگی گزارنے کے عادی بن چکے تھے۔ اگرچہ شیعیت سے شدید متنفّر ہوئے لیکن اس حد تک بوجھ کے نیچے دبے ہوؤں کے لئے ابھرنا اتنا آسان نہ تھا۔

بے خوف خطیب کی ضرورت

سپاہِ صحابہؓ کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد جب امیرِ عزیمت جھنگ کے بدترین سماجی دشمن پر برقِ صاعقہ بن کر برس رہے تھے۔ گڑھ مہاراجا کے ایک حساس مسلم نوجوان شیخ محمد یونس نے خط لکھ کر مولانا حق نواز شہیدؒ کی توجہ گڑھ مہاراجا کے حالات کی طرف مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ہمیں کوئی بے خوف خطیب فراہم کیا جائے۔ جو اپنی خداداد صلاحیتوں سے گڑھ مہاراجا کے مسلمانوں کا احساسِ بے بسی ختم کرا کر انہیں اپنی تقدیر بدلنے کے لئے منظم کر سکے۔

اس کے بعد چوہدری مختار احمد ایڈووکیٹ نے بھی مولانا حق نواز شہیدؒ سے اسی سلسلے میں ملاقات کی۔ جس پر امیرِ عزیمت شہیدؒ نے فرمایا۔

"کہ آدمی میں ضرور فراہم کروں گا بشرطیکہ سنبھال سکو۔"

اور ساتھ ہی مولانا ایثار القاسمی کا نام لے کر انہیں خط لکھنے کو کہا۔ مولانا

Scanned with CamScanner

ایثار القاسمی کی طرف سے مثبت جواب ملنے کے بعد گڑھ مہاراجا سے دو احباب اوکاڑہ پہنچے اور مولنا سے مفصل گفتگو ہوئی۔

قاسمی صاحب گڑھ مہاراجا میں

غالباً ۱۹۸۷ء کے اوائل میں ایک روز مولانا ایثار القاسمی علی الصبح گڑھ مہاراجا تشریف لے گئے۔ چوہدری مختار احمد ایڈووکیٹ (موجودہ مرکزی قانونی مشیر و انچارج امورِ مقدمات و ممبر مرکزی شوریٰ سپاہِ صحابہؓ پاکستان) و دیگر احباب سے ملاقات ہوئی) چوہدری مختار صاحب نے مقامی حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ چاروں طرف شیعہ جاگیردار بستے ہیں، اہلِ سنّت بہت کمزور ہیں - جماعت بہت غریب ہے۔ سوائے خلوص کے آپ کو یہاں سے کچھ نہیں ملے گا (چوہدری صاحب کے الفاظ ہم آپ کی خوشامد ٹھیک ٹھاک کریں گے اُس کے علاوہ ہم سے کوئی اُمید نہ رکھیں۔) یہی ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ ہم آپکو ایک ہزار روپیہ ماہانہ دے سکیں گے۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا مجھے منظور ہے۔ آپ اتنا ضرور کریں کہ مجھے رہائش کے لئے کوئی مکان وغیرہ فراہم کردیں۔ میں جمعہ یہاں پڑھایا کروں گا اور باقی دنوں میں اپنے دینی اور جماعتوں پروگراموں پر بھی جایا کروں گا۔

چنانچہ بات پکی ہوگئی اور مولنا ایثار القاسمی مرکزی جامع مسجد اہلسنت والجماعت موجودہ نام جامع مسجد قاسمیؒ شہید میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

آپ کے اقدامات

آپ کی آمد کے وقت گڑھ مہاراجا ناجائز رسوم ورواج کے بندھنوں میں جکڑا ہوا بدنام ترین علاقہ تھا۔ مولانا نے آتے ہی بڑے خوب صورت اور سلجھے ہوئے انداز میں رسوم ورواج کے رد، معاشرہ کی اصلاح، اصحابؓ رسولؐ کی مدح، اور دشمنانِ اصحابِ پیغمبرؐ کے موضوعات پر اپنی خطابت کے رنگ جمانے شروع کئے اور عوام الناس کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنالیا۔

ابھی مولانا کی ابتداء ہی تھی کہ گڑھ مہاراجا کے ایک صاحب خیر حکیم غلام رسول صاحب، جو ان دنوں سعودی عرب میں رہائش پذیر تھے، پیش کش کی کہ ان کی سات کنال اراضی پر دینی مدرسہ قائم کیا جائے۔ لہٰذا زمین قبضہ میں لے لی گئی اور ایک تعمیراتی کمیٹی قائم کر دی گئی۔ جناب چوہدری مختار احمد ایڈووکیٹ اس کمیٹی کے چیئرمین اور مولانا نگران بنائے گئے اور مدرسہ جامعہ مدنیہ کی تعمیر شروع ہوئی۔

مقامی جاگیردار جو کہ قاسمی صاحب سے پہلے ہی سخت نالاں تھے، اب ان کا اثر رسوخ بڑھتا دیکھ کر جل بھن گئے اور اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آئے۔ مقامی شیعہ جاگیردار اکرم سیال نے مدرسہ کا میٹریل (اینٹیں، سیمنٹ اور دیگر اشیاء) ضبط کرلیا، یہ صورتِ حال تمام مسلمانوں کے لئے سخت پریشان کن تھی، اور کسی وقت بھی ہولناک ہنگامہ آرائی کا خطرہ تھا۔ قاسمی صاحب نے عجیب طریقہ سے اپنی ذہانت اور فہم وبصیرت کا استعمال کرتے ہوئے تمام احباب کو ششدر کر کے رکھ دیا، انہوں

نے کمال ذہانت سے کام لیتے ہوئے مذکورہ بدباطن جاگیردار کے ملازمین سے آنکھ لڑائی ، ملازمین نے سارے کا سارا میٹریل اُٹھا کر قاسمی صاحب تک پہنچا دیا ، اور ساتھ ہی اپنے سُنّی ہو جانے کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا ، چونکہ یہ محض پروپیگنڈہ تھا لہٰذا تمام احباب کا حیران ہونا یقینی امر تھا۔ شیعیت میں بڑی کھلبلی مچی بہرحال مدرسہ کی تعمیر شروع ہوگئی۔ لیکن بہت جلد ہی رقم کی عدم دستیابی کے باعث سارا منصوبہ ناکام ہوتا نظر آنے لگا۔ اب مولٰنا نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے ہر چیز ادھار لینی شروع کی۔ اینٹیں ، بجری، سیمنٹ سریا ، لکڑی ، غرض کہ ہر چیز اُدھار۔ اب ایسی باتوں پر تعمیراتی کمیٹی اور آپ کے مابین بارہا اختلاف بھی ہوا کہ رقم ہے نہیں اور آپ اُدھار لئے جارہے ہیں۔ ادائیگی کیوں کر ہوگی ؟ مولٰنا کا خُدا پر بھروسہ اتنا تھا کہ کہتے پہلے جو کام کرنا ہے کرلو۔ نتائج خدا پر چھوڑ دو دیکھی جائے گی۔ ہم دین کا مدرسہ بنا رہے ہیں۔ اپنا گھر یا جائیداد تو نہیں بنا رہے۔ اب کمیٹی کے اراکین کہتے حضرت ! آپ کمیٹی کے نگران ہیں، ایسے اقدامات آپ کیوں اٹھاتے ہیں کہ جو آپ کے اختیار میں بھی نہیں ، اس پر مولٰنا خاموش ہو جاتے۔ مولٰنا میں ایک یہ خوبی بھی بدرجۂ اتم موجود تھی کہ دلائل سے قائل کرتے اور دلائل سے قائل ہوتے تھے ! بہرحال کام رُکتا اور چلتا رہا بالآخر جامعہ مدنیہ تیار ہوگیا۔ اب مولٰنا مدرسہ کے مہتمم بنا دیئے گئے ، اور آپ کی تنخواہ میں پانچ سو روپے کا اضافہ کردیا گیا۔

مدرسہ کے افتتاح کے موقع پر قاسمی صاحب نے جلسہ کا

پروگرام رکھا۔ امیرِ عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ اور مولانا فضل الرحمٰن کو مدعو کیا، جلسہ توقع سے بڑھ کر کامیاب رہا۔ جلسہ کے دوران ہی فدا حسین نامی ایک شیعہ نے اسٹیج پر آکر مولانا ایثار القاسمی کی تقاریر اور دلائل و براہین سے متاثر ہوکر مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۹۸۷ء میں ہی آپ کو سپاہِ صحابہؓ کا مرکزی کنوینر مقرر کیا گیا تھا۔ اور آپ امیرِ عزیمت شہیدؒ کے حکم پر مختلف علاقوں کا دورہ کرنے میں مصروف تھے۔ گیارا جون کو مظفرگڑھ میں امیرِ عزیمت شہیدؒ کا خطاب ہونا تھا اور مولانا ایثار القاسمی بھی اس جلسہ پر مدعو کئے گئے تھے۔ امیرِ عزیمت شہیدؒ کے خطاب سے قبل آپ نے مختصر مگر بصیرت افروز خطاب کیا۔ بعد میں امیرِ عزیمت نے قصرِ شیعیت پر آگ اور شعلے برسائے اور ایرانی انقلاب کے دعوے داروں کو للکارا امیرِ عزیمت شہیدؒ کا یہ خطاب سپاہِ صحابہؓ کی تحریک میں ایک "تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔

○

امیرِ عزیمت کی گرفتاری

~~اگلے روز یعنی~~ ۱۱ جون ۱۹۸۷ کو بعد نمازِ عشاء دارالعلوم رحمانیہ جمن شاہ ضلع لیہ کے سالانہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے امیرِ عزیمت شہیدؒ نے جہاں اپنا مشن دوٹوک الفاظ میں واضح کیا۔ وہاں سنیت اور اصحابِ رسولؐ کے تقدس کے نام پر پلنے والے ان نام نہاد مذہبی رہنماؤں کی بھی گوشمالی کی کہ جو لاشعوری طور پر ایران کے سگانِ دم بریدہ کو تقویت پہنچانے کے لئے آپ کے خلاف پروپیگنڈہ میں مصروف تھے۔

امیرِ عزیمت شہیدؒ کا یہ خطاب، شعلہ اور شبنم کا حسین امتزاج کہا جا سکتا ہے۔ اس تقریر سے قبل بیشتر مقامات پر آپ کے خلاف داخلہ بندی، ضلع بندی، زبان بندی اور دیگر ناجائز پابندیوں کو توڑنے پر بیسیوں مقدمات قائم ہو چکے تھے اور پولیس آپ کو گرفتار کرنے کے لئے کئی حربے آزما چکی تھی۔ بے شمار مقامات پر پولیس کے کئی کئی ٹرک دیگر اضلاع سے بھی منگوائے جاتے۔ جلسہ گاہ کے علاوہ شہر کی سڑکوں اور چوکوں کا محاصرہ بھی کیا جاتا۔ ان تمام تر اقدامات کے باوجود بھی جب شکار ہاتھ نہ آتا تو شکاری بوکھلا جاتے۔

چونکہ گرفتاری یہاں بھی متوقع تھی لہٰذا خطاب کے بعد امیرِ عزیمت شہیدؒ کو ایک محفوظ مکان میں ٹھہرایا گیا۔ لیکن پولیس کو مخبری ہوگئی اور رات گئے آپ کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ آپ کے ہمراہ ہم سفر نعت خواں ناک شیر اور ڈرائیور مقبول احمد بھٹی دھر لئے گئے اور تین ماہ کے لئے ملتان جیل میں نظر بند کر دیئے گئے۔ مولانا شہیدؒ کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح دوسرے دن پورے ملک میں پھیل گئی اور احتجاج کی ہوائیں چلنے لگیں۔

Scanned with CamScanner

سپاہ صحابہؓ کا ردِ عمل

امیرِ عزیمتؒ شہید کی گرفتاری کے بعد سپاہ صحابہؓ کے قائم مقام سرپرستِ اعلیٰ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی نے حالات سے نمٹنے اور امیرِ عزیمت کی رہائی کے لئے لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے مرکزی دفتر میں ہنگامی اجلاس طلب کرلیا۔ یہ اجلاس مرکزی صدر شیخ حاکم علی کی زیرِ صدارت منعقد ہوا جس میں اتفاقِ رائے سے فیصلہ کیا گیا کہ مورخہ ۱۹ر جون بروز جمعۃ المبارک امیرِ عزیمت کی گرفتاری کے خلاف ایک بہت بڑا احتجاجی جلوس لیّہ کی طرف روانہ ہوگا جہاں احتجاجی مظاہرہ اور جلسہ کیا جائے گا۔ فیصلے کا اعلان کردیا گیا اور اس کے لئے بھرپور تیاری شروع کردی گئی۔ اگرچہ سپاہِ صحابہؓ کی تحریک اپنے ابتدائی مراحل میں تھی لیکن کارکنوں کا جوش اور جذبہ بے انتہا عروج پر تھا۔ امیرِ عزیمت کی گرفتاری اور ان پر پولیس تشدّد کی خبر نے کارکنوں کے جذبات کی چنگاریوں کو شعلۂ جوالہ بنا ڈالا تھا۔

۱۹ر جون کو پروگرام کے مطابق ایک بہت بڑا قافلہ تیار ہوکر مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا ایثار القاسمی کی قیادت میں روانہ ہوا اور واپسی پر ایک بہت بڑے سانحہ کا شکار ہوگیا۔

سانحۂ لیّہ

سانحۂ لیّہ سپاہِ صحابہؓ کی تاریخ کے ابتدائی ایام کا تاریخی المناک سانحہ ہے۔ جس کے وقوع پذیر ہونے سے صحابہؓ کرام کی عظمت و تقدیس

پرچم بلند کرنے کا عزم صمیم رکھنے والے ہتھکڑی، بیڑی اور قید و بند کی صعوبتوں کے مراحل سے گزر کر رزم گاہِ شہادت میں آن وارد ہوئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس نے ملک بھر کے حساس مسلمانوں میں اضطراب کی نئی لہر دوڑا دی۔

بہتر رہے گا کہ سانحۂ لیہ کی تفصیلی رپورٹ جو اُس وقت کی سپاہِ صحابہؓ کے قائم مقام سرپرست اعلیٰ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی نے اپنے مجلّہ اصحابِؓ رسولؐ میں تفصیل کے ساتھ تحریر کی تھی۔ ریکارڈ درست رکھنے کے لئے یہاں بھی من و عن نقل کر دی جائے۔ اس سے جہاں حقائق معلوم ہوں گے وہاں مولٰنا ایثار القاسمی کا تاریخی کردار بھی کھل کر سامنے آ جائے گا۔

(وللارض من کاس الکرام نصیب)

لیہ اور جھنگ میں انجمن سپاہِ صحابہؓ پاکستان کے کارکنوں پر پولیس تشدد کی کہانی

مولانا حق نواز جھنگوی کی بلا جواز نظر بندی اور ان سے ملاقات پر پابندی کے باعث فوری طور پر انجمن کے مرکزی دفتر جامع مسجد پیپلیانوالی جھنگ صدر میں ایک ہنگامی اجلاس بلایا گیا۔ جس میں فیصلہ ہوا کہ لیہ کے ڈی سی کی بلا جواز اشتعال انگیزی اور مولانا حق نواز کے ہمراہ لیہ انجمن کے ۱۵ علماء اور کارکنوں کی نظر بندی کے خلاف پُرامن احتجاج کیا جائے۔ اس احتجاج کے لئے اشتہارات کے ذریعے پنجاب بھر کے انجمن کے تمام کارکنوں کو لیہ جانے کا حکم دیا گیا۔

پروگرام کے مطابق ۱۹۔ جُون کو جھنگ۔ فیصل آباد۔ لاہور کے کارکن صبح ساڑھے سات بجے مرکزی دفتر جھنگ میں جمع ہوئے۔ ایک طویل جلوس جس میں ۲۰ بسیں ۵۶ ویگنیں اور چھ کاریں شامل تھیں۔ صبح سات بجے جھنگ سے روانہ ہوا۔ جھنگ سے ۴۸ میل دور گڑھ موڑ تک قافلے میں اضافہ ہوتا رہا۔ انجمن کے تمام کارکن مولانا حق نواز جھنگوی کی رہائی اور ڈی۔ سی لیہ کی اشتعال انگیزی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ میں نے انجمن سپاہِ صحابہؓ کے قائم مقام سرپرست ہونے کی حیثیت سے گڑھ موڑ لیہ روڈ پر جلوس کے شرکاء میں تمام شاخوں کے امراء اور نگرانوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ ان سے پُرامن احتجاج اور لیہ میں جلسہ کے علاوہ کسی قسم کی اشتعال انگیزی سے اجتناب کا عہد لیا۔ اس وقت جلوس اتنا طویل تھا کہ اس کا سرا نظر نہ آتا تھا۔

Scanned with CamScanner

ہم نے باہمی مشاورت سے تمام حلقوں کے علیحدہ علیحدہ نگران مقرر کئے۔ خلفاء راشدین۔ صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام کی محبّت سے لبریز یہ قافلہ لیّہ کی جانب روانہ ہوا۔ قافلہ میں میرے علاوہ جن علماء اور قائدین نے انجمن کے اس جلوس کی قیادت کی ان میں حضرت مولانا قاری محمّد حیات تونسوی۔ حضرت مولانا غلام حسین صاحب۔ حضرت مولانا رشید احمد مدنی۔ انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے مرکزی کنوینر قاری محمّد ایثار القاسمی شاعرِ اسلام طاہر جھنگوی اور خالد جھنگوی کے علاوہ انجمن کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی اور جنرل سیکرٹری محمّد یوسف مجاہد شامل تھے۔ گڑھ مہاراجہ سے رانا مراد وغیرہ سینئر نائب صدر جھنگ شریک ہوئے۔

لیّہ کی حدود میں داخلہ

گڑھ موڑ سے چند میل کے فاصلے پر جب ہمارا قافلہ لیّہ کی حدود کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ بیریل لگا کر آگے کا راستہ بند کر دیا گیا۔ ایک سو سے زائد پولیس کی جمعیّت ایک ڈی۔ ایس۔ پی اور اسسٹنٹ کمشنر حوبارہ کی معیّت میں موجود تھی۔

میرے سمیت انجمن کے چار ذمّہ دار حضرات سے انتظامیہ کے مذاکرات ہوئے۔ ہم نے انتظامیہ کو بار بار یقین دہانی کرائی کہ ہمارا مقصد نہ تخریب کاری نہ علاقے کے امن کو تباہ کرنا ہے۔ ہم اپنے قائد کی نظر بندی کے خلاف پُر امن احتجاج کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارا راستہ نہ روکیں۔ انتظامیہ کے افراد نے کہا۔ ہم اوپر کی ہدایت کے منتظر ہیں۔ آپ کچھ دیر انتظار فرمائیں۔ کچھ دیر بعد یعنی تقریباً گیارہ (بارہ) بجے ہمارے کارکنوں نے آگے بڑھ کر بیریل کھول دیا۔ اس

Scanned with CamScanner

طرح پولیس کی مداخلت اور مخالفت کے باوجود تمام قافلہ لیہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس موقعہ پر پولیس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔

چوک نواں کوٹ روڈ پہ ہمارے قافلے کو پھر روکنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ہم کسی کے روکنے سے نہ رکے اور چوک اعظم جب ہم گزر رہے تھے تو پولیس کی کئی گاڑیاں اور لیہ کی انتظامیہ کے تمام اہل کار بڑی تیزی کے ساتھ ہمارے قریب سے گزر گئے۔ ہمیں چوک اعظم ہی میں یہ بھی معلوم ہوا کہ کردڑ لعل عیسن۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔ رحیم یار خاں ملتان اور مظفر گڑھ کی طرف آنے والے تمام قافلے روک کر پولیس نے علماء اور کارکنوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ شور کوٹ کی ایک بس کے ٹائروں میں فائرنگ کر کے اسے ناکارہ بنا دیا گیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ تمام قافلوں کے علماء اور اہم کارکنوں کو گرفتار کر کے دور دراز مقامات پہ پہنچا دیا گیا۔

پولیس کے بلا جواز اور ڈپٹی کمشنر کی نا اہلی۔ کم عقلی۔ ناعاقبت اندیشی کے باعث ایک پرامن احتجاج کو خوف و ہراس اور پورے علاقہ کو سراسیمگی میں مبتلا کر دیا گیا تھا۔

تین بجے ہمارا جلوس اور قافلہ لیہ شہر میں داخل ہوا۔ ہم نے موتی مسجد کے سامنے احتجاجی جلسہ کا آغاز کیا۔ جلسے کے دوران ہمیں معلوم ہوا کہ کبیر والا سے نوجوانوں کے ایک قافلے کو پولیس نے کئی میل دور بسوں سے اتار دیا ہے۔ بے پناہ تشدد کے باعث کئی نوجوان زخمی ہو گئے ہیں۔ ہماری دو گاڑیاں نوجوانوں کو لانے کے لئے بھیج دی گئیں۔

جلسے کے دوران ڈپٹی کمشنر کی طرف سے ایک لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا گیا کہ انتظامیہ مذاکرات اور باہمی گفت و شنید کے ذریعے

آپ کے مطالبات پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انجمن کے مرکزی جنرل سیکرٹری یوسف مجاہد کو ہم نے مذاکرات کی تفصیل طے کرنے کے لئے بھیجا۔ مولانا ایثار قاسمی بھی ان کے ساتھ تھے۔ بالآخر جلسہ کے بعد کا وقت مقرر ہوا۔ ٹھیک پانچ بجے مذاکرات کا آغاز ہوا۔ یہ مذاکرات مین بازار لیّہ میں موتی مسجد کے سامنے ایک بیکری کی دوکان میں ہوئے۔ مذاکرات میں ڈپٹی کمشنر سرفراز الحق بیگ۔ محمّد شفیع ایس، پی۔ اے، ڈی، سی، جی اور میاں جمشید ڈی، ایس، پی ہیڈ کوارٹر شریک ہوئے۔ جبکہ ہماری طرف سے میرے علاوہ حضرت مولانا غلام حسین۔ حضرت مولانا قاری محمّد حیات تونسوی۔ قاری محمّد ایثار القاسمی، محمّد یوسف مجاہد۔ اور قاری عبدالرحمان بھی شریک تھے۔

مذاکرات کے آغاز ہی سے ڈی، سی صاحب نے بتایا ہمارے اے، سی چوبارہ کو تم نے اغوا کیا ہے۔ پہلے اس مسئلہ پر بات ہو۔ ہم نے واضح کیا کہ اے، سی کے اغوا کے بارے میں ہمیں کسی قسم کی معلومات نہ ہیں۔ ہم نے کہا اگر واقعی ہمارے کسی کارکن نے یہ شرارت کی ہے اس کی واگذاری میں آپ سے تعاون کریں گے۔ اس اغوا کے بارے میں ہمارے کسی ذمّہ دار ساتھی کو کوئی معلومات نہیں۔

مذاکرات میں طے ہوا کہ دوسرے روز یعنی ۲۰ جون صبح دس بجے تک مولانا حق نواز جھنگوی کو رہا کر دیا جائے گا۔ ڈی، سی صاحب نے مولانا کی نظر بندی کا حکم اسی وقت واپس لے لیا تھا۔ لیکن جمعہ کی وجہ سے تمام انتظامی امور طے نہ پا سکتے تھے اور پھر مولانا حق نواز بھی ملتان سنٹرل جیل میں پابند سلاسل تھے۔ اتنی جلدی ان کا باہر آنا قانونی پیچیدگیوں کے باعث ممکن نہ تھا۔ دوسرے روز کا وقت مقرر کرنے کے بعد ڈی سی صاحب

نے کہا۔ اے،سی چوبارہ کی واپسی کے لئے ایک ڈی۔ایس۔پی میاں جمشید صاحب آپ کے ساتھ جائیں گے۔ آپ اپنی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس فوری بلاکر اے۔سی کی واپسی کے سلسلے میں فیصلہ کریں ہم نے بار بار انتظامیہ پر واضح کیا کہ اے،سی کے اغواء کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں ہمارے کسی کارکن نے اگر یہ کام کیا ہو تو ہم ضرور آپ سے تعاون کریں گے۔
اس طرح مذاکرات کی کامیابی کے بعد ہم نے کارکنوں کو پُرامن واپسی کی تلقین کی کارکنوں نے ہماری بات ماننے سے انکار کیا اور انہوں نے کہا ہم مولانا حق نواز کو لے کر ہی جائیں گے۔ ہم نے موتی مسجد میں پھر اجلاس کیا۔ کارکنوں کو مطمئن کیا۔ ان کے سامنے تمام باتیں رکھیں۔ انتہائی تاکید اور اصرار کے ساتھ کارکنوں کو راضی کیا گیا۔ مولانا غلام حسین کی دُعا کے بعد تمام کارکن اپنے اپنے علاقے کی طرف روانہ ہوگئے۔ چونکہ میں اور قاری ایثار القاسمی انجمن کے باہمی مشورہ سے ڈی،ایس،پی کے ہمراہ جھنگ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ مجلسِ شوریٰ کا اجلاس طلب کریں۔ اس طرح حضرت مولانا غلام حسین۔ مولانا محمد حیات تونسوی۔ مولانا رشید احمد مدنی اور یوسف مجاہد کی قیادت میں تمام قافلہ جھنگ کی طرف روانہ ہوا۔
چونکہ بہت سارے لوگ جا چکے تھے۔ اب ان کی تعداد بمشکل تین صد رہ چکی تھی۔ قائدین اور انجمن کے کارکنوں پر چوک اعظم اور چوبارہ کے درمیان پولیس کی اندھا دُھند فائرنگ سے چشم زدن میں تین ہمارے کارکن شہید ہوئے۔ ڈپٹی کمشنر نے مذاکرات کے بعد دھوکہ دہی سے ہمارے کارکنوں کو صحرا میں تنہا گولیوں کا نشانہ بنایا۔
اس موقعہ پر عینی گواہ یوسف مجاہد مرکزی سیکرٹری جنرل انجمن سپاہِ صحابہؓ پاکستان کی زبانی پولیس کی بربریت اور غنڈہ گردی کا حال سماعت فرمائیں۔

ڈپٹی کمشنر اور ایس، پی نے کامیاب مذاکرات کے بعد دھوکا دہی سے ہمارے ۳۱ کارکنوں کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا

مذاکرات کامیاب رہے تو قائدین نے جلوس کو پُرامن طور پر واپسی کا حکم دیا۔ دوران مذاکرات ڈی، سی لیہ نے بتایا کہ تمہارے لوگ ہمارا اے۔سی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ چونکہ مذاکراتی ٹیم کو علم ہی نہ تھا کہ اے سی کو کب کہاں سے اور کس نے اٹھایا۔ لہٰذا مذاکراتی ٹیم نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر مولانا فاروقی۔ مولانا ایثار القاسمی اور میاں جمشید ڈی ایس پی بمعہ پولیس جھنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے چند میل پیچھے پیچھے جلوس آرہا تھا۔ جونہی پولیس اور قائدین جلوس کی گاڑی نے چوبارہ عبور کیا تو ہدایات کے مطابق پولیس نے تھانہ چوبارہ کے قریب سڑک پر ڈرم پھینک کر سڑک بلاک کر دی اور مسلح پولیس والوں نے پوزیشنیں سنبھال لیں۔

جب جلوس کا ایک حصہ جو کہ تقریباً اڑھائی تین سو کے لگ بھگ تھا اس مقام پر پہنچا تو روڈ بلاک دیکھ کر تشویش ہوئی کہ ایسا کیوں ہے! اسی دوران پیچھے سے پولیس کے ٹرک ڈی۔سی لیہ اے۔ ڈی سی۔ جی لیہ اور دیگر افسران کی گاڑیاں عقب سے آ گئیں۔ آناً فاناً پورے جلوس کو گھیرے میں لے کر بغیر کسی وارننگ کے فائرنگ شروع کر دی فائرنگ اندھا دھند کی گئی۔ جب ڈی۔ سی اور ایس، پی نے فائرنگ کی بندش کا حکم دیا تو پھر آنسو گیس اور لاٹھی چارج شروع ہوا جو کافی دیر تک جاری رہا۔

Scanned with CamScanner

جہاں چند شہادتیں ہوئیں وہاں درجنوں لوگ زخمی ہوئے اور بقیہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

ظلم کی انتہا یہ کہ جس جگہ گھیر کر خدام اصحاب رسول کو گولیوں سے چھلنی اور لاٹھیوں سے زخمی کیا گیا ہے ایک ریگستان ہے۔

لاٹھی چارج کے بعد کے واقعات اس سے بھی گھناؤنے اور اذیت ناک تھے کہ زخمی سڑک اور ریت پر خون میں لت پت تڑپتے اور پھڑکتے رہے۔ بہت سے بچوں اور بوڑھوں کو ٹھوکریں ماری گئیں نوجوانوں کے بازو باندھ کر پیٹا گیا۔ گالیاں دی گئیں۔ کپڑے پھاڑ دیئے گئے۔ پولیس اہل کاران نے اصحاب رسول کا نام لے کر تبرّا کیا اور کہا کہ اب لاؤ تمہارے صحابہ کہاں ہیں۔ بلاؤ اپنے صحابہ کو ان کا بھی یہی حال۔۔۔

علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں۔ زمین پر لٹا کر پیٹا گیا۔ ناقابل تحریر مغلظات دی گئیں۔ جب زخمی نیچے اُمّی اُمّی کرتے تو کہا جاتا او بے غیرت ماں سے پیٹرو) تمام کارکنوں کی جیبوں سے رقوم نکال لی گئیں اور گھڑیاں اتار لی گئیں۔

ایک ایک کو اٹھا کر تلاشی کے بہانے جسم کے نازک حصوں کو اذیت دی گئی اور پھر زدوکوب کر کے ریت اور سڑک پر لٹا دیے گئے۔ یہاں سے لوگوں کو گرفتار کر کے مختلف تھانوں میں لے جایا گیا اور زخمیوں کو غائب کر دیا گیا۔ چند لوگوں کو جو بہت ضعیف تھے چھوڑ دیا گیا۔ جو بے چارے ساری رات بھوکے پیاسے سڑک پر ہی رہے۔ کیونکہ ٹریفک مکمل طور پر بند تھی۔

مختلف تھانوں میں پھر وہی ظلم و تشدد جاری رکھا گیا۔ بھوکے پیاسے جب شدت پیاس سے پانی طلب کرتے تو پیشاب پینے پر مجبور

Scanned with CamScanner

کیا جاتا اور کہا جاتا تمہیں یہی تحفہ ملے گا۔ ایک ٹب میں لوگوں سے پیشاب کردایا جاتا اور جب زخموں سے چور شدتِ پیاس کے مارے دیارِ غیر میں پانی طلب کرتے تو کہا جاتا تازہ پینا ہے تو کسی بھی شخص کی ٹونٹی کو منہ لگا لو اور باسی پینا ہے تو ٹب میں پڑا ہے۔

ننگے پاؤں دھوپ میں کھڑا کیا جاتا۔ دھوپ میں کپڑے اتار کر لٹایا جاتا۔ رسّوں سے باندھ کر اذیّت دی جاتی۔ سگریٹ جسم کو لگائے جاتے جب کوئی بے ہوش ہو جاتا تو دوسروں سے کہا جاتا اسے گھسیٹ کر آگے لاؤ۔

شہادت ضیاء الرحمٰن ساجد

ضلع فیصل آباد کے ایک جرأت مند اور بہادر فرزند کو ہاتھ اٹھا کر اصحابِ رسول پر تبرّا کرنے کو کہا گیا مگر اس نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مسلسل اصرار کے جواب میں مسلسل انکار کا عمل جاری رہا۔ حتیٰ کہ اس عاشق اصحابِ رسول کو اس کے انکار کی سزا گولی مار کر دی گئی اور وہ "حُبِّ صحابہ رحمت اللہ بغض صحابہ لعنت اللہ" پڑھتے ہوئے خون میں نہا گیا۔ جامِ شہادت نوش کر کے سُنّی مطالبات میں اپنا خون تک صرف کر دیا۔

انتہائی جدوجہد اور کوشش کے بعد ضیاء الرحمٰن ساجد کی لاش کی تلاش شروع ہوئی۔ خطیبِ پاکستان مولانا ضیاء القاسمی کی انتھک محنت کے بعد ۲۶ جون شام پانچ بجے لیہ کے قبرستان سے ساجد شہید کی لاش نکال کر فیصل آباد سمن آباد میں جنازہ کے بعد دفن کر دی گئی۔

قبر سے لاش نکالنے والے اصحاب عینی گواہ ہیں کہ ضیاء الرحمٰن ساجد کے قد سے قبر تنگ ہونے کی وجہ سے اس کی ٹانگوں کو مروڑ

کردہ پُرانی چادروں میں بغیر غسل اور بغیر جنازہ کے دفن کیا گیا تھا۔

لیّہ میں دو اور قبریں

کبیر والہ کے محمد بخش اور عبد الحکیم کے عبد الغفور کی لاشیں تاحال اسی طرح بغیر غسل بغیر جنازہ کے لیّہ کے قبرستان میں دفن ہیں۔ جن کا حصول انجمن سپاہِ صحابہؓ کی اوّلین کوشش ہے۔ آخر الذکر دونوں شہداء کی عمریں ۵۰ سال سے زائد بتائی جاتی ہیں۔

گڑھ مہاراجا میں داخلہ بندی

سانحۂ لیّہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد جھنگ کے ڈپٹی کمشنر نے کھتے والے مولوی (مولانا ایثار القاسمی) کو خطرناک شخصیت قرار دیتے ہوئے تین ماہ کے لئے گڑھ مہاراجا میں داخلہ بندی کا پروانہ جاری کر دیا۔ لیکن مولانا موصوف ایسے احکامات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور اپنے قائد امیرِ عزیمت علاّمہ حق نواز شہیدؒ کی طرح اپنے آپ کو ایک نظریاتی اور آزاد مملکت کا آزاد شہری قرار دیتے ہوئے ہر ایسے حکم کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دینا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے تھے کہ جس سے دینی سرگرمیوں میں رکاوٹ درپیش ہوتی ہو۔ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ ملک میں چور، ڈاکو اور لٹیرے دندناتے پھرتے ہوں، نوکرشاہی اُن سے بھتّے وصول کرے، زناکار، بدکار، مکار، عیاش، فحاش اور بدمعاش لوگوں کی بہتات سے معاشرہ متعفن

Scanned with CamScanner

ہو رہا ہو۔ اخلاقی اقدار کو پامال کیا جارہا ہو، لیکن اربابِ اقتدار کے کانوں پر جوں تک نہ رینگے۔ اصحابِ رسولؐ اور دیگر مشاہیرِ امت کے خلاف قلم کی زبان دراز کرنے والوں کو کھلی آزادی ہو، اربابِ حکومت انہیں امن پسندی کا سرٹیفکیٹ جاری کرتے پھریں۔ اور ایک عالمِ دین کو خطرناک اور دہشت گرد قرار دے کر زبان بندی، ضلع بندی، داخلہ بندی اور پابندی کا پابند کرنے کی کوشش کی جائے۔ کتنا ستم ہے!

صاف ظاہر ہے کہ مولانا ایثارالقاسمی جیسا غیور، نوجوان اور باضمیر عالمِ دین ایسی پابندیوں کو قبول نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا قاسمی صاحب نے داخلہ بندی توڑنے کا فیصلہ کرلیا اور اپنے اس فیصلے سے سپاہِ صحابہؓ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی کو آگاہ کیا۔ شیخ صاحب نے یہ سوچ کر کہ امیرِ عزیمت پہلے ہی پسِ دیوارِ زنداں ہیں۔ جماعت مصائب و آلام سے دوچار ہے۔ ان حالات میں اگر قاسمی صاحب کو گرفتار کرلیا گیا تو پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ قاسمی صاحب سے کہا کہ آپ ذرا صبر کریں میں ڈپٹی کمشنر سے بات کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر شیخ صاحب نے ڈپٹی کمشنر کو فون کیا اور اُسے سمجھایا کہ داخلہ بندی کے آرڈر تو فضول اور بے معنی ہیں اور اگر یہ آرڈر برقرار رہے تو مزید نقصِ امن کا خطرہ ہے۔ ہمارے حال پر رحم نہیں کرنا چاہتے تو تو اپنے حال پر ہی رحم کیجئے اور قاسمی صاحب کی داخلہ بندی کے احکامات واپس لیجئے۔

اس پر ڈی سی نے بروقت عقل کا استعمال کرتے ہوئے

احکامات واپس لے لئے اور یوں مولانا ایثار القاسمی گڑھ مہاراجا پہنچے۔

امیرِ عزیمتؒ کی رہائی کی تحریک

امیرِ عزیمتؒ کی گرفتاری کے ساتھ ساتھ ایک ستم اور یہ بھی کیا گیا تھا کہ ملاقات پر پابندی عائد کردی گئی تھی۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے علاوہ معروف شخصیات میں مولانا ضیاء القاسمی بھی امیرِ عزیمت کی گرفتاری کے خلاف سرگرم عمل تھے اور اپنے طور پر بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ۱۱ر جولائی ۱۹۸۷ء کو دفترِ ختمِ نبوت ملتان میں ملک بھر کی معروف ۱۵ دینی جماعتوں کا اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ و امیرِ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت فرما رہے تھے۔

آپ نے اپنے صدارتی خطبہ میں پُردرد انداز میں علماءِ کرام کو دعوت دی کہ آپس میں اتحاد و اتفاق قائم کرتے ہوئے مولانا حق نواز صاحب اسیرِ ناموسِ صحابہؓ اور دیگر بے گناہ احباب کی رہائی کے لئے کوئی مضبوط لائحہ عمل وضع کریں۔

چنانچہ سُنّی ڈیفنس کمیٹی کی تشکیل ہوئی اور مولانا ضیاء القاسمی اس کمیٹی کے کنوینر منتخب کئے گئے۔ اس کمیٹی کی تشکیل کے وقت مولانا ایثار القاسمی صاحب بھی موجود تھے۔ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ۳۱ر جولائی کو لیہ میں احتجاجی مظاہرہ کیا جائے گا۔ چنانچہ سپاہِ صحابہؓ کی طرف سے ۳۱ جولائی کے مظاہرے کا اشتہار شائع کرکے

ملک بھر میں پھیلا دیا گیا۔

علاوہ ازیں اسی روز ہی سُنّی ڈیفنس کمیٹی نے پریس کانفرنس کے ذریعہ صحافی حضرات کو لیہ میں پیش آنے والے تمام تر واقعات، سُنّی ڈیفنس کمیٹی کی تشکیل اور آئندہ کے لائحہ عمل سمیت اپنے مطالبات سے آگاہ کیا۔

اس پریس کانفرنس میں مولانا ضیاء القاسمی، حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ، قاری محمد حنیف جالندھری، علاّمہ عبدالحق مجاہد، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، علاّمہ ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا ایثار القاسمی نے شرکت کی۔

[پریس کانفرنس کی مکمل تفصیلات، سوانح حیات مولانا حق نواز شہیدؒ مصنفہ مولانا ضیاء القاسمی ص۱۲۱ پر دیکھی جا سکتی ہیں]

جب تحریک بھڑک اٹھی اور ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے شروع ہوئے اور حکومت کو نوشتۂ دیوار نظر آنے لگا تو حکومت نے مذاکرات کی پیش کش کردی۔ بالآخر مذاکرات کے نتیجے میں امیرِ عزیمتؒ شہید کی رہائی کے احکامات جاری ہوئے۔

جھنگوی شہیدؒ رہا، قاسمی شہیدؒ گرفتار

۲۷ اگست ۱۹۸۷ء بروز جمعرات امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ملتان جیل سے رہا ہو کر جھنگ روانہ ہوئے۔ اللہ کی قدرت کہ جس روز جھنگوی شہیدؒ رہا ہو کر جیل کے پھاٹک کو عبور کر رہے تھے اُسی روز لیہ حوالات کا دروازہ ان کے جرنیل کے لئے کھول

دیا گیا۔ ہوائیوں کہ ڈیرہ غازی خان کے جلسے میں شرکت کے لئے مولانا ایثار القاسمی روانہ ہوئے اور لیہ پولیس کے ہاتھوں دھر لئے گئے۔

۲۸ اگست ۱۹۸۷ بروز جمعۃ المبارک، دن کے دس بجے کے قریب امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ جامع مسجد پیلیانوالی جھنگ (موجودہ نام جامع مسجد حق نواز شہیدؒ) کے صحن میں اپنے عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ قاسمی صاحب کی گرفتاری کی خبر پہنچی، اس سے قبل کہ قاسمی صاحب کی رہائی کے بارے میں کوئی لائحہ عمل تیار کیا جاتا، ایک بلائے ناگہانی پھر سر پہ آن کھڑی ہوئی۔

جھنگ پرانی عیدگاہ کا سانحہ اور امیر عزیمتؒ کی دوبارہ گرفتاری

مولانا حق نواز شہیدؒ کی رہائی پر جھنگ میں اچانک بہار آگئی تھی۔ خانۂ خدا سے اللہ اکبر کی صدائیں گونجیں تو لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جامع مسجد کی طرف بڑھنے لگے، جہاں ان کے محبوب رہنما اور عظیم قائد نے جمعہ کا خطبہ دینا تھا۔ دور دور سے اصحابؓ رسولؐ کے دیوانے اپنے دلوں کو جلا بخشنے کے لئے قافلوں کی صورت میں چلے آ رہے تھے، مولانا نے خطبۂ مسنونہ کا آغاز کیا تو عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سامنے موجزن تھا، جامع مسجد سے شرقی جانب احرار پارک تک، سامنے والی سڑک پرانی عیدگاہ تک، بائیں جانب والی گلی آخری کونے تک، قرب وجوار کے مکانات کی چھتوں پر ہجوم۔ عوام ہی عوام، ہجوم ہی ہجوم۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ نے اللہ کی حمد اور پیغمبر اسلام کی

مدح و توصیف بیان کرتے ہوئے اصحاب پیغمبرؐ کی عظمت، ناموس پر تن من دھن نچھاور کرنے کے عزم کا اعادہ کیا۔ نوجوانوں کے جذباتی نعروں کی گھن گرج سے دشمنانِ دین کے کلیجے پھٹے جا رہے تھے لوگوں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیر رہے تھے

دھوکہ باز دشمن مظلوم مسلمانوں کی یہ خوشی برداشت نہ کر سکا اور منصوبہ بندی کے تحت گھناؤنی سازش کے ذریعے ساری خوشیاں خاک میں ملا دی گئیں۔ نمازِ جمعہ کے بعد جونہی عوام باہر نکلے، ہٹو بچو کا شور برپا ہو گیا۔ فائرنگ کی تڑتڑ سنائی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ۲ جوان زمین پر آ رہے۔ اور خون میں لت پت تڑپنے لگے، کچھ پتا نہ چل رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ دونوں افراد بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جو کہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ جس وقت یہ وقوعہ ظہور پذیر ہوا مولانا حق نواز شہیدؒ اس وقت عقیدتمندوں کے ہجوم میں گھرے مسجد میں ہی بیٹھے ہوئے تھے اور انہیں اس وقوعے کا علم بھی اس وقت ہوا جب ۲ افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، جھنگ کی نوکر شاہی نے اس وقت خود تسلیم کیا کہ آپ بےگناہ اور قطعاً بے گناہ ہیں۔ لیکن کسی گہری سازش اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت تھوڑی دیر بعد ہی آپ کو، شیخ حاکم علی، چوہدری طارق افضال اور دیگر نو عدد افراد سمیت ۳۰۲ کے مقدمہ میں ملوث کر دیا گیا۔ رات کی تاریکی میں جب آپ، اپنے مکان پر آرام فرما تھے پولیس نے مکان کا گھیراؤ کر لیا۔ آپ کو اور آپ کے ہم سفر نعت خواں فلک شیر کو گرفتار کر لیا گیا۔ ظالم پولیس نے آپ، پر بے پناہ تشدد کیا، داڑھی سے پکڑ کر

کھینچا - گریبان سے پکڑ کر گلی میں گھسیٹا۔ ٹھڈے اور مکّے مارے آپ کے منتشر رہا چہرے پر تھپیڑوں کی بارش برسائی، لاٹھی سے مارا اور شقاوت کی انتہاء کردی، دھکا دیا اور گاڑی میں گرایا، آپ اس وقت صرف تہمد اور بنیان میں ملبوس تھے جن کی دھجیاں اڑ چکی تھیں۔ گاڑی میں ڈال کر فتح کا ہارن بجاتے ہوئے پولیس اصحابؓ رسولؐ کے اس عاشق صادق کو لے چلی۔ اب کے آپ کا مسکن میانوالی جیل تھا۔

چوہدری طارق افضال (سابق سالارِ اعلیٰ سپاہِ صحابہؓ پاکستان) نے دوسرے روز از خود گرفتاری پیش کی اور مسلسل ۴۳ دن جھنگ پولیس کی بربریت کا شکار ہوتے رہے۔ بعدازاں لیہ پولیس انہیں A.C اغوا کیس میں ۱۴ روزہ ریمانڈ پر تحصیل چوبارہ (ضلع لیہ) لے گئی۔ اور ریمانڈ کے ان تکلیف دہ مراحل سے گزارنے کے بعد ان کو لیہ جوڈیشنل حوالات میں لے جایا گیا جہاں ان کی ملاقات مولنا ایثار القاسمی سے ہوئی۔ اس ملاقات اور قید و بند کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے طارق افضال چوہدری رقم طراز ہیں۔

قاسمی صاحب لیہ جوڈیشنل حوالات میں :

جب میں حوالات میں داخل ہوا تو سامنے سب سے پہلا شخص جس نے مجھے گلے لگایا اور جو میری حالت دیکھ کر رو پڑا وہ عظیم شخص میرا قائد میرا دوست میرا دیر ایثار القاسمی تھا۔ جھنگ جیل کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے جیل میں داخل ہوتے ہی ڈیوڑھی میں مجھے بیڑی لگوا دی تھی - یہ بیڑی بھی قصوری بیڑی تھی۔ اتنہ

Scanned with CamScanner

حوالات میں قاسمی صاحب بیڑی کے ساتھ میری حالت دیکھ کر بہت ہی پریشان ہوئے اور بولے "طارق! تم میرے بھائی ہو یہ بُرے دن انشاء اللہ جلدی گزر جائیں گے۔ حوصلہ نہ ہارنا" میں نے جواب میں کہا "قاسمی صاحب جس شخص کا تم جیسا بھائی ہو وہ پریشان ہوکر حوصلہ ہار سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔ آپ انشاء اللہ ہر امتحان میں مجھے کامیاب پائیں گے۔"

مظفر گڑھ جیل میں

لیہ حوالات کی پہلی چند راتیں اور دن اپنا اپنا قصۂ غم سناتے گزری چند دن لیہ میں رہنے کے بعد ایک دن اطلاع ملی کہ آج مظفر گڑھ جیل منتقل کیا جائے گا۔ پولیس کے ٹرک میں بیٹھ کر ہم مظفر گڑھ جیل پہنچے۔ ہمیں چکی ۵ میں بند کیا گیا۔ یہ وہی چکی تھی جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری بند رہے تھے۔

قاسمی صاحب کے ساتھ گزرے ہوئے وہ دن جو ہم نے ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ کی چکی ۵ میں گزارے ناقابلِ فراموش ہیں۔ کئی ماہ تک میں اور اثیار القاسمی شہیدؒ مظفر گڑھ کی کچی جیل میں اکٹھے رہے۔ ہمارے ساتھ تحصیل چوبارہ کے چار سگے بھائی چوہدری افتخار ناگرہ برادران کا والد بھی ایک ہی سیل میں بند تھے۔ ہم ساتھ ہانڈی وال تھے۔ جیل کی دنیا میں ایک ہی جگہ کھانے پکانے والے ہانڈی وال کہلاتے ہیں اور ہانڈی وال مضبوط تعلق سمجھا جاتا ہے۔
مظفر گڑھ جیل، قصوری جیل ہے۔ اس میں کچا راشن اندر لے

جانے کی ممانعت ہے۔ اس لئے ہم ابلے ہوئے انڈے اور بیسن کی بنائی ہوئی پکوڑیاں (روٹیاں) استعمال کیا کرتے تھے۔ قاسمی صاحب اکثر پکوڑیاں پکواتے اور میں انڈے پکانے کی ضد کرتا۔ اس بات پر میں اکثر روٹھ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد ہی قاسمی صاحب مجھے منا لیا کرتے۔ صلح کی شرط اکثر یہی ہوتی کہ انڈے پکوا کر دیں تب صلح ہوگی۔

سخت سردی کا موسم تھا۔ مجھے بیڑی لگی ہوئی تھی۔ رات کو بیڑی کے کڑے برف کی مانند ٹھنڈے ہو جایا کرتے۔ میرے شہید دیر کو علم تھا کہ بیڑی سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی لئے ایثار شہید نے سپرنٹنڈنٹ جیل کو کہا طارق افضال کی بیڑی اتار دیں۔ یہ کوئی غیر قانونی حرکت جھگڑا وغیرہ نہیں کرے گا۔ مگر سپرنٹنڈنٹ جیل انگریز کے بنائے ہوئے قانون کے ہاتھوں مجبوری ظاہر کر کے ٹال گیا۔ قاسمی صاحب نے ایک دو مرتبہ کہا مگر سپرنٹنڈنٹ نہ مانا آخر راجپوت خاندان کا یہ سپوت اپنے خاندانی روایتی جوش میں آ گیا۔ اور سپرنٹنڈنٹ کو کہا کہ مجھے صرف مولوی نہ سمجھنا میں راجپوت ہوں۔ تم اس ڈر سے طارق افضال کی بیڑی نہیں اتار رہے ہو کہ وہ جھگڑا کرے گا۔ اب تم بیڑی مجھے بھی لگاؤ اب ہم دونوں بیڑیوں کی موجودگی میں تیری جیل کا نظام درہم برہم کر دیں گے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل ڈر گیا۔ وہ جانتا تھا کہ مظفر گڑھ جیل میں بند تمام لوگ ایثار القاسمی صاحب کو پیر و مرشد کی طرح جانتے تھے۔ قاسمی صاحب نے لیہ کے مشہور بدمعاش پنجھی خان کو بھی نماز پڑھنے کا عادی بنا دیا تھا۔ ہم مظفر گڑھ جیل میں جمعہ کی نماز بھی باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔

Scanned with CamScanner

جمعہ کے دن بیرک نمبر ۳ میں تمام حوالاتی قیدی اور افسران جیل جمع ہو جاتے تھے۔ قاسمی صاحب خطبہ دیا کرتے تھے اور جیل میں بھی اپنے مشن یعنی شیعہ کے کفر پر ہی بولا کرتے تھے۔ کبھی کسی افسر کو جرأت نہ ہوئی کہ جواں مردی اور بہادری کے اس پیکر کو اصحابؓ نبی کی شان تقدس اور ناموس بیان کرنے یا شیعہ کے کفریہ عقائد پر تنقید سے روک سکے۔

مہینے میں تین بار ہم جوڈیشنل حوالات آیا کرتے تھے۔ میں اے سی چوبارہ کی عدالت میں پیش ہوا کرتا تھا۔ مولنا ایثار القاسمی صاحب عدالت میں پیش نہ ہوتے تھے۔ قاسمی صاحب کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی کشش رکھ دی کہ جو بھی اک بار ملتا مطیع ہو جاتا تھا۔ لیہ جوڈیشنل حوالات کا انچارج بھی مولنا قاسمی صاحب کے معتقدین میں شامل تھا۔ وہ ہر تاریخ پر قاسمی صاحب چوبارہ پیشی پر آنے سے بچ جایا کرتے تھے۔ اکثر ہم کئی کئی دن تک لیہ جوڈیشنل حوالات ہی رہ جاتے تھے۔ کیونکہ جوڈیشنل حوالات میں ملاقات وغیرہ کی بڑی آسائش تھی۔

جب ہم مظفرگڑھ جیل ہوتے تب ایک ہفتے بعد اور جب لیہ جوڈیشنل ہوتے تو ہر روز کوئی نہ کوئی دوست ملاقات پر آجایا کرتا۔ میرے والد محترم چوہدری محمد افضال صاحب ہر ہفتے میری اور قاسمی صاحب کی ملاقات کرتے۔ قاسمی صاحب کے برادر نسبتی بھی اکثر ملاقات پر آیا کرتے تھے جو کہ عمران کے بھائی ہیں۔

ڈپٹی سے جھگڑا

Scanned with CamScanner

جیل کا ایک ڈپٹی جو کہ رافضی تھا۔ ہم دونوں سے بغض رکھتا تھا
ایک دن جیل کی ڈیوڑھی میں تاریخ سے واپس پر اس ڈپٹی سے جھگڑا
ہوگیا۔ قاسمی صاحب اور میں نے اس کی بڑی بے عزتی کی۔ اسے
یقین ہوگیا کہ مولانا ایثار القاسمی صاحب کوئی عام یا روایتی مولوی نہیں
ہے۔ اس واقعہ کے بعد وہ ڈپٹی ہماری عزت کرنے لگا۔ جیل
میں ہم اکثر جماعت کو تیزی سے پھیلانے اور اپنے مشن کے
بارے میں پلاننگ بنایا کرتے تھے۔ مولانا صاحب جب موڈ
میں ہوتے تو شعر اور لطیفے سنانے کی فرمائش کیا کرتے تھے
میں نے جیل میں قاسمی صاحب کے ساتھ رہتے ہوئے
کبھی بھی گھٹن یا بیزاری محسوس نہ کی تھی۔ کیونکہ مولانا ہمیشہ
میرے ساتھ بھائیوں اور دوستوں والا رویہ رکھتے تھے۔ ہم آپس
میں ہنسی مذاق بھی کرلیا کرتے تھے۔ میں کبھی کبھار مولانا صاحب
سے نظر بچا کر چوہدری سعادت وغیرہ کے ساتھ ان کے سیل میں
جاکر تاش وغیرہ بھی کھیل آتا تھا۔ واپسی پر اکثر مولانا صاحب
ناراض ہوتے۔ میں منت سماجت کرکے منا لیا کرتا۔ جس دن ایک
آدھ نماز قضا ہوجاتی یا نہ پڑھتا اس دن میری کم بختی آجاتی۔ مولانا
صاحب بہت جھاڑ پلاتے۔ غصے ہوتے۔ میں جھاڑ کھانے کے
بعد چپ چاپ سا رہتا تو مولانا صاحب مجھے اپنے پاس بٹھاکر پیار
کرتے اور بالکل یوں سمجھاتے جیسے میں ننھا سا بچہ ہوں اور کہا کرتے
کہ یار طارق افضال تم مجھے غصہ نہ دلایا کرو۔ میں غصہ میں تمہیں جھاڑتا
ہوں مگر جب تم مسکین بن کر چپ چاپ بیٹھ جاتے ہو تو مجھے

Scanned with CamScanner

افسوس ہوتا ہے کہ میں نے یہوں جھاڑا ہے؛ قاسمی صاحب ، جب بھی میرے ساتھ ناراض ہونے میں چپ چاپ بیٹھ جاتا کسی سے بات نہ کرتا کیونکہ میں جانتا تھا کہ قاسمی صاحب مجھے چُپ چاپ اور افسردہ نہیں دیکھ سکتے۔ قاسمی صاحب سے روز اس بات پر اکثر جھگڑا ہوتا کہ لیہ حوالات میں ہر روز ۱/۲ کلو دودھ مجھے زبردستی پلا تے ۔ دودھ پینے کا وقت ہوتا تو میں نظر بچا کر اندر کمرے میں جا بیٹھتا تھا یا افتخار ناگرہ کے بستر میں جاکر لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتا مگر قاسمی صاحب فوراً ہی مجھے ڈھونڈ تے ہوئے آتے اور غصہ میں لحاف اتار کر دور پھینکتے اور فرمایا کرتے کہ طارق تم کسی دن ہوا میں تحلیل ہو جاؤ گے۔ دودھ زبردستی پلاتے تھے۔ ان کے غصے اور ڈانٹ میں بھی ایک عجیب محبت اور خلوص کی جھلک ہوتی تھی۔

قاسمی صاحب خوشبو نہایت اعلیٰ قسم کی استعمال کیا کرتے تھے۔ جب بھی خوشبو منگواتے تھے۔ خوشبو کی دو شیشی منگواتے۔ میری خوشبو اکثر پہلے ختم ہوجاتی۔ پھر میں قاسمی صاحب کی خوشبو استعمال کیا کرتا تھا اور قاسمی صاحب کی خوشبو کا بے جا استعمال کرتا۔ جب قاسمی صاحب غصے میں آتے تو میں خوشبو اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوتا۔

لیہ جوڈیشنل حوالات میں گزرے ہوئے دن زندگی کے ناقابلِ فراموش دن ہیں۔ اس وقت تک قاسمی صاحب کی شادی نہ ہوئی تھی۔ قاسمی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ خدا کرے تمہاری ضمانت جلد ہوجائے

تاکہ تم بھی میری شادی میں شریک ہو سکو۔
مظفر گڑھ کے ہمارے ایک دوست حکیم شفیق صاحب اکثر ملاقات پر جیل آتے اور دیسی شربت اور خشک میوہ وغیرہ لایا کرتے تھے۔ شربت قاسمی صاحب استعمال کرتے اور خشک میوہ جات میں ایک آدھ دن ہی میں کھا جاتا تھا۔ ایک دن اخروٹ اور پستہ زیادہ کھانے کے باعث میں بیمار ہو گیا۔ میرا قائد اور میرا دیر اس قدر پریشان ہوا کہ ساری رات چوہدری افتخار صاحب سے بار بار پوچھتے۔ طارق بھائی کی طبیعت کیسی ہے۔ میں نے بارہا کہا کہ حضرت آپ جائیں میں ٹھیک ہوں مگر نہ سوئے بار بار میرے ماتھے پر ہاتھ رکھتے اور کچھ پڑھ کر پھونک مارتے رہے۔
جیل میں اکثر لوگ قاسمی صاحب سے مسئلے مسائل اور وظائف پوچھنے آیا کرتے تھے۔ ہمارے سیل میں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا۔ ہمارے برابر والے سیل میں ایک تھا نیدار جن کا نام حافظ خدا بخش تھا قتل کے کیس میں بند تھے۔ چند ماہ پہلے ۹۰ء میں سزائے موت ہو گئی ہے اور ہمارے اڈی والا ناگرہ برادر بھی سزا ہو گئے۔ وہ آج کل سنٹرل جیل ملتان میں بند ہیں۔ چوہدری افتخار جو کہ ہمارا بہت ہی پیارا اور مخلص دوست ہے سزائے موت ہو گیا ہے۔ خدا ان سب کو باعزت بری فرمائے۔ آمین
حافظ خدا بخش بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ اور کافی وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ اکثر مختلف مسائل پر قاسمی صاحب سے بحث مباحثہ کرتے تھے۔ پہلے پہل ہمارے مشن یعنی شیعہ کے کفر کو انتہا پسندی

کہتے مگر قاسمی صاحب، نے آہستہ آہستہ دلائل سے ان کو اپنا ہمخیال بنالیا۔ جب حافظ صاحب کو شیعہ عقائد کا علم ہوا تو وہ اس قدر متنفر ہوئے کہ شیعہ کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیا۔

قاسمی صاحب، کھانے، پینے اور پہننے کے معاملہ میں نہایت نفیس طبیعت، اور ذوق کے مالک تھے۔ کپڑا ذرا سا بھی میلا ہوتا قطعاً نہ پہنتے۔ جیل میں بھی ان کی نفاست، اسی طرح برقرار رہی۔

شام کے وقت میں ،افتخار ناگرا اور قاسمی صاحب، مظفرگڑھ جیل کی بڑی دیوار جسے کورٹ موقعہ کہتے ہیں کے ساتھ ساتھ ایک گھنٹہ تک چہل قدمی کیا کرتے تھے اور چلتے چلتے اکثر جماعت کے بارے میں مختلف پروگرام بنایا کرتے تھے کہ کس طرح جماعتی کام کو تیز تر کیا جاسکتا ہے۔ "قاسمی صاحب اکثر جیل میں مجھ سے جھنگ، اور چوبارہ تھانہ میں گزارے ہوئے ریمانڈ کی رُوداد سنتے اور فرمایا کرتے کہ طارق افضال انشاءاللہ وہ وقت آئے گا جب یہ جیلیں اور تشدد رنگ لائیں گے اور اصحاب نبی کا دشمن پاکستان کی سرزمین پر کافر قرار دیا جائے گا۔

قاسمی صاحب رہا ہوگئے ،

دن دوپہر کے وقت جیل کا منشی قاسمی صاحب، کے وکالت نامے پر انگوٹھا لگوانے کے لئے آیا۔ تب، پتا چلا کہ قاسمی صاحب کی درخواست ضمانت سیشن جج لیہ کی عدالت میں دی گئی ہے۔ اس دن کے بعد میں نے ہر نماز میں اللہ کے حضور قاسمی صاحب

Scanned with CamScanner

کی ضمانت ہو جانے کی دعائیں رو رو کر مانگنی شروع کر دیں۔

چند ایک تاریخیں پڑیں۔

ایک دن میرے والد صاحب ملاقات پر تشریف لائے اور بتایا کہ انشاء اللہ کل قاسمی صاحب کی ضمانت ہوجائے گی۔ اگلے دن اللہ کے فضل و کرم سے قاسمی صاحب کی ضمانت منظور ہوگئی۔ جب ضمانت ہوجانے کی خبر جیل میں پہنچی تو جیل میں ہر شخص نے خوشیاں منائیں۔ مبارک باد کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ ہم نے ایک جیل ملازم کے ذریعے مٹھائی منگوائی اور جیل میں تقسیم کی۔ تین دن بعد قاسمی صاحب کی رہائی کا دن آگیا۔ قاسمی صاحب مجھے گلے لگا کر رو پڑے اور فرمایا "طارق تم اکیلے رہ کر گھبرا نہ جانا۔ میں باہر جاکر تمہاری رہائی کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ جیل میں کسی سے جھگڑا نہ کرنا۔ آرام سے رہنا" قاسمی صاحب مجھے ننھا منا بچہ سمجھ کر نصیحتیں کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ باربار میرے ماتھے کو چوم کر گلے لگاتے۔ میں اور افتخار ناگرا جیل کے اندرونی دروازے تک قاسمی صاحب کو خدا حافظ کہنے کے لئے گئے۔ باہر دوستوں کا ایک ہجوم تھا جو پھولوں کے ہار لئے قاسمی صاحب کے منتظر تھے۔

مولانا قاسمی رہا ہوکر گڑھ مہا راجا تشریف لے گئے اور ایک بار پھر گڑھ مہاراجا کی سرزمین آپ کی گھن گرج سے گونج اٹھی اور رافضیت کے دلوں پر ایک بار پھر چرکے لگنے شروع ہو گئے۔

قاسمی صاحب کی گڑھ مہاراجا آمد سے قبل یہاں کے کچھ نام نہاد سُنّی رہنماؤں نے سپیکر بند رکھنے کا عرصۂ دراز سے اہلِ تشیع سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور اسی معاہدے کی رُو سے لاؤڈ سپیکر مہر بلب پڑے ہوئے تھے۔ قاسمی صاحب نے یہاں آکر یہ صورتحال دیکھی کہ اہلِ تشیع تو اپنی مجالس میں لاؤڈ سپیکر استعمال کر لیتے ہیں لیکن سُنّی شرفاد کو معاہدے کی لاج رکھنے کا کہا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ سے برداشت نہ ہوسکا اور آپ نے لاؤڈ سپیکر پر خطابِ جمعہ اور درسِ قرآن وحدیث کا آغاز کیا اور کسی خوف و خطرے کو خاطر میں نہ لائے۔

آپ کی جاندار خطابت، اور طرزِ استدلال اور عزم و ہمت کے ساتھ اپنے موقف پر ثابت قدمی کا یہ اثر ہوا کہ ——

اہلِ بدعت سے کشمکش

قریب کی ایک جامع مسجد (جو بریلوی حضرات کے کنٹرول میں تھی اور اس کے بریلوی خطیب نے کبھی عوام میں مذہبی شعور بیدار کرنے کی کوشش نہیں کی تھی) کے نمازی بھی آپ کی اقتدار کرنے لگے اور مولانا کی مسجد میں خصوصاً جمعہ کے موقع پر اتنا رش پڑجاتا کہ بازاروں اور گلیوں میں صفیں بچھانی پڑتیں۔

اس پر اہلِ بدعت بہت سٹپٹائے اور مولانا کو مناظرے کے چیلنج دینے لگے۔ مولانا کب خائف ہونے والے تھے۔ لاؤڈ سپیکر وغیرہ خود منگوا کر اپنے ساتھ لیا اور بریلوی حضرات سے مناظرہ کے

Scanned with CamScanner

لئے موضع کیدری پہنچ گئے۔ اور ہاں مناظرہ کے لئے للکارا، مگر کوئی بھی مناظر عشقِ رسولؐ کے نشہ میں سرشار ہوکر مناظرہ کے لئے نہ نکلا۔ بالآخر مولنا واپس لوٹے اس کے بعد بدعتی حضرات نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

رسوم ورواج

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ گڑھ مہاراجا ہر لحاظ سے بدنام ترین علاقہ تھا۔ مسلمان بھی اپنی سادہ لوحی کے باعث رفض کی بے ہودہ رسوم ورواج کے پھندے میں بُری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ دیگر بے ہودہ رسوم کے علاوہ ایک رسم ۲۲ رجب المرجب کے کونڈوں کی تھی۔ مسلمان بھی لاعلمی کی بناء پر بڑے اہتمام سے ہر سال اہلِ رفض کے ساتھ مل کر یہ رسم عبادت سمجھ کر نبھاتے، امام جعفر صادقؒ کے نام کے کونڈوں کی اصل حقیقت بغضِ معاویہؓ پر مبنی ہے۔ اس حقیقت سے انہیں شاید کبھی کسی نے آگاہ نہیں کیا تھا کہ یہ رسم بد ایک بدترین دشمنِ اصحابؓ رسولؐ امیر مینائی نے جاری کی تھی اور اس کے ضمن میں جو فرضی داستان بیان کی جاتی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ۲۲ رجب المرجب کو نہ تو امام جعفر صادقؒ کی ولادت اور نہ ہی وفات ہے۔ البتہ اسی تاریخ کو امیرِ شام حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی وفاتِ حسرت آیات وقوع پذیر ہوئی تھی، جوکہ عظیم صحابئ رسولؐ، عظیم سپہ سالار

Scanned with CamScanner

عظیم فاتح اور عظیم خلیفہ تھے۔ پیغمبرؐ نے انہیں "خال المسلمین" کا لقب عطاء فرمایا اور ہادی و مہدی بننے کی دعاؤں سے نوازا تھا۔ اہلِ رفض کا اُن سے بغض و عداوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اور ۲۲ رجب المرجب کو ہر سال ان کی وفات کی خوشی میں کونڈے کئے جاتے ہیں اور ایک مخصوص طریقے سے یہ رسم بد انجام دی جاتی ہے جو کہ بدنصیبی سے ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔

مولٰنا ایثار القاسمی نے جب گڑھ مہاراجا کے مسلمانوں کو اس فضول رسم کے بارے میں آگاہ کیا تو الحمدللہ کہ اس رسم کی جڑ ہی اکھڑ گئی اور اب تک گڑھ مہاراجا کے مسلمان اس سے متنفر ہیں۔

ٹو دی پوائنٹ گفتگو

مولانا ایثار القاسمی صاحب کو اللہ پاک نے دردمند دل عطاء فرمایا تھا۔ غریب عوام کی کسمپرسی، مزدوروں کے پسینے سے شرابور وجود، جاگیرداروں کی جگا ٹیکس اور مزارعین کو جانوروں کی طرح جتا دیکھ کر بہت افسردہ خاطر ہوا کرتے تھے۔ گڑھ مہاراجا کے جاگیرداروں کے ستم سہنے والے ستمی مزارعین خاص طور پر مولٰنا کی بےچینی کا محور تھے۔

مولٰنا اکثر تقاریر میں اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ مذکورہ عناوین پر بھی خوب بولتے اور ٹو دی پوائنٹ گفتگو کرتے تھے۔

فضول اور لغو باتوں سے ہمیشہ احتراز کرتے۔ احادیث اور فقہ کی کتب سے "باب المزارعت" کا باقاعدہ انہماک سے مطالعہ کرتے اور پھر اپنی تقاریر میں ان مزدوروں کے حقوق کی آواز بلند کرنے کے ساتھ ساتھ جاگیرداروں کو خوب لتاڑتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جس قدر عوام آپ کے گرویدہ ہوتے چلے جا رہے تھے اسی قدر ہی جاگیردار طبقہ سیخ پا ہوتا جا رہا تھا، کئی بار دھمکیاں دی گئیں، مگر یہ مردِ حق پرست دھمکیوں سے مرعوب ہونے والا نہ تھا۔

جامع مسجد کے منبر و محراب سے صدائے حق واشگاف الفاظ میں بلند ہوتی گئی اور مولانا قاسمی ترقی کی منازل کی طرف محوِ پرواز رہے۔ اور وقت گزرتا رہا۔

مولانا چنیوٹی پر حملہ اور قاسمی صاحب کی بہادری :

مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ معروف حق پرست اور صاف گو عالمِ دین ہیں۔ مرزائیت کے خلاف ختمِ نبوت کے محاذ پر آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔ قاسمی صاحب کو آپ سے بہت محبت تھی اور اس محبت کا اظہار وہ اکثر فرماتے رہتے تھے۔

ایک بار قاسمی صاحب نے گڑھ مہاراجا میں چنیوٹی صاحب کو تقریر کے لئے مدعو کیا، چنیوٹی صاحب حسبِ وعدہ تشریف لائے۔ اور پُر اثر خطاب کیا۔ واپسی پر آپ کی کار کو اہلِ تشیع نے گھیرے میں لے لیا، جونہی کار رکی تو اہلِ تشیع نے ان پر پتھروں کی بارش

کردی۔ اگرچہ یہ سب کچھ کافی دُور سے ہو رہا تھا، لیکن اچانک کہیں سے قاسمی صاحب کی نگاہ پڑ گئی۔ قاسمی صاحب فوراً اکیلے دوڑ کر مدافعت کو پہنچے، کسی دوسرے کو بلانے کی زحمت بھی گوارہ نہ کی، چنیوٹی صاحب تو نرغے میں تھے ہی، اوپر سے قاسمی صاحب بھی پہنچ گئے۔ خیر خدا کا شکر ہوا کہ مسلمانوں کو بر وقت علم ہو گیا اور دوڑ کر جا پہنچے، مسلمانوں کو اکٹھا ہوتے دیکھ کر رافضیت دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوئی، اور یوں ایک حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

دشمن پر احسان

گڑھ مہاراجا میں اہلِ تشیع کا ایک ذاکر فاضل حسین علوی نامی رہتا ہے۔ جس پر ایک مقامی جاگیردار خان منظور خان سیال نے حدود آرڈی نینس کا جھوٹا مقدمہ کرا دیا جو کہ سابقہ رقابت اور رنجش کی بناء پر تھا، چونکہ اکثر لوگ جانتے تھے کہ فاضل حسین نامی ذاکر جتنا بھی بدقماش ہوا اس مقدمہ میں بہر حال بے گناہ ہے۔ اس مقدمہ کے پس منظر میں جو کہانی تھی اس میں بھی منظور خان سیال کا جھوٹ واضح تھا۔

قاسمی صاحب نے احباب کے مشورے پر یہ سوچتے ہوئے کہ کل کو منظور خان سیال کسی شریف آدمی کو بھی ایسے مقدمات میں الجھا سکتا ہے۔ ذاکر فاضل حسین کی حمائت کی۔ مقامی ایم این اے صاحبزادہ نذیر سلطان نے بھی ذاکر کی حمائت کی۔

بالآخر دونوں حضرات کی کوششوں سے مذکورہ ذاکر کو اس مقدمہ

سے نجات ملی۔ یوں مولنا اثیار انقاسمی نے دشمن پر بھی احسان کر کے مثال قائم کر دی۔

شادی خانہ آبادی

انہی دنوں جب آپ گڑھ مہاراجا میں قیام پذیر تھے، آپ کی شادی تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑہ کے مضافات میں مقیم راجپوت خاندان میں سرانجام پائی۔

قاسمی صاحب کے سسر رانا حبیب اللہ صاحب ایک درویش صفت شریف النفس انسان ہیں، جو قیام پاکستان سے قبل قصبہ شام چوراسی ضلع ہوشیار پور کے رہائشی تھے۔ بعدازاں تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑہ کے ایک قریبی گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے

قدرت نے انہیں چھ بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا تھا، ان کی خواہش تھی کہ بچی کے لئے کسی غیور، خداپرست اور باہمت عالم دین کا رشتہ مل جائے۔ قدرت نے ان کی اس نیک خواہش کو شرف قبولیت سے نوازا اور قاسمی صاحب کو بحیثیت داماد ان کے سامنے لا کھڑا کیا۔

ہوا یوں کہ جن دنوں قاسمی صاحب اوکاڑہ شہر کی انوریہ جامع مسجد میں خطابت کے جواہر لٹا یا کرتے تھے، سید امیر حسین شاہ صاحب گیلانی امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ پنجاب سے ایک موقع پر شادی کی بحث چل نکلی۔

شاہ صاحب نے کہا کہ میں آپ کے لئے رشتہ ڈھونڈتا ہوں

ادھر شاید رانا حبیب اللہ صاحب نے شاہی جامع مسجد دیپالپور کے خطیب مولنا سید محمد انور شاہ صاحب سے رشتہ ڈھونڈنے کو کہا ہوا تھا، بہر حال دونوں شاہ صاحبان کی باہمی گفتگو اور جستجو سے مسئلہ حل ہو گیا۔

قاسمی شہیدؒ رانا حبیب اللہ صاحب کی دختر نیک اختر سے منسوب ہو گئے۔ منگنی کی رسم ۸۶ء میں ادا ہوئی، جس کے ۲ سال بعد جب کہ آپ اوکاڑہ سے گڑھ مہاراجا منتقل ہو چکے تھے۔ شادی کی تقریب مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کو منعقد ہوئی۔ تین کاروں اور ایک فلائنگ کوچ پر مشتمل آپ کی بارات لاہور سے دیپالپور پہنچی، سید محمد انور شاہ صاحب، خطیب شاہی جامع مسجد دیپالپور نے خطبہ نکاح ارشاد فرمایا اور یوں آپ شادی کے بندھن میں بندھ گئے

شادی کے بعد کچھ دنوں تک لاہور مقیم رہے اور بہت جلد ہی نئے سرے سے تبلیغی سفر کا آغاز فرمایا۔

ایک بار پھر گرفتاری

ابھی تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ آپ پر "فرقہ وارانہ" تقریر کرنے کے الزام میں ۱۶ ایم پی او کا کیس بنا اور آپ کو گرفتار کر کے ایک بار پھر مظفر گڑھ جیل کی سلاخوں کے حوالہ کر دیا گیا، لیکن اللہ پاک نے فضل فرمایا اور دو تین دن بعد ہی آپ ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔

چنانچہ آپ کے جیل کے ساتھی چوہدری طارق افضال لکھتے ہیں۔

" ایک دن اچانک چکر منشی نے بتایا کہ آپ کے ایک

مولانا صاحب گرفتار ہوکر آئے ہیں۔ ہم حیران تھے کہ کون مولانا ہو سکتے ہیں۔ اتنے میں بوسکی کی قمیض، سفید شلوار اور کھسہ پہنے مولانا ایثار القاسمی صاحب مسکراتے ہوئے سیل میں داخل ہوئے اور بولے "منڈے او کی حال اے" (لڑکو! کیا حال ہیں) میں اٹھ کر قاسمی صاحب کے گلے لگ گیا۔ اور انہیں اٹھا لیا۔ یہ بھی عجیب ملن تھا۔ جیل کی ظالم اور سفاک سلاخوں کے پیچھے بھی مل کر خوشی کا اندازہ نہ ہو رہا تھا۔ مل بیٹھ جانے کے بعد حال احوال پوچھنے پر پتا چلا کہ ۱۶ ایم پی او اور دیگر کچھ دفعات میں چالان ہوکر آئے ہیں۔ دوپہر کو کھانا کھا کر تمام سیل والے ہمارے سیل میں مولانا صاحب کے پاس آئے۔ جس محفل میں بیٹھتے محفل لوٹ لیتے۔ ان کا انداز گفتگو لب و لہجہ ہر سننے والے کو گرویدہ کر لیتا۔ ہر سامع سحر زدہ سا ہو جاتا۔ قاسمی صاحب کے آ جانے پر سیل میں باجماعت نماز ادا ہونے لگی۔ نماز پڑھ کر محفل جمتی تو کئی کئی گھنٹے جمی رہتی۔ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوتا۔ دو تین دن بعد ہی قاسمی صاحب کی ضمانت ہو گئی۔"

الیکشن ۸۸ء میں آپ کا کردار

۱۹۸۸ء میں جب جنرل ضیاء الحق نے وزیراعظم محمد خان جونیجو کی حکومت کو برطرف کیا، اور نئے انتخابات، کا مرحلہ درپیش ہوا

Scanned with CamScanner

تو ملک بھر کی سیاسی جماعتیں ایک بار پھر لیلائے اقتدار کی ہوس لئے میدانِ مقابلہ میں آن وارد ہوئیں ، فریب کار سیاست دانوں کی زبانوں سے ایک بار پھر خدمتِ عوام کا غلغلہ اٹھا، اور عوام ایک بار پھر اقتدار پرستوں کا تختۂ مشق بننے کی تیاری کرنے لگے۔

امیرِ عزیمت مولٰنا حق نواز جو عظمتِ اصحابِؓ پیغمبر کا علَم لے کر اُٹھے تھے اور اپنا دوٹوک موقف شہر شہر، گاؤں گاؤں میں بیان کرتے پھر رہے تھے۔ چونکہ دشمنانِ دین کا قانونی طور پر ناطقہ بند کرنا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے اِس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کرنل عابد آنجہانی کی بیٹی عابدہ حسین کے مقابلے میں کاغذات نامزدگی داخل کرا دیئے۔ آپ کے اِس اقدام پر جہاں اہلِ جھنگ میں جوش اور جذبے کی لہر دوڑ گئی وہاں جھنگ کے جاگیرداروں کی بھی نیندیں حرام ہوگئیں۔

امیرِ عزیمت مولٰنا حق نواز جھنگوی ضلع جھنگ کے قومی حلقہ ۶۸ سے جمعیت علماءِ اسلام کے امیدوار تھے اور پہلی بار خم ٹھونک کر عابدہ حسین نامی ایک متعصب ترین شیعہ جاگیردار عورت کے مقابلہ میں الیکشن لڑ رہے تھے۔ اگرچہ مستضعفینِ شہر کا ایک بہت بڑا حصہ آپ کا ہم نوا بن چکا تھا لیکن دیہات کا علاقہ جہالت اور ذہنی پس ماندگی کی وجہ سے سیّد "کی" اس " کو سلام کرنے کا قائل تھا۔ علاوہ ازیں تین اور امیدوار بھی مولانا کے مقابلے میں تھے اور وہ سب کے سب آزمودہ کار تھے لہٰذا سخت محنت کی ضرورت

تھی، اور محنت کے لئے افرادِ کار کا ہونا اشد ضروری تھا،
بہرحال جونہی امیرِ عزیمتؒ شہید نے انتخابی مہم کا آغاز کیا،
تو مولانا ایثار القاسمی نے اپنی خدمات آپ کے سپرد کردیں اور
دن رات ایک کر کے انتخابی مہم کو بہت جلد نکتۂ عروج پر
پہنچا دیا۔

ضلع جھنگ کی تحصیل شورکوٹ کے حلقہ سے جمعیت
علماء اسلام کے ٹکٹ پر مولانا بشیر احمد خاکی بھی الیکشن میں
امیدوار تھے۔ جنہیں اپنی بعض کمزوریوں کی بناء پر اہلسنت ہی
کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لیکن وہ ڈٹے ہوئے
تھے۔ جوں جوں الیکشن کا معرکہ قریب سے قریب تر ہوتا آ
رہا تھا۔ ان کی مخالفت میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ پورا
شہر مخالفت پر آمادہ ہوگیا۔

مولانا ایثار القاسمی اس صورتِ حال سے بڑے پریشان تھے،
اور اپنے طور پر بھرپور تعاون کر رہے تھے، ادھر امیرِ عزیمتؒ شہید
کا انتخابی جلسہ بھگتا کر آتے اور سیدھا مولانا بشیر احمد خاکی
کے پاس پہنچ جاتے جن کی کمزور ترین پوزیشن دیکھ کر حوصلہ ہارنے
کی بجائے پھر کمر کس لیتے۔

مولانا ایثار القاسمی نے آخر تک دونوں جانب رضاکارانہ طور پر
بھاگ دوڑ کی۔ حتیٰ کہ ــــــــ انتخابات کا معرکہ برپا
ہوا۔ جب شام کو نتائج سامنے آئے تو امیرِ عزیمت شہیدؒ نے
شاہ جیونہ کے جاگیردار کے مقابلے میں چالیس ہزار ووٹ لے کر

دنیائے رفض کو ششدر کر کے رکھ دیا تھا۔

اگرچہ ظاہری طور پر انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا، لیکن نہیں! یہ شکست نہیں تھی، بلکہ چالیس ہزار نفوس نے آپ کے مشن سے وابستگی کا اظہار کر کے رافضیت کے کفر پر دستخط کر دیئے تھے جب کہ مولنٰا بشیر احمد خاکی بہت بری شکست سے دوچار ہوئے۔ جس کا مولنٰا ایثار القاسمی کو بہت دکھ ہوا۔ چونکہ مولنٰا ایثار القاسمی کے قریبی رفقاء واحباب نے بھی مولنٰا بشیر احمد خاکی کی مخالفت کی تھی لہذا مولنٰا کے دل میں اُن احباب سے خفگی پیدا ہو گئی جو بہت جلد آپ کو گڑھ مہاراجا سے واپس اوکاڑا لے جانے کا سبب بنی۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ آپ نے رختِ سفر باندھا اور دوبارہ اوکاڑہ تشریف لے گئے۔

○

چوتھا باب

"پھر اوکاڑہ میں"

Scanned with CamScanner

"مذہب کے میدان میں وہ شخص کبھی سرخرو نہیں ہو سکتا جو دل کی دھڑکنوں پر قابو نہ پا سکے۔

قاسمؒ شہید کی شجاعت اور دلیری کے واقعات سرزمین اکاڑہ پر صحنِ گلشن میں شبنم کی دیدہ زیب قطرات کی طرح بکھرے پڑے ہیں اور جب آفتابِ عالمتاب کی روشن کرنیں ان قطرات پر اپنی شعاعیں بکھیرتی ہیں تو ان کی چمک سے معاندین کی آنکھیں خیرہ ہونے لگتی ہیں۔

قاسمؒ شہید کے احباب آج بھی ان کی جرأت و دلیری کے واقعات سُنا سُنا کر بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی کو دین کا کام کرنے کا شوق ہے تو اسے غیر اللہ سے بے خوفی کا سبق قاسم ایثارؒ سے سیکھنا ہوگا۔!

"اوکاڑہ میں دوبارہ تشریف آوری

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ قاسمی شہیدؒ الیکشن ۸۸ء کے نتائج برآمد ہونے کے بعد گڑھ مہاراجا کے احباب سے خفا ہوگئے تھے۔ انہی دنوں ضلع اوکاڑہ میں کسی جلسہ پر تشریف لے گئے تو اوکاڑہ کے مجاہد صفت عالم دین مولانا قاری غلام محمود صاحب انور نے اوکاڑہ کے نوجوانوں کے جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے اصرار کیا کہ آپ واپس تشریف لے آئیں۔ قاسمیؒ شہید نے شکوہ کیا کہ ساتھی میرے مزاج کے مطابق تعاون نہیں کرتے۔ مولانا غلام محمود صاحب انور نے یہ شکایت دور کرنے کی یقین دہانی کرائی تو قاسمیؒ شہید نے کسی حد تک آمادگی کا اظہار کیا۔

اور ساتھ ہی فرمایا کہ کسی طرح کوئی مدرسہ وغیرہ مل جائے تاکہ کام کرنے کے لیے مستقل مرکز ہو۔ مولانا غلام محمود صاحب انور نے حاجی محمد ابراہیم سے تعاون طلب کیا۔ تو انہوں نے دس ہزار روپے عنایت کر دیئے۔ مدرسہ کے لیے گلشن ارائیں میں ۵ مرلے کا ایک پلاٹ مل رہا تھا۔ لیکن پلاٹ کے مالک غازی محمد طفیل صاحب (احراری) تذبذب میں مبتلا تھے کہ کہیں مخالفین مولانا ایثار القاسمی سے یہ پلاٹ چھین نہ لیں۔ اُن کی تسلی کرائی گئی کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اور کم از کم "قاری ایثار" سے یہ پلاٹ کوئی نہیں چھین سکتا۔ اس پر وہ مطمئن ہوگئے۔ انہوں نے پلاٹ کی قیمت ۲۵ ہزار روپے مانگی۔ دس ہزار روپے انہیں اُسی وقت دے دیئے گئے۔ اور زمین "جامعہ قاسمیہ" کے نام پر وقف ہوگئی۔

Scanned with CamScanner

یہ صورت حال قاسمیؒ شہید کے لئے کافی حد تک تسلی بخش تھی لہذا ۱۹۸۹ء میں آغاز میں آپ گڑھ مہاراجا سے دوبارہ اوکاڑہ منتقل ہو گئے۔ اوکاڑہ کی سرزمین آپ کے لئے ترس گئی تھی۔اب کے قدرت نے سبب پیدا کر دیا تو آپ تشریف لائے۔اور سید امیر حسین شاہ صاحب گیلانی کے دینی مدرسہ جامعہ مدنیہ میں عارضی رہائش اختیار کرلی۔

کچھ دن وہاں رہے۔جامعہ قاسمیہ کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا توآپ نے جامعہ مدنیہ چھوڑکر قاری کالونی میں ۵۰۰ روپے ماہوار کرایہ پر مکان لے لیا۔ اوراپنی اہلیہ محترمہ کو بھی لے آئے۔ دن گزرتے رہے اور مدرسہ کی تعمیر کا کام بھی ہوتا رہا۔

مسجد بالکل چھوٹی تھی۔مولانا اعلیٰ ذوق کے مالک خطیب تھے۔لہذا مسجد میں جمعہ کی ادائیگی سے پہلے توسیع کا منصوبہ بنایا۔ اللہ کا فضل و کرم اور احباب کا تعاون شامل حال ہوا۔ سابقہ چھوٹی مسجد شہید کی گئی۔مولانا نے خود مزدوری کی۔ اینٹیں اٹھائیں۔گارا بنایا۔ روڑی کوٹی۔ پسینے سے شرابور ہوئے لیکن دل میں ایک جوش اور ولولہ تھا۔ اخلاص اور للہیت تھی۔ کام کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔جوانی کی اُٹھتی ہوئی بہاریں دینِ حق کی خاطر کچھ کر دکھانے کا "تقاضا کر رہی تھیں۔ اور مولانا کا ذوقِ سلیم آپ کی قوتِ ارادی کو مزید جلا بخش رہا تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب مولانا کسی کام پر کہیں جانے کے لئے کرایے کی سائیکل اٹھاتے ،کام تو ہوجاتا تھا مگر جیب میں ہاتھ ڈالتے تو سائیکل کا کرایہ دستیاب نہ ہوتا تھا لیکن دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان گواہ ہیں کہ افسردہ اور بے چین ہوکر قدرت کا شکوہ کرنے اور کبیدۂ خاطر

ہونے کی بجائے ایک معصوم سی مسکراہٹ ہونٹوں پر نمودار ہو کر شفق کی طرح حسین چہرے پر بکھر جاتی تھی۔ اب جامع مسجد تکمیل کے مراحل تک پہنچی۔ چھت ڈالی گئی۔ اور مولانا نے الحمدللہ کہہ کر اللہ جہیر الصّوت کھولا کھولا۔ اور خطبہ جمعہ کا آغاز کیا۔ آپ کی آواز میں بلا کا ارتعاش تھا۔ جیسے جیسے آپ کی آواز پھیلتی گئی مسجد کی رونق بڑھتی گئی اور سامعین کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مسجد شہر کی آبادی سے کسی حد تک بعید تھی مگر یہ آپ کی خطابت کا سحر تھا کہ شہر کے اُس پار فوجی چھاؤنی کے علاقے سے بھی لوگ آ آ کر آپ کی اقتداء کرنے لگے۔

آپ کا موضوعِ سخن قصّے کہانیوں پر مبنی نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ ذہنی عیّاشی اور تلذّذِ لفظی کے قائل تھے بلکہ آپ ردِّ فرقِ باطلہ اور اصلاحِ معاشرہ کے عناوین پر سیر حاصل گفتگو کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی خطابت کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اور آپ کا شمار ملکی سطح کے نامور خطباء میں ہونے لگا۔

شہرت مصروفیت میں زیادتی کا باعث بنتی ہے۔ قاسمی صاحب چونکہ شہرت کی بلندیوں کی جانب محوِ پرواز تھے۔ لہٰذا مصروفیت میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جمعۃ المبارک کے ناغے ہونے شروع ہو گئے اور آپ اپنے تبلیغی پروگراموں پر باہر رہنے لگے۔ صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ دور دراز سے آپ کی خطابت کی جھلک دیکھنے کو آپ کی مسجد کا رُخ کیا کرتے تھے۔ اُن کی صحت پر اثر پڑنا لازمی اَمر تھا۔ لوگ آتے اور آپ کو نہ پا کر واپس چلے جاتے۔ آپ کے منبر پر کسی دوسرے صاحب کو جلوہ افروز ہونا لوگوں کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ نتیجۃً صفیں ٹوٹ گئیں اور

احباب خفا ہونے لگے۔ یہ صورتِ حال پریشان کن تھی۔ مولنٰا سے اصلاحِ احوال کا مطالبہ کیا گیا۔ کافی سوچ بچار اور احباب سے مشورہ کرنے کے بعد قاسمی صاحب نے ازِسرِنَو خدا کے گھر کی رونقوں کو بحال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ماہِ رمضان المبارک کی آمد آمد تھی۔ پروگرام بنا کہ ماہِ رمضان المبارک میں جمعۃ المبارک کے اجتماعات سے خطاب کے لئے بیرونی علمائے کرام اور خطباء حضرات کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ رمضان المبارک جلوہ فگن ہوا تو پروگرام کے مطابق ماہِ مقدس کے پہلے جمعہ سے خطاب کے لئے علاّمہ خالد محمود صاحب (پی۔ ایچ۔ڈی لندن) تشریف لائے۔ دوسرا جمعہ مولنٰا محمد سلیمان طارق مرحوم نے پڑھایا۔ اور تیسرا جمعہ مولنٰا عبیدالرحمٰن ضیاؔ آف کمالیہ نے پڑھایا۔ جمعۃ الوداع کے روز مولنٰا خود منبر پر تشریف لائے اور پُراثر خطاب کے دوران آئندہ کے لئے جمعۃ المبارک اہلِ اوکاڑہ کے لئے وقف کرنے کا عزم کیا۔ سامعین نے دلی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فلک شگاف نعرے بلند کئے۔

علاوہ ازیں اِسی ماہِ رمضان المبارک میں آپ نے نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ قدرت نے آپ کو زبان کی شیرینی سے بھی خوب نوازا تھا۔ اور منزل بھی خوب یاد تھی۔ آپ کے اِن اقدامات سے عوام کا اعتماد بحال ہوگیا جس کی وجہ سے حسبِ سابق دور دراز سے لوگ جمعۃ المبارک کے روز آپ کے خطاب سے اپنے قلوب کی تشنگی دُور کرنے کے لئے جوق دَر جوق ، قافلہ دَر قافلہ آپ کی مسجد میں آنے لگے۔

اوکاڑہ میں قیام کے دوران آپ نے ایک جہدِ مسلسل کے ذریعے اوکاڑہ کی مذہبی فضا میں تحریک پیدا کی۔ نوجوانوں کو ترغیب دلائی۔ ان

کی حوصلہ بندی اور عزت افزائی کی۔ دینی جلسوں کی روایت ڈالی۔ اور کامیاب ترین جلسے کرائے اور اپنے رضاکارانہ جذبے کو آئندہ کے لئے مثال بنا ڈالا۔

"آج کا "مولوی" اپنے آپ کو مخدوم بنانے کی کوشش کرتا ہے اور کئی کئی جتن کرتا ہے کہ عوام اُس کے کسی بھی غلط کام یا نامناسب رویّے پر اُس کی گرفت نہ کریں بلکہ اُس کے ہر قدم کو نظرِ تحسین سے دیکھا جائے۔ اُس کے لبوں سے نکلنے والے ہر ہر جملے پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے۔ یہ بے ہودہ خیال اور فضول خواہش دینی رہنما کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہے جو کہ انتہائی مہلک ہے۔

مولوی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ پیغمبرِ اسلامؐ کا وارث اور دینِ حق کا خادم ہے۔ جب وہ صحیح معنوں میں خلوصِ نیّت کے ساتھ دین کا خادم بننے کی کوشش کرے گا تو اہلِ اسلام اُسے اپنا مخدوم مانیں گے ورنہ خود ساختہ مخدوم اسلام میں کوئی حیثیّت یا اہمیت نہیں رکھتے۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ فطرتاً دین کے خادم تھے۔ آپ کا رضاکارانہ جذبہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ آپ کے رضاکارانہ جذبے کا اثر تھا کہ بہت کچھ ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے رات کی تاریکیوں میں شہر کی دیواروں پر اپنے ہاتھ سے ساری ساری رات جلسوں کے اشتہارات لگانے کے قصّے آج بھی آپ کی للّٰہیّت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جب کہ آپ سپاہِ صحابہؓ صوبہ پنجاب کے صدر تھے اور اسی تعلق اور منصب کی وجہ سے آپ کے دشمنوں کے ہجوم میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

جامعہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا قیام

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مولنا شہیدؒ کا سیاسی پلیٹ فارم جمعیتِ علماءِ اسلام تھا۔ اسی وجہ سے "اہلِ جمعیت" سے آپ کے دوستانہ مراسم انتہائی مضبوط تھے۔

ضلع ساہیوال سے جمعیتِ علماءِ اسلام کے ایک رہنما مولنا محمد اسمٰعیل رشیدی ہیں۔ باصلاحیّت عالمِ دین، عربی سمیت دیگر کئی زبانوں پر مکمّل عبور رکھتے ہیں۔ مولنا ایثار القاسمی شہیدؒ سے جمعیت کے اسٹیج پر تعارف ہوا۔ چشمِ بینا کی چمک نے فوراً ہی گوہرِ نایاب کو پہچان لیا اور دوستی کے ہاتھ بڑھائے۔ خود چونکہ "قطر" کے شہر "دوحہ" کی شاہی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے کے سلسلہ میں قطر میں ہی مقیم تھے۔ لیکن دل میں وطنِ عزیز سے جہالت کی تاریکی کو دور کرنے اور اہلِ وطن کی علمی تشنگی کو دُور کرنے کا جذبہ ضرور موجزن تھا۔ لہٰذا جدید دُور کے تقاضوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے چک ۵ کے قریب جامعہ عمر بن عبدالعزیز کے نام سے ایک عظیم الشان دینی یونیورسٹی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس عظیم الشان منصوبے کو کامیاب بنانے کے لئے انہیں ان تھک جدّوجہد کا جذبہ رکھنے والے ایسے معاونِ خصوصی کی ضرورت تھی جو ذی فہم اور دیانت دار ہو۔ مولنا موصوف کی یہ ضرورت مولنا ایثار القاسمی شہیدؒ کی صورت میں ہی پوری ہوسکتی تھی۔ لہٰذا آپ کو قائل کرلیا گیا۔

اوکاڑہ شہر کے قریب قائم ہونے والی عظیم الشان یونیورسٹی کا سنگِ بنیاد

انڈیا کے معروف عالم دین اور مذہبی سکالر مولانا سید اسعد مدنی نے رکھا۔ مولانا محمد اسمٰعیل رشیدی شیخ الجامعہ اور مولانا انیار القاسمی رئیس عام کہلائے تین زبانوں میں جامعہ عمر بن عبدالعزیز کا تعارف شائع کرایا گیا۔ جس کا اردو متن پڑھ کر ہی معلوم ہوسکے گا کہ یہ کیسا انقلابی منصوبہ تھا۔

دورِ حاضر میں دینی و دنیاوی علوم کے امتزاج کی ضرورت و اہمیت

دور حاضر میں نوجوان نسل کو دین سے دور کیا جارہا ہے اور معاشرہ مغربی تہذیب کو اپناتا جارہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں دو قسم کے نظام تعلیم رائج ہیں۔ دینی اور دنیاوی۔ دینی نظام تعلیم دینی مدارس میں رائج ہے اور دنیاوی نظام تعلیم سرکاری اور پرائیویٹ سکولوں کالجوں میں رائج ہے۔ یہ دونوں نظام تعلیم الگ الگ ہونے کی وجہ سے ہمارے معاشرہ کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے میں حسب منشاء کامیاب نہیں ہوئے۔ ہمارے ملک کو ایسے ملازموں افسروں ٹیچروں پروفیسروں اور ججوں کی ضرورت ہے جو دین کے بارے میں مکمل معلومات اور دین کے تقاضوں کا پورا احساس رکھتے ہوں۔ ہمارے دینی مدارس میں صرف دینی علوم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس طرح ان مدارس سے فراغت پانے والے نوجوان بالعموم سرکاری ملازمتوں کے لئے موزوں خیال نہیں کیے جاتے اور دنیاوی نظام تعلیم میں دینی معلومات ناقص اور دین کے تقاضوں کا احساس نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہر قسم کے عہدے یعنی سرکاری ملازمتیں وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو دین سے بے خبر ہونے کے باعث ملک کے نظم ونسق کو اسلامی اصولوں پر نہیں چلا سکتے۔ اس پس منظر میں یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک ایسا ادارہ وجود میں لایا جائے جو دینی اور دنیاوی علوم پر دسترس رکھنے والے ایسے افراد مہیا کرے جو دنیا کی فکری اور تہذیبی امامت کے قابل ہوسکیں اور اسلام کو ایک ابدی آفاقی قوت کی حیثیت سے متعارف کرواسکیں۔ چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ وسائل کی عدم دستیابی اور حالات کی ناسازگاری کے باوجود ایک ایسا جامع تعلیمی منصوبہ بنایا جائے جو ایک طرف عہد جدید کے چیلنج کا جواب دے سکے اور دوسری جانب اسلام کی وہ شوکت اسے واپس دلاسکے جو قرون اولیٰ کا خاصہ تھی ان اعتبارات سے عمر بن عبدالعزیز اسلامی یونیورسٹی کے مندرجہ ذیل اغراض ومقاصد قرار پائے ہیں۔

اغراض و مقاصد

۱۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کا فروغ۔
۲۔ اسلام کو ایک آفاقی دعوت اور عالمگیر قوت کے طور پر متعارف کرانا۔
۳۔ فارغ التحصیل طلباء کو انگریزی، عربی، اردو، فارسی [illegible] زبانوں میں تحریر وتقریر کی صلاحیتوں سے آراستہ کرنا۔
۴۔ عصر حاضر کے علمی اور فکری تقاضوں کو پیش نظر [illegible] کرنا جو قرآن وسنت کی بنیاد پر ہر چیلنج کا جواب

دینے اور اسلام کی فکری اور تہذیبی برتری ثابت کرنے کے اہل ہوں۔

منصوبے کا آغاز

ان مقاصد کے حصول کے لئے [illegible] ۱۹۸۸ء میں [illegible] پاکستان کے شہر اوکاڑا میں گلشن ارائیں کی ایک چھوٹی سی مسجد [illegible] عمر بن عبد العزیز [illegible] منصوبے کا آغاز کیا گیا [illegible] اس علاقہ کی بالخصوص اور اہل وطن کی بالعموم دلچسپی کے [illegible] منصوبے اور [illegible] عمر بن عبد العزیز اسلامی یونیورسٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائے [illegible] اراضی پر مشتمل [illegible] جس میں سے ۸ کنال

اراضی جناب حاجی محمد [illegible] صاحب نے فوری طور پر [illegible] منصوبے [illegible] ضرورت [illegible] عطا کر دی جو جی ٹی روڈ سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی نے یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا بقیہ [illegible] سو کنال اراضی کے لئے تاحال وسائل کی دستیابی کا انتظار ہے۔

مذکورۃ الصدر کمپلیکس کی ضرورتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے

یونیورسٹی کے اخراجات کی تفصیل

۱۔ قیمت زمین	2300000 تیئس لاکھ
۲۔ جامع مسجد	900000 نو لاکھ
۳۔ [illegible] (مع مطبخ و طعام گاہ)	1,4000000 ایک کروڑ چالیس لاکھ
۴۔ انتظامی بلاک (دفتر و درسگاہیں لائبریری کانفرنس ہال)	5100000 اکیاون لاکھ
۵۔ رہائش گاہ اساتذہ و مہمان خانہ (گیراج پارکنگ وغیرہ)	1500000 پندرہ لاکھ
۶۔ چار دیواری، سڑکیں، ٹیوب ویل، و دیگر تعمیر اخراجات	2500000 پچیس لاکھ
کل میزان	2,9000000 دو کروڑ نوے لاکھ

انتظامی کمیٹیاں

سرپرست

(۱) [illegible] حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ (آف کندیاں)

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہ (آف انڈیا)

(۳) فضیلۃ الشیخ عبد اللہ الہ بارغ حفظہ اللہ (مدیر شؤن الاسلامیہ قطر)

Scanned with CamScanner

(۴) فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد اسحاق مدنی (آف دوحہ)
(۵) فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد مکی الحجازی (مکۃ المکرمۃ السعودیۃ)
(۶) فضیلۃ الدکتور صالح محمد (آف شارجہ)
(۷) الشیخ عبدالرحیم (آف قطر)
(۸) الشیخ مسعود (آف الجزائر)

فرائض

سرپرست: عمومی نگرانی کے فرائض سرانجام دیں گے۔
مجلس منتظمہ: جامعہ کے تمام حسابات آمدن و خرچ کی نگرانی کرے گی اور ہر سال باقاعدہ آڈٹ کرائے گی ۔
مجلس شوریٰ: یونیورسٹی کی تعمیر و ترقی نصاب و دیگر امور میں انتظامیہ کو مشورہ دے گی ۔
مجلس معاونین: ان افراد پر مشتمل ہوگی جو جامعہ کے اخراجات میں مستقل مالی تعاون کے ساتھ شراکت کریں گے اور حسب طلب حسب ضرورت یونیورسٹی کے جملہ امور میں مشورہ دیں گے ۔

مکمل تیرہ سالہ کورس

جامعہ محمد بن عبدالعزیز کا تعلیمی نصاب تین مراحل میں مکمل کروایا جائے گا ۔ ابتدائی ۔ ثانوی ۔ اعلیٰ ۔ پہلے مرحلے کے لئے مدت تدریس آٹھ سال ، دوسرے کے لئے چار سال اور تیسرے کے لئے پانچ سال ہے ۔

ابتدائی

اس مرحلے میں طلبہ کو قرآن مجید ، عربی ، اردو فارسی اور انگریزی زبان ریاضی اور خطاطی کی تعلیم دی جائے گی ۔ اس مرحلے میں طلبہ کو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر ، دینیات کے مباحث ، عربی زبان کی کتاب میں ۔ عام معلومات اردو اور سائنس وغیرہ کے مضامین اور انگریزی زبان پڑھائی جائے گی ۔ اس طرح طلبہ زبان ہی کی تعلیم کے دوران مختلف علوم و فنون سے بھی ضروری واقفیت حاصل کر لیں گے اور آخر میں مڈل کا امتحان دیں گے۔

ثانوی

اس مرحلے میں قرآن مجید اور زبانوں کی تعلیم جاری رہے گی البتہ اس مرحلے میں عربی زبان کا زیادہ تر نصاب ادب اور نحو ... کے مضامین پر مبنی ہوگا۔ پہلے دو سال مکمل ہونے پر میٹرک اور آخر میں ایف ۔ اے یا ایف ۔ ایس ۔ سی کا امتحان دلوایا جائے گا۔

اعلیٰ

اس مرحلے میں موجودہ دینی مدارس کی اصطلاح کے مطابق مکمل درس نظامی جدید دور کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پڑھایا جائے گا اور آخر میں طلبہ بی ۔ اے یا بی ۔ ایس ۔ سی کا امتحان دیں گے ۔

خصوصی کورس (الف)

اس کورس میں میٹرک پاس طلبہ کو مکمل درس نظامی پڑھایا جائے گا اور عربی ، اردو ، فارسی اور انگریزی زبان میں تقریر و تحریر کا ماہر بنایا جائے گا اور ساتھ ہی ایف ۔ اے ، ایف ۔ ایس سی ۔ ، بی ۔ اے ، بی ۔ ایس ۔ ای کا امتحان دلوایا جائے گا ۔ مدت ٦ سال

خصوصی کورس (ب)

اس کورس میں دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو عربی ، اردو ، فارسی اور انگریزی زبان میں ماہر تقریر و تحریر اور جدید علوم سے آراستہ کیا جائے گا اور میٹرک ، ایف ۔ اے ، ایف ۔ ایس ۔ سی ، بی ۔ اے ، بی ۔ ایس ۔ سی کروایا جائے گا ۔

مدت ٦ سال

مولانا سالک کیس

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ بے شمار اداؤں کے مالک تھے۔ ڈائیلاگ کی زبان میں آپ کو ڈ دکھری ٹائپ کا آدمی کہا جاسکتا ہے۔ آپ کی شجاعت اور بہادری کے واقعات سرزمین ادکاڑہ کے صحن گلشن میں شبنم کے بے شمار دیدہ زیب قطرات کی طرح بکھرے پڑے ہیں اور جب آفتاب عالم تاب کی روشن کرنیں ان قطرات پر اپنا عکس ڈالتی ہیں تو ان کی

Scanned with CamScanner

چمک سے معاندین کی آنکھیں خیرہ ہونے لگتی ہیں، مولانا کے احباب آج بھی آپ کی جرأت اور دلیری کی داستانیں سُن سُنا کر بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی کو دین کا کام کرنے کا شوق ہے تو اسے غیر اللہ سے بے خوفی کا سبق "قاری ایثارؒ" سے سیکھنا ہوگا۔ اس لئے کہ غیر اللہ سے بے خوفی دینی کارکن کا لازمہ ہوتی ہے۔ مذہب کے میدان میں وہ شخص کبھی سرخرو نہیں ہوسکتا جو دِل کی دھڑکنوں پر قابو نہ پا سکے، اگرچہ وہ اپنی قوّتِ جسمانی کے لحاظ سے رُستم کی روح کے لئے چیلنج ہی کیوں نہ بن چکا ہو۔ روحانی سرمائے کے بغیر دین کے دشمن کو پچھاڑنا خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔ مولانا ایثار القاسمی اِن تمام حقائق پہ نظر رکھتے تھے۔

ایک بار اوکاڑہ شہر کے معروف گول چوک کی جامع مسجد کے خطیب مولانا عنایت اللہ سالک نے خطبۂ جمعہ کے دوران عقیدۂ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے شیرِ خُدا حضرت علی المرتضیٰؓ کے مشکل کشا ہونے کی تردید کی۔ کہ مشکل کشا صرف خدا کی ذات ہے۔ حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہنا عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔ بات اتنی سی تھی اور تھی بھی برحق! مگر کسی دل جلے نے ہوائی اُڑا دی کہ حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ بات چلی، بڑھی اور شہر کے اِس کونے سے اُس کونے تک پھیل گئی۔ مولانا عنایت اللہ سالک کو قتل کی دھمکیاں ملنے لگیں۔ اہلِ بدعت جانگیے کس کر منبر و محراب پر اُچھلنے لگے۔

جمعہ کے روز غوثیہ مسجد میں خوب اول فول پڑھی گئی۔ علماء دیوبند پر کیچڑ اچھالا گیا۔ خوب ہاؤ ہو مچی۔ گستاخ، منکر، کافر، وہابی، نجدی اور جو کچھ زبانوں پہ آیا سو کہا اور کفر کے فتوے بھی بے دریغ بانٹے

Scanned with CamScanner

گئے۔ اس غوغہ آرائی کے نتیجے میں عوام کے ذہنوں پر بڑا اثر پڑنے لگا جس کا بروقت ازالہ ضروری تھا۔

لہٰذا دو دنوں کے وقفے کے بعد بروز اتوار بعد نماز عشاء جامع مسجد انوریہ میں علماء دیوبند کی طرف سے پُرامن جلسہ ہوا اور اہل بدعت کی خرافات کا جواب دیا گیا۔ چاہیے تو یہی تھا کہ معاملہ ٹھپ ہوجاتا، لیکن مذہبی سوداگروں نے گویا اہلِ اوکاڑہ کی راتوں کی نیندیں اُڑانے کا عزم بالجزم کرلیا تھا۔

غلہ منڈی کی جامع مسجد میں مولوی محمد اکرم رضوی کو بلایا گیا اور اُس کی ہفوات پر نعرہ بازی کا طومار کھڑا کیا گیا۔ "مولوی محمد اکرم رضوی" اپنی زبان کے بازاری پن میں جتنا مشہور ہے۔ میرے اپنے تجربہ کے مطابق علم کے لحاظ سے اتنا ہی کورا ہے۔ علماء حق پر سب وشتم کرکے روٹی کھانے والا یہ شخص کسی سوال کا جواب دینے کی بجائے "وابی آگئے، وابی آگئے" "اماں نوں بار کڈ د" کا شور برپا کر دیتا ہے۔ غلہ منڈی کی جامع مسجد میں جب اس نے حسب سابق زبانِ آوارگی کے کرشمے دکھائے تو مقابلے میں مولانا ایثار القاسمی عوام کو آئینہ دکھانے کے لئے میدان میں اُتر آئے۔ اور جامع مسجد تانگے اڈے والی میں جلسہ رکھا۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ جب مولانا نے پنجابی زبان میں شعلہ بیانی کے جوہر دکھائے تو اہل بدعت نے مسجد کے باہر ہنگامہ آرائی شروع کردی۔ قاسمی صاحب نے بروقت حالات کی نزاکت کو محسوس کیا اور تقریر ختم کردی اس لئے کہ قاسمی صاحب خون خرابے کے قطعاً قائل نہ تھے بلکہ دلائل و براہین کے ذریعے علماء حق کے مسلک کا دفاع کرنا چاہتے تھے جبکہ فریقِ مقابل غنڈہ گردی پر اُتر آیا تھا۔ مولانا نے اپنے سامعین کو

صبر و سکون کی تلقین کے ساتھ رخصت کیا۔ اب بھی اہلِ بدعت کا جوش ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے پھر زبان درازی کی۔

مولنا دفاعی پوزیشن میں تھے۔ لہذا ایک بار پھر جلسے کا اعلان کردیا۔ اشتہارات شائع کرکے راتوں رات شہر بھر میں لگائے۔ دوسرے روز غالباً النوریہ مسجد میں مجمع لگا۔ اس موقع پر جو خطاب ہوا، اہلِ اوکاڑہ اسے عرصہ دراز تک نہ بھول سکیں گے۔ اس خطاب نے شرک و بدعت کی چولیں ہلا ڈالیں۔

ڈپٹی کمشنر کے روبرو

جب مقابلہ بازی کافی عروج پر پہنچی اور خطرے کے نشان کو چھونے لگی تو ڈپٹی کمشنر نے معاملہ نمٹانے کے لئے فریقین کی میٹنگ طلب کی۔ اہلِ بدعت بھی پہنچے اور دیوبندی حضرات بھی مولنا قاسمیؒ شہید کی معیت میں حاضر ہو گئے۔ بات چلی کہ امن کس طرح برقرار رکھا جا سکتا ہے اور اس معاملے میں کون قصوروار ہے؟

ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ شخص جو کہ اس کیس کا عینی گواہ تھا۔ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مولنا عنایت اللہ سالک نے میرے سامنے حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے سکوت چھا گیا۔ اچانک مولنا ایثار القاسمی کھڑے ہوئے اور لپک کر اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال لیا اور اپنی گرفت خاصی مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

" تم کیسے بے غیرت شخص ہو۔ ظالم! تمہاری موجودگی میں حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے اور گستاخ ابھی زندہ ہے۔ تم ابھی زندہ ہو۔ تم کرو میرے سامنے حضرت

علیؓ کی شان میں گستاخی! اور پھر دیکھو کہ تم کتنی دیر زندہ رہتے ہو"۔

ڈی سی آفس کا ماحول مولانا کے رعب وجلال اور غیرت ایمانی کو دیکھ کر لرز رہا تھا اور تمام شرکاء اجلاس دم بخود تھے کہ ڈی سی امتیاز صادق نے مداخلت کرکے اس شخص کو چھڑایا۔

اس سے قبل جب گفتگو ہو رہی تھی تو ڈی سی نے کہا تھا کہ حالات خراب ہونے جا رہے ہیں۔ اب اگر کسی نے دوسرے کے خلاف تقریر کی تو میں اندر کرادوں گا۔ تمام علماء خاموش رہے تھے لیکن مولانا نے واضح اور واشگاف الفاظ میں کہا تھا

"ڈی سی صاحب! اندر وہ جو جائے گا جو زیادتی اور پہل کرے گا۔ ناجائز کارروائی برداشت نہیں کی جائے گی"۔

تبلیغی جماعت میں سہ روزہ

باقی تمام دینی کاموں کی طرح قاسمی صاحبؒ تبلیغ کے کام کو بھی بہت اہمیت دیتے تھے اور تبلیغی جماعت کے ساتھ آپ کو دلی عقیدت تھی۔ متعدد مرتبہ تبلیغی بوریہ نشینوں کے ہمراہ آپ کو "سہ روزہ" لگانے کا بھی اتفاق ہوا اور اس دوران کئی دلچسپ واقعات بھی پیش آئے۔ چونکہ اہل بدعت نے تبلیغی جماعت کے خلاف عرصۂ دراز سے ملک گیر مہم چلائی ہوئی ہے (اور اب اپنے ناپاک عزائم میں ذلت ناک شکست سے دوچار ہونے کے بعد دعوت اسلامی کے نام سے اپنی تبلیغی جماعت بھی بناڈالی ہے) لہٰذا جاہل عوام مذہبی گلوکاروں کے فریب میں آکر اس حد تک بدمست ہوئے ہیں کہ تبلیغی حضرات کو

دیکھتے ہی دیوآمد، دیو آمد کا غلغلہ برپا کر دیتے ہیں اور مساجد کو تالے لگا کر بھاگ جاتے ہیں۔

ایک بار قاسمیؒ شہید تبلیغی جماعت کے ساتھ سہ روزے پر تھے، جماعت اوکاڑہ کے کسی قریبی چک میں پہنچی تو اسی طرح کا "حادثہ" پیش آگیا۔ تمام حضرات کے بوریے بستر بھی رسولِ عربی کے نام نہاد عاشقوں نے باہر دے مارے اور خوب ڈرایا دھمکایا بھی۔ کہ اگر آپ نے یہ چک نہ چھوڑا تو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ قاسمیؒ شہید کے دل کی دنیا میں تو جوش اور جوانی کے جھکڑ چل رہے تھے لیکن آپ جماعت کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بالکل خاموش رہے۔ اور بھائیو! دوستو! بزرگو! کہ کر انہیں سمجھانے کی کوشش کی جوکہ ناکام رہی۔

سامان باہر پڑا دھوپ میں جل رہا تھا۔ ظہر کی نماز بھی چلچلاتی دھوپ میں ادا کی گئی۔ جماعت کے امیر صاحب ذی شعور آدمی تھے۔ نماز کے بعد انہوں نے قاسمی صاحب کو سیرت النبیؐ کے موضوع پر بیان فرمانے کا حکم دیا۔

قاسمی صاحب نے واعظانہ انداز میں خطبۂ مسنونہ پڑھنے کے بعد سیرتِ نبوی کو کچھ ایسے خوب صورت انداز میں بیان کرنا شروع کیا کہ دور کھڑے لوگ جو ذوقِ تماشہ کی تسکین میں مصروف تھے۔ ذرا قریب ہوگئے۔ پھر مزید قریب ہوگئے اور پھر قریب ہوتے چلے آئے لیکن ابھی اُن کا انداز متجسسانہ تھا۔ گویا وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ تبلیغی جماعت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا ٹولہ ہے اور یہ مولوی بھی یقیناً حضورؐ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوگا۔ لیکن یہ اُن بے چاروں کو معلوم نہ تھا کہ مولوی عشقِ رسولؐ میں تڑپ رہا ہے اور حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کی غلامی

یں جان تک کا نذرانہ بھی پیش کر دے گا۔ ان کو تو اُن کے مذہبی رہنماؤں
لے تعصب کے اندھیروں میں رکھا تھا (اِس لئے کہ یہ اُن کی معاشی
مجبوری ہے) اب جب قاسمی صاحب نے حضور ختمی مرتبت کے حضور
عشق وعقیدت کے پھول نچھاور کرنا شروع کئے تو ان کی آنکھیں برسنے
لگیں اور وہ تسلی سے بیٹھ کر بیان سننے لگے۔

قاسمی صاحب بیان فرماتے رہے۔ لوگوں کی آنکھوں سے عقیدت
کے آنسو چھلکتے رہے۔ جب بیان ختم ہوا تو مطلع صاف ہو چکا تھا۔ تعصب
کے اندھیرے پر حقیقت کا نور غالب آگیا تھا۔ پھر چشم فلک نے یہ منظر
دیکھا کہ تھوڑی دیر پہلے جو لوگ سامان اٹھا اٹھا کر باہر پھینکنے کے علاوہ گندی
گالیوں سے نواز رہے تھے۔ وہی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے کوئی سپر روزہ لکھوا
رہا ہے تو کوئی نقد چلّے پر تیار ہو رہا تھا۔ اب انہی لوگوں نے اپنی ہاتھوں سے
سامان اٹھا کر مسجد میں رکھا اور جماعت والوں کے شدید انکار کے باوجود
بھی ان کا کھانا اپنے گھروں سے تیار کرا کے لائے۔ (اور شاید چک کے
نمبردار نے دعوت بھی کی تھی) واللہ اعلم بالصواب)

اِسی طرح کا ایک اور واقعہ "جبوکہ" نامی قصبہ میں بھی پیش آیا کہ
وہاں کے لوگ جو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اہلِ بدعت کے دامِ تعصّب
میں الجھ کر علماء دیو بند کو گستاخِ رسولؐ سمجھتے تھے۔ "قاسمی صاحب کی
صرف ایک تقریر سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ گویا مُرید ہو گئے اور سارا تعصّب
جاتا رہا۔

محفلِ حُسنِ قرأت

اوکاڑہ میں مولنا شہیدؒ "قاری ایثار" کے نام سے معروف تھے۔ جیساکہ

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ قدرت نے آپ کو "رس بھرا گلا" عنایت فرمایا تھا۔ کبھی کبھار مؤذن کی عدم موجودگی میں صورت میں آپ کی آواز گونجتی تو گھروں میں بیٹھی ہوئی بڑی بوڑھیاں اور چھوٹے بچے باہر نکل آتے تھے اور ایک شور سا برپا ہوجاتا تھا کہ قاری ایثار اذان دے رہا ہے۔
۱۹۸۹ء کے دوران جب آپ نے ماہِ رمضان المبارک میں گلشن آرائیں کی مسجد میں تراویح میں قرآنِ مجید سنایا تو عجب سماں پیدا ہوجاتا تھا۔ اس سے پہلے آپ نے ابتداءً صدیق نگر کی چھوٹی سی مسجد اور انوریہ مسجد میں بھی ماہِ رمضان المبارک میں تراویح سنائی تھیں۔ قرآن مجید آپ کو خوب خوب یاد تھا۔ خوش الحانی اور صحتِ تلفظ کے ساتھ تلاوت فرمایا کرتے تھے جس کی بدولت قرآن مجید، اللہ کی مقدس کتاب، سامعین کے رگ و ریشہ میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔
ایک بار محکمۂ اوقاف کی طرف سے ضلع اوکاڑہ میں محفلِ حسنِ قرأت کا انعقاد ہوا۔ "قاری ایثار" بھی اس محفل میں حصہ لے رہے تھے۔ جب آپ مقررہ مقام پر تشریف لے گئے تو جہانگیر نامی شیعہ مینجر کرسئ صدارت پر براجمان تھا جسے دیکھتے ہی مولانا کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آپ نے بڑی جرأت اور دلیری سے اعلان کر دیا کہ شیعہ قرآن مجید کا دشمن ہے۔ لہٰذا شیعہ مینجر کو کرسئ صدارت سے دور کیا جائے۔ کافی لے دے ہوئی لیکن آپ ڈٹے گئے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ شیعہ محفلِ قرأت کی صدارت کرے۔ بالآخر اس شیعہ کو محفل سے دفع ہونا پڑا۔ تب محفلِ قرأت کا آغاز ہوا۔ قاری محمد ایثار نے اس مقابلہ میں دوسرا انعام حاصل کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے پہلے بھی ایک سرکاری تقریب میں سامعین کے دلوں کو گرما کر

Scanned with CamScanner

اوّل انعام حاصل کیا تھا۔

تنظیمِ سپاہِ صحابہؓ

آپ نے قیام اوکاڑہ کے دوران نوجوان ذہن کو اپنا ہم نوا بنانے کی بھرپور کوشش کی اور کافی کامیاب رہے۔ آپ کا دینی ذوق نوجوانوں کے لئے متاثر کن تھا۔ نام کی مناسبت سے قدرت نے مولنا شہیدؒ کے دل و دماغ میں جذبۂ ایثار بھی کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔

اس حقیقت کا اندازہ اِس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار آپ نے جلسہ کرانے کا پروگرام بنایا، متعدد علماء کرام مدعو کر لیے گئے لیکن اخراجات پورے کرنے کے لئے رقم نہیں تھی تو آپ نے اپنی اھلیۂ محترمہ کے زیورات تک بیچ ڈالے اور جلسہ کرایا۔

اوکاڑہ کے جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر امیر عزیمت شہیدؒ کو آپ نے ہی اہلِ مدرسہ کی خواہش پر مدعو کیا تھا۔ جلسہ سے کچھ روز قبل اوکاڑہ کے ڈپٹی کمشنر نے مولانا حق نواز شہیدؒ کا نام سُن کر جلسے پر پابندی لگا دی۔ مولنا حق نواز شہیدؒ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے قاسمی صاحب سے کہا کہ آپ اپنے ڈپٹی کمشنر کو آگاہ کر دو کہ یہ جلسہ بہر صورت ہوگا۔ اور مولنا حق نواز جھنگوی کا خطاب بھی بہر صورت ہو کے رہے گا۔ ڈپٹی کمشنر کو یہ پیغام پہنچایا گیا تو وہ پریشان ہوگیا۔ اور افہام و تفہیم کی کوئی صورت نکالنے کے لئے قاسمی صاحب کو مذاکرات کی دعوت دی۔ جسے قاسمی صاحب نے قبول کر لیا۔

مذاکرات کے دوران ڈپٹی کمشنر نے کسی حد تک تند لہجہ استعمال

کرتے ہوئے کہا کہ امن وامان کو خطرہ ہے۔ آپ کسی اور مولنا صاحب کی تقریر کروالیں۔ مولنا حق نواز جھنگوی کی تقریر کی اجازت مشکل ہے۔ قاسمی صاحب نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ امن وامان انشاء اللہ برقرار رہے گا لیکن وہ نہ مانا۔ بالآخر آپ اُٹھ کر چلے آئے اور اس پر واضح کردیا کہ جلسہ ہر حالت میں پروگرام کے مطابق ہوگا۔

ضلع اوکاڑہ کا ایس پی آپ کا بے تکلف دوست تھا۔ آپ اُس کے پاس پہنچے اور کہا کہ تمہارے ڈی سی کا دماغ چل گیا ہے اور اُس نے ہمیں جلسے کی اجازت نہیں دی۔ میں تمہیں آگاہ کرنے آیا ہوں کہ اب یہ جلسہ ضرور ہوگا بعد میں بے شک جو چاہے کرلینا۔ اس پر ایس پی نے مداخلت کی اور اجازت دے دی گئی۔

مولنا حق نوازؒ شہید تشریف لائے اور زندگی کا یادگار ترین خطاب کیا۔ خطاب سے فارغ ہونے کے بعد مولنا حق نواز شہیدؒ نے "قاری ایثار" سے اوکاڑہ میں سپاہِ صحابہؓ کے کام کی کیفیت پوچھی۔ آپ نے کچھ یونٹ گنوائے اور کام کی کیفیت و نوعیت کے بارے میں بھی بتایا لیکن مولنا حق نواز شہیدؒ مطمئن نہ ہوئے اور جماعتی کام فوری طور پہ تیز تر اور منظم کرنے کا حکم دیا۔

دراصل اُس وقت تک "قاری ایثار" ہی کا نام سپاہِ صحابہؓ تھا۔ بعد میں الحمدللہ سپاہِ صحابہؓ نے اوکاڑہ میں کافی ترقی کی اور اِس وقت پورے ملک کی طرح اوکاڑہ میں بھی باقی تمام دینی و مذہبی جماعتوں سے بڑی اور منظم ہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کی ہدایت پر قاسمی شہیدؒ نے صوبہ پنجاب کے صدر ہونے کی حیثیت سے جماعتی کام زبردست تحریکی انداز میں شروع کردیا تھا۔ مختلف علاقہ جات میں تربیتی کنونشن منعقد کرواکر جماعت کو منظم کرنے کے لئے دن رات محنت کرنے لگے تھے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ چونکہ آپ کی صلاحیتوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ لہذا اب وہ اکثر اوقات قاسمی شہیدؒ کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلنے لگے۔

○

یہ فروری ۹۰ء کا مہینہ تھا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کو دوبئی سے کسی عقیدت مند نے ٹیلی فون پر آگاہ کیاکہ پاکستان، دوبئی اور ایران کے شیعوں نے انہیں قتل کر دینے کا منصوبہ بنالیا ہے اور ۲۰ء سے ۲۵ء فروری تک اُن پر قاتلانہ حملہ ہوگا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ تو پہلے ہی تاج شہادت سر پر سجانے کی خواہش میں جان ہتھیلی پر لئے پھر رہے تھے۔ انہوں نے دھمکیوں سے مرعوب ہونا سیکھا ہی نہ تھا۔ لہذا انہوں نے ڈھیلا پڑنے کی بجائے کام کی رفتار اور تیز کردی۔ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ ان کے دست و بازو تھے۔ انہیں ساتھ لیا اور مختلف علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے ۲۱ء فروری کو لاہور پہنچے۔ جہاں مولانا منظور احمد چنیوٹی بستر علالت پر ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ پروگرام کے مطابق اُن کی عیادت کی۔ فارغ ہوکر مولانا حق نواز شہیدؒ جھنگ عازم سفر ہوئے اور قاسمی شہیدؒ اوکاڑہ تشریف لے گئے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ سے ان کی یہ آخری ملاقات تھی۔ جھنگ کی دھرتی پر فرشتۂ اجل دیدہ و دِل فرشِ راہ کئے اُن کا منتظر تھا۔

Scanned with CamScanner

پانچواں باب

- جھنگ لہورنگ
- نائب سرپرستِ اعلیٰ
- وارثِ منبر و محراب
- قائدِ تحریک (جولائی ۹۰ء)

Scanned with CamScanner

"علامہ اقبال نے "ملّا" اور "مجاہد کی اذانوں" کا جو فرق بتلایا ، وہ یہی ہے کہ "ملّا" کی سُریلی اور رس بھری لوریاں مظلوموں کو تھپک تھپک کر سُلا دیتی ہیں اور پھر قوم ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر عافیت و راحت میں خوابِ خرگوش کے مزے لینے لگتی ہے جسے علامہ موصوف نے "طاؤس و رباب" کے نشے سے تعبیر کیا ہے۔

یہ نشہ گرم خون کو "فریزر" میں لگا کر ناکارہ کر دیتا ہے پھر قوم نسلوں در نسلوں جذبۂ عمل سے محروم ہو کر منت کش و تغافل ہو رہتی ہے۔ پھر عزتیں سرِ عام نیلام ہوتی ہیں پگڑیاں چوراہے کے بیچ تار تار ہوتی ہیں ، لیکن ـــــــ چونکہ قوم کی حِس مُردہ ہو چکی ہوتی ہے۔ عقل و شعور کی تہ میں تعفن پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ ـــــــ لہٰذا تنزلی قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔ ان حالات میں قوم کو تنزلی کی عمیق کھڈوں سے نکالنے کے لئے ایسے مردِ حُر کی ضرورت ہوتی ہے جن کی اذان کا آہنگِ پُرسوز قوم کے جذبۂ عمل کو بیدار کر کے ان کی مُردہ رگوں میں نئی زندگی کی روح پھونک دے۔ ایک ایسا مردِ مجاہد جو جھپٹنے پلٹنے اور پلٹ کر جھپٹنے کا فن جانتا ہو۔ جو اسے سالار ایثار القاسمی اس فن میں جھنگوی شہیدؒ کے شاگردِ رشید تھے!

Scanned with CamScanner

جھنگ لہو رنگ

۱۔ انسانیت کا قتل

۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کی رات ایک پُراسرار اور بھیانک رات تھی۔ انسانوں کی شکل میں چند بھیڑیئے جھنگ صدر کے محلہ پپلیانوالہ (موجود نام محلہ حق نواز شہیدؒ) میں احرار پارک کے گرد چکر لگا رہے تھے، اُن کے ذہنوں پر سشیطانت کا عفریت سوار تھا۔ اُن کے ہاتھوں میں انسانیت کے لئے موت کا سامان موجود تھا۔ وہ آج ایک انسان کی شکل میں پوری انسانیت کا خون بہانے آئے تھے، شرافت کے باغی اور حقائق کے منکر یہ بھیڑیئے ملک عزیز میں ایرانی شیطانی انقلاب کی درآمد میں ناکامی پر بوکھلاہٹ کا شکار تھے احرار پارک کے قریب ایک شادی کی تقریب تھی۔ جہاں شامیانے لگے ہوئے اور شادیانے بج رہے تھے۔ قریب ہی امیرِ عزیمت شیرِ اسلام علامہ حق نواز جھنگوی کا مکان تھا، رات کوئی آٹھ بجے کا عمل ہوگا۔ مولانا حق نواز جھنگوی اپنے ہمسایوں کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے گھر سے نکلے ہی تھے کہ ان درندوں نے ان کو جالیا۔ تڑاخ، تڑاخ، تڑاخ۔ احرار پارک کی فضا فائرنگ سے گونج اٹھی۔ بھیڑیئے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے۔ لوگ فائرنگ کی آواز سُن کر بھاگے۔ شیرِ اسلام مولانا حق نواز جھنگوی خون میں لت پت دھرتی پر لوٹ رہے تھے جبکہ قاتل دُم دبا کر بھاگ گئے تھے دو نوجوانوں نے آگے بڑھ کر شیرِ بسمل کو اُٹھا کر کار میں لٹایا اور ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر نے آکسیجن لگائی لیکن مولانا کی رُوح پرواز کر چکی تھی۔ ان کا وجود

ٹھنڈا ہوگیا تھا۔ وہ ساکت وجامد پڑے تھے۔ قدرت نے ہمیشہ کے لئے ان کی زبان بندی کا پروانہ جاری کر چکی تھی کہ اب زبان کا نہیں انکے بولنے کا وقت شروع ہوچکا تھا۔ جھنگ میں آہ و فغاں کا شور بلند ہوا اور پھر پھیلتا چلا گیا۔ ٹیلی فونز کے دل دھڑکنے اور لاؤڈ سپیکرز چیخنے لگے۔ جھنگوی شہیدؒ کا قتل معمولی سانحہ نہ تھا، جھنگ انتظامیہ نے فوراً شہر کی حدود میں کرفیو کا نفاذ کر دیا کہ یہ امن کی بیوہ کا گھر بسانے کی کاوش تھی۔

ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے

اوکاڑہ شہر میں نیو لکڑ منڈی کی جامع مسجد عثمانیہ کے خطیب مولانا غلام محمود انور کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے شیر اسلام کی شہادت کی خبر سن کر ٹھٹھک گئے۔ ریسیور کریڈل پر رکھا اور حواس باختہ ہوکر بھاگے۔ انہوں نے جاکر مولانا ایثار القاسمی کو یہ خبر سنائی تو مولانا یہ دردناک خبر سن کر فرطِ غم سے رونے لگے۔

یہ ایک فطری اَمر تھا۔ ایک ایسا سانحہ پیش آیا تھا جو دنیا بھر کے غیور مسلمانوں کے دلوں کو ہلا دینے کے لئے کافی تھا۔ مولانا ایثار القاسمی حساس نوجوان تھے۔ اگر رونے سے کچھ حاصل ہوتا تو شاید مزید روتے، مزید روتے لیکن جلد ہی سنبھل کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ گاڑی کرائے پر لی اور رات تین بجے کے قریب جھنگ روانہ ہوئے اور علی الصبح جھنگ پہنچ گئے۔ جمعیت علماء اسلام کے صوبائی امیر سید امیر حسین شاہ گیلانی اور سپاہ صحابہؓ ضلع اوکاڑہ کے صدر قاری غلام محمود صاحب انور بھی آپ کے ہمراہ تھے

۲۳ فروری ۹۰ء کا سورج طلوع ہوا۔ یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ ملک بھر میں ٹیلی فون کے ذریعے اس سانحہ کی اطلاع راتوں رات پھیل گئی تھی۔ سوگوار کارکن ملک بھر کے کونے کونے سے قافلہ درقافلہ جھنگ پہنچ رہے تھے۔ شام ۴ بجے اسلامیہ ہائی سکول کی گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا ہوئی تھی۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے مکان کے سامنے احرار پارک میں اور ادھر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال کے باہر سوگواروں کا ہجوم آہ و فغاں میں مصروف تھا۔ شہر کے مختلف حصوں سے دھوئیں کے بادل اُٹھتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اگرچہ سانحہ کے وقوع پذیر ہونے کے فوراً بعد ہی کرفیو نافذ کر دیا گیا تھا لیکن عوام کے بے پناہ جذبات کے ریلے نے کرفیو کی تمام تر پابندیاں خس و خاشاک کی طرح بہا ڈالی تھیں۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے شعبہ حادثات کے وارڈ کے دروازے پر سوگوار ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"مظلوم سُنّی نوجوانو! آج ہمارے بدترین دشمن نے ہمیں ایک بہت بڑے نقصان سے دوچار کر دیا ہے۔ ہمارے عظیم قائد مولانا حق نواز جھنگوی کا سینہ گولیوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ اور وہ جامِ شہادت نوش کر گئے ہیں۔ میں مجروح دل کے ساتھ آپ کے التماس کرتا ہوں کہ آپ صبر و تحمل سے کام لیں۔ جذبات پر قابو پائیں۔ شہر میں ہنگامے ہو رہے ہیں۔ کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے۔ ہم نے علامہ حق نواز شہیدؒ کے مقدس خون کا انتقام بہرحال لینا ہے۔ لیکن جوش سے نہیں ہوش سے۔ اگر ہم نے ہوش سے کام نہ لیا تو ہمارا مزید

Scanned with CamScanner

جانی نقصان ہوسکتا ہے۔ اور ہم اب کسی قسم کا نقصان نہیں برداشت کرسکتے۔ ہمارے ساتھی الیف آئی آر درج کروانے گئے ہوئے ہیں۔ انتظامیہ نے ہمارے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا ہے۔

لہٰذا میں آپ سے ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں کہ آپ صبر و تحمل سے کام لیں۔ ہم علّامہ شہیدؒ کے قاتلوں کو پہچان چکے ہیں اور ہم انشاءاللہ انتقام لیں گے۔ ظالموں سے انتقام لیا جائے گا۔ ابھی ہم مولٰنا شہیدؒ کا جسدِ مبارک لے کر آرہے ہیں۔ آپ تمام حضرات پُرامن جنازہ گاہ کی طرف تشریف لے چلیں۔"

تھوڑی دیر بعد شہید قائدؒ کا جسدِ مبارک آپ کے حوالے کردیا گیا۔ میّت ہسپتال کی ایمبولینس میں رکھی گئی تو سوگواروں کی آہ و بکا کی شدت میں اضافہ ہوگیا۔ قاسمی صاحب کی چشم پُرنم سے موتیوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے۔ ہجوم ایمبولینس سے چمٹا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے راستہ بنا۔ لوگ دھاڑیں مارتے ہوئے احرار پارک کی طرف دوڑے۔ جب شہیدؒ قائد کی لاش احرار پارک میں لائی گئی تو قیامت کا منظر تھا۔ دُور دور تک خواتین اپنے مکانات کی چھتوں پر چیخ و پکار کرتی نظر آرہی تھیں۔

میت احرار پارک میں لائی گئی۔ مولٰنا ایثار القاسمی اور مولٰنا عبدالغفور حقانی نے غسل دینے کی سعادت حاصل کی۔ کچھ دیر تک احرار پارک میں زیارت کے لئے رکھے رہنے کے بعد میت گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول کی گراؤنڈ

میں لے جائی گئی۔ جہاں دور دور تک انسانوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے یہ جھنگ کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ سوگوار اجتماع سے سید امیر حسین گیلانی، محمد یوسف مجاہد، مولانا ایثار القاسمی کے علاوہ حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے بھی خطاب کیا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا محمد مکی حجازی اور ملک بھر کے دیگر جید علماء کرام بھی موجود تھے نمازِ جمعہ کے بعد حضرت درخواستی نے شہیدؒ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس وقت ہلکی ہلکی بوندا باندی سی ہو رہی تھی۔ گویا فلک بھی صدمے میں آنسو بہا رہا تھا۔ نمازِ جنازہ سے فراغت کے بعد شہیدؒ کی میت تدفین کے لئے اُن کے دینی مدرسہ جامعہ محمودیہ میں لے جائی گئی۔ جہاں حافظ حسین احمد سینیٹر نے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مغرب سے کچھ دیر قبل تدفین عمل میں لائی گئی۔ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ اور اُن کے موجودہ جانشین حضرت مولانا محمد اعظم طارق اور دیگر احباب نے شہیدؒ کے جسدِ خاکی کو لحد میں اُتارا اور یوں عزم و استقلال کا یہ کوہِ گراں ہمیشہ کے لئے انسانی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

دستِ شفقت

امیرِ عزیمت شہیدؒ کی تدفین کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جھنگ میں امن وامان کی بحالی اور شہیدؒ قائد کے قاتلوں کی گرفتاری کا تھا۔ شہر میں ہنگامے ہو رہے تھے۔ قتل وغارت کا بازار گرم تھا۔ "قائد شہیدؒ کی شہادت کے تھوڑی دیر بعد ایک معصوم بچہ آصف ندیم بھی جھنگ سٹی میں مخالفین کی بربریت کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش کر چکا تھا۔ دکانیں لوٹی جا رہی تھیں اور مکانات نذرِ آتش ہو رہے تھے۔ جھنگ میں ہر طرف دھوئیں کے

بادلوں نے گھیرا ڈالا ہوا تھا، مولانا ایثار القاسمی سینے میں غموں سے بوجھل دل لئے کارکنوں کو دلاسہ دے رہے تھے۔ اُن کے سروں پر دستِ شفقت رکھ رہے تھے۔ بلاشبہ یہ بڑے صبر آزما لمحات تھے۔ کارکن دھاڑیں مار مار کر روتے اور اپنے روحانی باپ اور شفیق قائد کو اپنے درمیان نہ پاکر آہ وزاری میں مصروف ہوجاتے۔ کئی نوجوان اِس صدمے کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہو ہوکر گر رہے تھے۔

جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا اشتعال جوش وجنون کی صورت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ نوجوانوں کا گریبان چاک ہجوم مرنے مارنے پر تُلا ہوا تھا۔ جامع مسجد حق نواز سے احرار پارک تک سوگواروں کا جمِ غفیر موجود تھا جھنگ کی نوکرشاہی نے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے چوبیس گھنٹے کی مہلت مانگی ہوئی تھی۔ لیکن نوجوانوں کا احساسِ محرومی انہیں بے چین کئے جا رہا تھا۔ موقع پر موجود علماء کرام کارکنوں کو حوصلہ دلاتے اور صبر وتحمل کے ساتھ پُرامن رہنے کی تلقین کرتے۔ چونکہ کارکن مغلوب الحال ہو چکے تھے لہٰذا ایسی نصیحتوں کو غداری اور بزدلی پر محمول کرنے لگتے۔

وہ آگے بڑھے

اچانک ایثار القاسمی آگے بڑھے، اُن کا چہرۂ مغموم رعب و جلال سے معمور تھا۔ اگرچہ اُن کے دل کی دُنیا میں غم و اندوہ کے جھکڑ چل رہے تھے مگر یہ اُن کی قائدانہ صلاحیت تھی کہ فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے سوگواروں کے ہجوم پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی۔ انہیں آرام سے بیٹھ جانے کو کہا اور خود ان کے درمیان کھڑے ہوئے۔ اُن کے لہجے میں غموں کی ٹیس مگر چہرے پر

عزم و استقلال کی پرچھائیاں تھیں ۔ اچانک فصاحت و بلاغت کا سورج چمکا اور شعلہ نوائی کی گھن گرج سنائی دی ۔

وہ کہہ رہے تھے ۔

" دوستو! صبر سے کام لو ، حالات کا تقاضا ہے کہ ہمیں پُرامن رہنا چاہیئے ۔ انتظامیہ نے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے جو مہلت مانگی تھی اُس کے ختم ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی ہے ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وقتِ مقررہ تک قاتل گرفتار نہ کیئے گئے ، تب ہم جلوس نکالیں گے اور اب ہمارے جلوس کا انداز وہ نہ ہوگا ۔ جو پہلے ہوا کرتا تھا ۔ پہلے ہم گریبان کھول کر چلا کرتے تھے ۔ اب ہم کلاشنکوفیں لے کر چلیں گے ۔ پہلے ہم گولیاں کھانے کو چلا کرتے تھے اب ہم دشمن کے سینے سے لہو نچوڑلیں گے ۔ میں تمہیں خود لے کر چلوں گا ، تمہارے آگے آگے چلوں گا ۔ ہم اِس مقدس خون کا زبردست انتقام لیں گے ۔ جھنگ کی دھرتی پر اب جھنگوی شہید کے وارث ہی رہیں گے ۔ دشمنوں پر یہ زمین تنگ کردی جائے گی ۔ نوکرشاہی کان کھول کے سن لے ۔ ہمیں وقتِ مقررہ تک قاتلوں کی بہر صورت گرفتاری مطلوب ہے ۔ بصورتِ دیگر تمہاری کمین گاہوں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردیا جائے گا ، کارکنوں کو جھنگوی شہیدؒ کے گرم لہو کا واسطہ دے کر کہتا ہوں آرام سے بیٹھ جاؤ "

مولانا ایثار القاسمی کی زبان سے نکلے ہوئے یہ چند جملے کام کر گئے ۔ مشتعل

کارکنوں نے سر جھکا دیا اور گویا دل ہی دل میں مولانا ایثار القاسمی کو اپنا قائد تسلیم کرتے ہوئے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

شہید قائدؒ کے قتل کے آلۂ کار افراد کو جھنگ پولیس بروقت گرفتار کرنے میں کامیاب رہی۔ خدانخواستہ اگر ایسا نہ ہوتا تو جھنگ کی دھرتی پر بے تحاشہ خون خرابا ہونا قطعی اور یقینی امر تھا۔

قاسمی صاحب نے حالات کو جس احسن انداز میں کنٹرول کیا، یہ انہی کا حصہ تھا۔ آپ نے اس عظیم سانحہ کے بعد جھنگ میں ہی رہائش اختیار کئے رکھی۔ ابتداء میں کچھ راتیں آپ نے سپاہ صحابہؓ کے دفتر میں ہی بسر کیں۔ بعدازاں جب جماعت نے آپ کی جھنگ میں مستقل رہائش کا فیصلہ کیا تو آپ جناب گلزار چشتی صاحب کے ہاں مقیم ہو گئے اور تقریباً ساڑھے پانچ ماہ تک وہیں مقیم رہے۔

انتخاب جانشین اور سپاہ صحابہؓ کی سرپرستی

قاتلوں کی گرفتاری کے بعد سب سے بڑا مسئلہ شہید قائدؒ کے جانشین کا انتخاب تھا۔ قائدؒ کے دستِ راست اور سپاہ صحابہؓ صوبہ پنجاب کے سرپرست مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی بنگلہ دیش کے تبلیغی دورے پر گئے ہوئے تھے۔

خطیبِ پاکستان مولانا ضیاء القاسمی جنہوں نے ہر مشکل وقت میں شہید قائدؒ کی دل جوئی کی تھی انگلینڈ کے دورے پر تھے۔ ان ہر دو حضرات کی عدم موجودگی میں کچھ حضرات نے جانشین کے انتخاب کی بات

چھیڑی تو مولٰنا ایثار القاسمی نے انہیں سختی سے منع کردیا اور کہا کہ جب تک دونوں حضرات تشریف نہیں لے آتے، جانشین کا انتخاب بے اصل اور بے معنی ہے۔ نیز یہ جلد بازی جماعت کے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ لہٰذا آپ حضرات بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں۔ شہید قائدؒ کی جدائی ہمارے لئے قدرت کی طرف سے بہت بڑا امتحان ہے اس وقت جب کہ پورے ملک بلکہ پوری دنیا کی نگاہیں اس مسئلہ پر لگی ہوئی ہیں ہمیں کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا چاہیئے جو بعد میں پریشانی کا باعث ہو۔

مولٰنا ضیاء الرحمٰن فاروقی مدظلہٗ العالی کو بنگلہ دیش میں جونہی مولٰنا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کی خبر پہنچی۔ آپ فوراً سارے کے سارے پروگرام منسوخ کرکے وطن تشریف لائے۔

مولٰنا ضیاء القاسمی صاحب بھی تھوڑے دنوں بعد حجازِ مقدس میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہونے اور عمرہ کی ادائیگی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وطن پہنچے اور جماعتی احباب کے مشورہ سے مورخہ ۶ مارچ کو جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں مرکزی عاملہ ومجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرلیا گیا۔ اسی اجلاس میں سرپرست اعلیٰ کا انتخاب ہونا تھا۔

چونکہ امیرِ عزیمتؒ کی شہادت کے بعد مولٰنا ایثار القاسمی نے ہی بروقت پہنچ کر حالات کو کنٹرول کیا تھا اور کارکنوں کو سنبھالا تھا۔ لہٰذا ایک بار پھر کچھ حضرات نے آپ کی توجہ ان خدمات کی طرف مبذول کراتے ہوئے گویا آپ کو اکسانے کی کوشش کی کہ گویا آپ ہی جانشینی کے اولین حقدار ہیں لہٰذا ہم آپ کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ اپنا نام سرپرستی کے لئے پیش کریں۔

مولانا یہ سن کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا واللہ! میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا اور نہ ہی اپنا نام بطور اُمیدوار پیش کرنے پر رضامند ہوں۔ میرے خیال میں تو ایک ہی شخصیت اس منصب کی حقدار ہے اور وہ شخصیت مولانا فاروقی صاحب کی ہے لہٰذا میں انہی کی حمایت کروں گا۔ آپ مجھے کسی اور لائن پر لگانے کی بجائے پُرخلوص طریقے سے اس اہم مسئلہ کو حل کرنے میں تعاون فرمائیں۔

O

مورخہ ۶ مارچ ۱۹۹۰ء کو بعد نمازِ ظہر سپاہِ صحابہؓ کے مرکزی دفتر جامع مسجد حق نواز شہیدؒ جھنگ صدر میں سرپرستِ اعلیٰ کا انتخاب ہونا تھا۔ سرپرستِ اعلیٰ کے منصب کے لئے دو نام پیش ہوئے۔

۱۔ خطیبِ پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب آف فیصل آباد

۲۔ مؤرخِ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی آف سمندری

اوّل الذکر مولانا ضیاء القاسمی صاحب بلاشبہ صاحبِ فراست عالم اور مولانا حق نواز شہیدؒ کے معاونِ خصوصی تھے۔ لیکن چونکہ اُن کی خدمات شخصی اور انفرادی تھیں۔ علاوہ ازیں وہ سپاہِ صحابہؓ کے باقاعدہ رکن بھی نہیں تھے۔

جبکہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب بصیرت، صاحبِ علم اور صاحبِ قلم شخصیت تھے۔ وہ سپاہِ صحابہؓ کے باقاعدہ رکن، صوبہ پنجاب کے سرپرستِ اعلیٰ اور مولانا حق نواز شہیدؒ کی اسیری کے دوران متعدد مرتبہ قائم مقام سرپرستِ اعلیٰ بھی رہ چکے تھے۔ علاوہ ازیں متعدد مرتبہ سپاہِ صحابہؓ کے سٹیج سے گرفتار ہو کر پسِ دیوارِ زنداں بھی کچھ عرصہ گزار چکے تھے۔ لہٰذا ملک بھر

Scanned with CamScanner

سے آئے ہوئے علماء کرام اور عمائدین سپاہ صحابہؓ نے بھاری اکثریت سے انہیں سرپرستِ اعلیٰ منتخب کرلیا۔ مولانا ایثار القاسمی کی بھرپور حمایت بھی آپ کو حاصل رہی۔ یوں احباب کے پُرخلوص تعاون سے ایک اہم ترین مسئلہ نہایت ہی خوش اسلوبی سے حل ہوا۔

مولانا فاروقی مولانا حق نوازؒ شہید کی شہادت کے بعد عوام کی پُرجوش حمایت کے اٹھتے ہوئے طوفان کی تیزی کو بھانپ گئے تھے لہٰذا انہوں نے سرپرستِ اعلیٰ کا منصب سنبھالتے ہی گوشۂ گمنامی میں چھپے ہوئے باصلاحیت اور اہم ترین افرادِ کار کو میدان میں لانے اور ایرانی انقلاب کے بڑھتے ہوئے شیطانی عفریت سے دو، دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

عوام کو اعتماد میں لینے کے لئے ۱۶ مارچ کو مینارِ پاکستان کے زیرِ سایہ دفاعِ صحابہؓ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر کے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کی بھرپور تیاری شروع کردی۔ یہ کانفرنس مولانا حق نواز شہیدؒ کی دلی تڑپ تھی جو اُن کی حیاتِ مستعار میں پوری نہ ہوسکی لیکن اُن کے جانشینِ اوّل نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صرف دس دن کے وقفہ میں پوری کر دکھائی۔

فاروقی صاحب نے سپاہِ صحابہؓ کی تنظیم نو پر خصوصی توجہ دی، اور مولانا حق نواز شہیدؒ کے مقدس مشن کی وسیع پیمانے پر اشاعت کے لئے گویا اپنے آپ کو ناکافی خیال کرتے ہوئے سپاہِ صحابہؓ کے آئین میں فوری ترمیم کے ذریعے نائب سرپرستِ اعلیٰ کا عہدہ مقرر کرکے شعلہ بیان مقرر مولانا ایثار القاسمی کو اس عہدے کے لئے نامزد کیا اور ساتھ ہی مولانا ایثار القاسمی کو مولانا حق نواز شہیدؒ کی جامع مسجد کے منبر و محراب سے خطابت کے جوہر دکھانے

Scanned with CamScanner

کا موقع فراہم کیا۔

وارثِ منبر و محراب

جامع مسجد حق نواز شہیدؒ کی انتظامیہ کے فیصلے اور سرپرستِ اعلیٰ مولٰنا فاروقی کے حکم پر ۱۵ مارچ ۹۰ء کو مولٰنا ایثار القاسمی نے جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں خطابت کا آغاز فرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ خطابت کی بلندیوں کی جانب محوِ پرواز ہوئے۔

آپ کی خطابت میں مولٰنا حق نواز شہیدؒ کی خطابت کا انداز جھلکتا تھا۔ وہی ٹَب لہجہ، وہی گھن گرج، وہی طرزِ استدلال اور وہی حرکات و سکنات، جوشِ خطابت میں مولٰنا حق نواز شہیدؒ کی طرح رومال مائیک پر ٹانک دیتے اور آستینیں چڑھا کر شُستہ، شگفتہ اور برجستہ الفاظ کی تیز دھاری تلوار سے دشمنانِ دین کے کلیجے چیرا کرتے اور مزے کی بات یہ کہ آپ کا یہ انداز نقالی نہیں بلکہ فطری معلوم ہوتا تھا۔

یقیناً آپ مولٰنا حق نواز شہیدؒ کا عکسِ جمیل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سامعین مسحور ہو کر بے اختیار نعرہ بلند کرتے۔

قاسمی تیرے روپ میں
جھنگویؒ کی تصویر ہے

علّامہ اقبال مرحوم نے مُلّا اور مجاہد کی اذان کا جو فرق بتلایا ہے وہ یہی ہے کہ مُلّا کی سُریلی اور رس بھری لوریاں مظلوموں کو تھپک تھپک کر سلا دیتی ہیں اور پھر قوم بھی مُلّا کی طرح عافیت و راحت میں خواب خرگوش کے مزے لینے لگتی ہے۔ جیسے علّامہ موصوف نے طاؤس و رباب

کے نشے سے تعبیر کیا ہے۔ یہ نشہ گرم خون کو فسر تبع ہیں لگا کہ ناکارہ کر دیتا ہے۔ پھر قوم نسل در نسل جذبۂ عمل سے محروم ہو کر منت کش تغافل ہو رہتی ہے۔ پھر عزتیں سرِ عام نیلام ہوتی ہیں۔ پگڑیاں چوراہے کے بیچ تار تار ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ قوم کی حس مُردہ ہو چکی ہوتی ہے۔ عقل و شعور کی تہہ میں تعفن کی بھبھک پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ لہٰذا تنزلی قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔ ان حالات میں قوم کے مقدر کو تنزلی کے عمیق گھڑوں سے نکال کر ترقی کی بلندیوں تک لے جانے کے لئے ایسے مردِ مجاہد کی ضرورت ہوتی ہے جس کے عزائم کی پختگی نے اس کے دل و دماغ اور اعصاب میں فولادی طاقت بھر دی ہو۔ جس کا مذہب اس کی نفسیات کا جزو بن چکا ہو اور وہ مذہب کی خاطر جینے اور مذہب ہی کی خاطر مر مٹنے کی تڑپ رکھتا ہو۔ جسے راہِ حق کی سنگلاخ چٹانوں کے نوکیلے پتھر ریشم کے قالینوں سے زیادہ نرم و گداز محسوس ہوتے ہوں۔ جو قوم کے مردہ دلوں کو پیغام مسیحائی سنا کر کٹھن سے کٹھن حالات میں جینے کا ڈھنگ سکھائے جس کی اذان کا آہنگ پُرسوز جذبۂ عمل کو بیدار کرتا اور کفر کے محلات میں صورِ اسرافیل کی طرح گونجتا چلا جائے۔ وہ مردِ حُر جھپٹنے، پلٹنے اور پلٹ کر جھپٹنے کا فن جانتا ہو۔

جوان سال ایثار القاسمی اس فن میں جھنگوی شہیدؒ کے شاگردِ رشید تھے اور مذکورہ بالا تمام خوبیوں کا مُرقع تھے۔ قدرت نے ان کے لب و لہجہ میں بلا کی تاثیر رکھی تھی۔ انہوں نے خُداداد حُسنِ سیرت کے باعث لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا ڈالا تھا۔ کارکن آپ کے اشارے پر جانوں کے نذرانے پیش کرنے کو تیار رہتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ جینے کا ڈھنگ

سیکھنے کے لئے نظریاتی لوگ مرنے کی اداؤں سے کبھی صَرفِ نظر نہیں کیا کرتے۔ انہیں آبروئے دین پر مَر مٹنے کا سبق جھنگوی شہیدؒ نے پڑھایا تھا تو ایثار القاسمی بھی اُنہی کی مسند کے وارث تھے۔ غیر اللہ کا خوف انہیں کبھی چھو کر بھی نہ گذرا تھا۔ حق گوئی ان کا وَرثہ تھا جسے انہوں نے ہر حال میں بے آبرو ہونے سے بچایا۔ کتمانِ حق کے مجرم کو وہ حضورؐ اکرم کے فرمان کے تحت گونگا شیطان سمجھتے تھے۔ اُن کی زبان قلندرانہ طریق کے مطابق ہمیشہ ضمیر کی ترجمان رہی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ایک اعلیٰ سرکاری میٹنگ میں جھنگ کے مسئلہ امن وامان پر گرما گرم بحث کے دوران اس مسئلہ کی ذمہ داری سپاہِ صحابہؓ پر ڈالتے ہوئے جھنگ کی سابقہ ایم این اے "عابدہ حسین" نے کہا کہ "سپاہِ صحابہؓ کے چھوکروں نے امن وامان برباد کر رکھا ہے"۔ تو قاسمی صاحب فوراً کھڑے ہوئے اور ٹیبل پر اُن کے لگے ہوئے مُکے کی صدائے بازگشت پورے ہال میں گونج اُٹھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"خبردار! چھوکری! تمہیں میرے جاں نثار کارکنوں کو "چھوکرے" کہہ کر ان کی توہین کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تم شاہ جیونہ ہاؤس میں نہیں بلکہ ڈی سی آفس میں بیٹھی ہوئی ہو سنبھل کر بات کرو"

عابدہ حسین کے طوطے اُڑ گئے۔ اُسے جھنگوی شہیدؒ کی مسند کے وارث نے دن کے تارے دکھا دیئے تھے۔

Scanned with CamScanner

نائب سرپرست اعلیٰ،

مورخہ ۹ اپریل ۱۹۹۰ء کو سپاہِ صحابہؓ کے مرکزی ہیڈکوارٹر جامع مسجد حق نواز شہیدؒ جھنگ صدر میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی زیرِ صدارت سپاہِ صحابہؓ پاکستان کی مرکزی مجلسِ عاملہ کا پہلا باضابطہ اجلاس منعقد ہوا جس میں تنظیمی پالیسی کے بارے میں اہم ترین فیصلے کئے گئے۔ اور مولانا ایثار القاسمی کی بھرپور صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں نائب سرپرستِ اعلیٰ کے منصب سے نوازے جانے کے فیصلہ کی توثیق کی گئی۔

سپاہِ صحابہؓ کی تنظیمِ نو

جھنگوی شہیدؒ کی ذات والا صفات سپاہِ صحابہؓ کے قیام سے سانحۂ شہادت تک کچھ اس طرح منظر پر چھائی رہتی تھی کہ اُن کی موجودگی میں اُن کے علاوہ عوام کی نظر کسی دوسرے پر ٹکتی ہی نہیں تھیں۔ بڑے بڑے جید علماء کرام موجود تھے۔ خطباء حضرات کی تعداد شمار سے بھی باہر تھی۔ ایسے ایسے خطباء حق کی زبان گوہر فشاں سے ہر وقت علم و آگہی کے انمول موتی جھڑتے تھے (لیکن انہیں وطن کی مٹی کبھی راس نہیں آئی تھی) ایسے ایسے خطباء جو اکثر یورپین ممالک میں "تبلیغ اسلام" پر کمربستہ رہتے تھے۔ اور ایسے ایسے خطباء بھی بکثرت موجود تھے جو ایک ایک تقریر کے تین تین ہزار روپے وصول کرنا اپنا مذہبی حق سمجھتے تھے۔ عوام نے جھنگوی شہیدؒ جیسے بے لوث مجاہد کے حسنِ کردار سے متاثر ہوکر ایسے "خودی

فروخت، گروپوں اور مذہبی گلوکاروں کو ملک بھر میں ناک آؤٹ کر دیا تھا۔ جھنگوی شہیدؒ آئے تو کیا آئے کہ آتے ہی چھا گئے اور چھاتے ہی چلے گئے۔ اُن کی شہادت کے وقت سپاہِ صحابہؓ کے بے شمار یونٹ ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔

اب جب وہ شہید ہوئے ان کی جدائی کے صدمے نے ہر حساس دل میں درد کی گہری ٹیسیں پیدا کر دی تھیں۔ اب عوام کی نظریں آپؒ کے جانشینوں کی طرف اٹھیں۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے وقت کی پیشانی پر لکھی تحریر پڑھ لی تھی۔ لہٰذا ہر دو حضرات نے وقت ضائع کئے بغیر اپنے فرائض کی بجا آوری میں دن رات ایک کر دیا۔ اور ملک بھر کے طوفانی دَورے کئے۔ سپاہِ صحابہؓ کی صفیں مضبوط کیں۔ ہر ہر شہر اور ہر ہر گاؤں میں یونٹ قائم کرائے اور کارکنوں کو سہارا دیا۔ قاسمی شہیدؒ نے جماعتی پالیسی کے تحت اپنی نظریں زیادہ تر جھنگ کے عوام کی طرف مرکوز رکھیں۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک مرکز مضبوط نہ ہو تو شاخیں ہرگز مضبوط نہیں ہو سکتیں۔

قاسمی شہیدؒ گاؤں گاؤں پھرے۔ عوام کو ظالم جاگیرداروں کے جال سے باہر نکلنے اور مظلوموں کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔ دیہاتی لوگوں کو عزت اور غیرت سے جینے کا سبق دیا۔ بڑے بوڑھوں کو اپنی محفل میں عزت بخشی۔ اور نوجوانوں کو زندہ قوم ہونے کا احساس دلایا۔

آپؒ کے کردار اور حُسنِ سلوک کی وجہ سے عوام نے بھی آپ کو زبردست پزیرائی بخشی۔ لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ نوجوان اپنے شہیدؒ قائد کے خلا کو نہایت ہی احسن انداز میں پُر کر دے گا۔ اور آپ لوگوں کی توقعات

Scanned with CamScanner

پر پڑے اتر رہے تھے۔

۱۱ احتجاجی تحریک

امیرِ عزیمت شہیدؒ کی شہادت کے بعد سے سپاہِ صحابہؓ پر ہونے والے مظالم میں سرکاری سطح پر اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا جنہیں بند کرانے کے لئے ٹھوس حکمتِ عملی اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔

لہٰذا ۲۴ر جون ۱۹۹۰ء بروز اتوار ملتان میں سپاہِ صحابہؓ کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کی سازش بے نقاب کرنے، صوبہ پنجاب بالخصوص جھنگ میں سپاہِ صحابہؓ کے ہزاروں کارکنوں پر بے بنیاد مقدمات کے خاتمے، گرفتار کارکنوں کی رہنمائی۔ دشمنانِ صحابہؓ کے غلیظ لٹریچر کے خلاف مؤثر لائحہ عمل اختیار کرنے اور ۲۳ مارچ کو جھنگ میں ہونے والے بم دھماکہ کے باقی ماندہ ملزمان (یاد رہے کہ اس بم دھماکہ میں ۱۳ مسلم نوجوان شہید اور ۱۲ نوجوان شدید زخمی ہو گئے تھے) کی گرفتاری کے لئے جدوجہد جیسے اہم امور زیرِ بحث آئے۔ اور حکومتِ پنجاب کے خلاف یکم جولائی سے احتجاجی تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا۔

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی مدظلہٗ کو سعودی عرب کی وزارتِ حج واوقاف کی طرف سے زیارتِ حرمین شریفین اور ادائیگیٔ حج کی دعوت ملی تھی اور وہ ماہِ جون کے آخر میں ہی حجازِ مقدس کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔ لہٰذا اُن کی عدم موجودگی میں مولانا ایثار القاسمی کو قائم مقام سرپرستِ اعلیٰ اور احتجاجی تحریک کا نگران مقرر کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

علاوہ ازیں سابق مرکزی نائب صدر قاری منور حسین، موجودہ مرکزی نائب صدر مولانا سلطان محمود ضیاء اور جناب محمود اقبال سیکرٹری پنجاب بھی ایکشن کمیٹی میں شامل کئے گئے۔ ~~یکم جولائی سے باقاعدہ طور پر تحریک کا آغاز ہونا تھا۔~~

وزیراعلیٰ کی فتویٰ دانی

اسی اثناء میں وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر نواز شریف (جن کی وزارت عظمیٰ بھی اس وقت آنجہانی ہو چکی ہے) کا ایک اخباری بیان مورخہ ۲۷ جون بروز بدھ کے اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا کہ:

"شیعہ مسلمان ہیں اور جو مسلمانوں کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو کافر بناتا پھرے"۔

مسٹر نواز شریف کے اس بیان نے جلتی پر تیل کا کام دکھایا۔ ملک بھر میں سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کے دل جو پہلے ہی قائد کی جدائی سے مجروح تھے۔ اس بیان پر مزید اور شدید زخمی ہوئے۔ اندر ہی اندر

اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ مسٹر نواز شریف کی زبان پر ایران کا شیطان بول رہا تھا وگرنہ موصوف کو سوچنا چاہیئے تھا کہ جس بدباطن فرقہ کی چاپلوسی میں بیان داغا جا رہا ہے اس کی اخلاقی، سماجی اور شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس نے دینِ اسلام کو کب اور کس موڑ پر رسوا کرنے کی بھونڈی سازش نہیں کی۔ خدا، رسولؐ، قرآن، حدیث، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں سے کون سی ایسی چیز باقی ہے کہ مسٹر نواز شریف کے ممدوح فرقہ نے اس کا غلط تصور پیش کر کے

Scanned with CamScanner

اُس کی حیثیت کو مجروح نہیں کیا، اصحابؓ و ازواجؓ رسولؐ کے خلاف ہرزہ سرائی اور شب و روز سبّ و شتم جس فرقہ کا وطیرہ ہو، مسٹر نواز شریف کو بہرحال اس کی وکالت کا حق نہیں پہنچتا تھا۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے اِس بیان پر ملک کے طول و عرض میں اشتعال کی لہر پیدا ہوئی اور بڑے بڑے شہروں میں احتجاجی مظاہرے بھی ہوئے۔ سپاہ صحابہؓ کے قائم مقام سرپرست اعلیٰ مولانا ایثار القاسمی نے موصوف کی فتویٰ والی کی اِس رطوبت کے اخراج کا زبردست نوٹس لیا اور ہر تقریر میں شیعہ ملاؤں کی کتب سے قابلِ اعتراض عبارات کے ذریعے اُن کے کفر کو ثابت کیا۔

گرفتاریوں کا آغاز

مورخہ یکم جولائی ۱۹۹۰ء کو لاہور سے احتجاجی تحریک کا آغاز ہوا اور دو، دو کارکن ریگل چوک سے رضاکارانہ طور پر گرفتاریاں پیش کرنے لگے۔ احتجاجی تحریک آہستہ آہستہ زور پکڑتی گئی۔ لاہور کی فضائیں حُبِّ صحابہؓ رحمت اللہ کے نعروں سے گونجنے لگیں اور بہت جلد ایک طوفان سا برپا ہو گیا۔ سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ تحریک چلتے چلتے جب سترہویں دن میں داخل ہوئی تو بیسیوں کارکن گرفتار ہو چکے تھے۔ ۱۷ جولائی کے مظاہرے کے اختتام پر اگلے روز وزیراعلیٰ ہاؤس کا گھیراؤ کرنے کا اعلان کیا گیا۔

اعلان کے مطابق ۱۸ جولائی سہ پہر ۴ بجے جامع مسجد شہداء میں احتجاجی اجتماع منعقد ہوا جس کے بعد جلوس نکلنا تھا۔ جلوس سے قبل ہی

لاہور پولیس نے مولنا الیاس فاروقی، گوگا پہلوان اور ایک اور کارکن کو اغوا کر لیا۔

حسب پروگرام آج سپاہ صحابہؓ کے پُرامن احتجاجی جلوس کی قیادت قائم مقام سرپرستِ اعلیٰ مولنا ایثارالقاسمی کر رہے تھے۔ جلوس میں شامل ہزاروں مظاہرین کو وزیراعلیٰ ہاؤس پہنچنے سے روکنے کے لئے صوبائی دارالحکومت کی انتظامیہ اور ہزاروں پولیس اہلکاروں نے گورنر ہاؤس سے جی پی او تک شاہراہِ قائداعظم کو رکاوٹیں کھڑی کر کے بلاک کر دیا۔ یہ سلسلہ سہ پہر چار بجے سے شام سات بجے تک جاری رہا۔ جس کے باعث شاہراہِ قائداعظم اور اس سے منسلک دونوں اطراف کی سڑکوں پر بھی ٹریفک بلاک رہی۔

جلوس مولنا ایثارالقاسمی کی قیادت میں فیصل چوک پہنچ کر جلسے میں تبدیل ہوگیا جہاں پر دیگر مقررین کے علاوہ مولنا ایثارالقاسمی نے اپنے مطالبات دہرانے کے بعد حکومت کو وارننگ دیتے ہوئے فرمایا۔

"جھنگوی شہیدؒ کے پروانے اپنے قائد کے خون کا حساب مانگتے ہیں۔ مولنا حق نواز شہیدؒ کے قاتل وزیراعلیٰ کی پناہ میں ہیں، اگر پنجاب حکومت نے تین دن کے اندر ہمارے مطالبات کو تسلیم نہ کیا تو سپاہِ صحابہؓ کے ہزاروں سربکف کارکن بہت بڑا احتجاجی جلوس نکالیں گے جس کے پُرامن رہنے کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔ اس سے قبل کہ حالات خراب ہوں حکومت کو عقل سے کام لینا چاہیئے۔ علاوہ ازیں ہمارے جن دو کارکنوں کو پولیس نے بلاجواز گرفتار کیا ہے جب تک انہیں

رہا کر کے ہمارے پاس نہ پہنچایا جائے گا ہم یہاں سے نہیں ۱۔
ہٹیں گے"۔

مولانا ایثار القاسمی کے حکم پر کارکن دھرنا مار کر چوک میں بیٹھ گئے جس کے نتیجہ میں پولیس نے مولانا محمد الیاس فاروقی اور گوگا پہلوان وغیرہ کو رہا کر دیا۔ اور کارکن پُرامن طور پر منتشر ہو گئے۔

احتجاجی تحریک عروج پر تھی۔ تمام خفیہ ایجنسیاں حکومت کو خطرناک نتائج سے آگاہ کر رہی تھیں۔ مدینہ منورہ سے سپاہ صحابہؓ کے قائد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے ٹیلی فون پر مولانا ایثار القاسمی کو ہدایات دیں کہ اگر ایک ماہ تک مطالبات پورے نہ ہوں تو تحریک کا دائرۂ کار پورے ملک میں پھیلا دیا جائے۔ اب حکومت کو فکر لاحق ہوئی اور مذاکرات کی پیش کش کی گئی۔

تحریک کے ۲۲ ویں روز صوبائی وزیر صحت ملک سلیم اقبال اور وزیر مال ارشد لودھی کے ذریعہ ہونے والے رابطہ میں طے ہوا کہ مذاکرات براہ راست وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف سے ہوں گے۔

مورخہ ۲۴ جولائی کو مذاکرات کی میز لگی۔ حکومت کی مذاکراتی ٹیم میں میاں نواز شریف، ملک سلیم اقبال، ارشد لودھی اور بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا سید عبدالقادر آزاد سربراہ امن کمیٹی صوبہ پنجاب تھے۔

سپاہ صحابہؓ کی طرف سے مولانا ایثار القاسمی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، قاری منور حسین آف لیہ اور طارق افضال چوہدری نے مذاکرات میں حصہ لیا۔ خوب لے دے ہوئی۔ بالآخر وزیر اعلیٰ پنجاب نے مندرجہ ذیل مطالبات تسلیم کر لئے۔

۱۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کی مکمل تحقیقات سے آگاہ کرنے اور اصل سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے ماہِ اگست کے پہلے عشرہ تک کی مہلت۔

۲۔ فوری طور پر قتل کے علاوہ ۲۵۰ مقدمات کی واپسی اور تمام گرفتار کارکنان کی رہائی۔

۳۔ جھنگ میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کے بعد آتش زدگی اور دیگر نقصانات کے ازالہ کے لئے پچاس لاکھ روپے کی متاثرین میں تقسیم۔

۴۔ فریقین کی جانب سے امن وامان برقرار رکھنے اور کسی قسم کی تخریب کاری سے اجتناب کی مکمل یقین دہانی۔

۵۔ قابلِ اعتراض لٹریچر کی فوری ضبطی کے اعلان کے ساتھ ساتھ مصنفین کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

مذکورہ معاہدے کی وجہ سے سپاہ صحابہؓ کے چودہ ہزار کارکنوں کے خلاف قائم ہونے والے بے بنیاد مقدمات کے باعث جھنگ سٹی کے گھر سے بے گھر ہونے والے کارکنوں کو رہائی نصیب ہوئی۔

ان مذاکرات کے نتیجہ میں تحریک اختتام پذیر ہوئی تو اب حاسدین نے اپنا خبثِ باطن ظاہر کرتے ہوئے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ سپاہ صحابہؓ ۵۰ لاکھ روپے کے عوض بک چکی ہے نیز یہ کہ مولانا ایثار القاسمی نے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے نواز شریف سے مذکورہ رقم وصول کی ہے حالانکہ یہ محض افتراء و بہتانِ عظیم تھا۔ یہ رقم صرف متاثرین جھنگ میں تقسیم ہونی تھی اور ان متاثرین میں مسلم اور شیعہ دونوں شامل تھے اور اس رقم کی تقسیم ڈپٹی کمشنر جھنگ نے ہی کرنی تھی۔ سپاہ صحابہؓ کا اس میں کوئی عمل دخل

نہ تھا۔ چنانچہ ایک بار ماہنامہ خلافت راشدہ کے ایڈیٹر جناب طاہر محمود نے مولانا سے انٹرویو کے دوران اس امر کی وضاحت طلب کی۔ تو مولانا نے جو جواب دیا۔ وہ آئندہ صفحات میں آپ کو مل جائے گا۔

نسوانی حکومت کی برطرفی

مورخہ ۶/اگست ۹۰ء بروز پیر مولانا حق نواز شہید کو قتل ہوئے ۵ ماہ اور ۱۱ دن کا عرصہ بیت چکا تھا۔ صدر مملکت جناب غلام اسحٰق خان نے "تاریخی انگڑائی لی اور آٹھویں ترمیم کا خارہ شگاف خنجر پاکستان کی پہلی مؤنث وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت کے حلقوم میں اتار کر محترمہ کو اقتدار سے الگ کردیا۔ بے نظیر کی نسوانی حکومت کی برطرفی کی خبر سپاہ صحابہؓ سمیت دیگر دینی جماعتوں کے لئے بایں وجہ یقیناً باعث مسرت و اطمینان تھی کہ

۱۔ اسلامی مملکت میں عورت کو حکمرانی کا کوئی شرعی جواز نہیں بلکہ حضور ﷺ نے ایسی قوم کی ہلاکت کی وعید سنائی ہے جس نے اپنا سربراہ کسی عورت کو بنایا ہو۔

۲۔ بے نظیر بھٹو نہ صرف یہ کہ ایک اسلامی نظریاتی مملکت کی سربراہ تھی بلکہ عقیدۃً شیعہ فرقہ سے متعلق تھی جس کا بیّن ثبوت بلاول ہاؤس پر لگا ہوا کالا جھنڈا اور پنجہ تھا۔ علاوہ ازیں اس کی ماں نصرت بھٹو خالصۃً ایرانی شیعہ تھی۔ آصف زرداری کے ساتھ بے نظیر کا نکاح بھی شیعہ رسوم کے مطابق ہوا تھا۔

۳۔ آصف زرداری کے ساتھ شادی کے دوسرے روز اخباری نمائندوں کے سامنے اخلاق باختہ اور حیا سوز گفتگو کر کے عالم اسلام اور

مشرقی معاشرہ کی بدنامی کا باعث بنی تھی۔

۴۔ سلمان رشدی کی "شیطانی آیات" نامی کتاب کے خلاف نکلنے والے احتجاجی جلوس میں شامل مسلمانوں پر گولیاں چلوا کر شاتمِ رسولؐ کے ساتھ وابستگی ظاہر کر چکی تھی۔

۵۔ اسلام آباد میں ہونے والے مذکورہ احتجاجی مظاہرے میں سپاہ صحابہؓ کے ۲ کارکن جامِ شہادت نوش کر گئے تھے۔

۶۔ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں قرار دے کر اسلام سے علی الاعلان بغاوت کا اظہار کر چکی تھی۔

۷۔ سپاہ صحابہؓ کے بانی علامہ حق نواز شہیدؒ وہ شخصیت تھے جنہوں نے ملک بھر کے سب علماء سے پہلے اس کی ناجائز حکمرانی کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔

علاوہ ازیں یہ عورت چونکہ خفیہ مذہبی تعصب رکھتی تھی لہذا ۸۸ء کے الیکشن میں اس نے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ زیادہ تر شیعہ جاگیرداروں کو دیئے تھے اور اس کی کابینہ میں شیعہ وزراء کی ایک بہت بڑی کھیپ موجود تھی نیز تحریک فقہ جعفریہ کے ساتھ اتحاد شیعہ کے لئے اخلاقی اور سیاسی اور مذہبی سپورٹ کا باعث تھا۔

یہ وہ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے اس حکومت کی برطرفی دنیا بھر کے تمام حساس اور غیور مسلمانوں کے لئے عموماً اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کے لئے خصوصاً مسرت اور شادمانی کا باعث تھی۔

اس حکومت کے خاتمہ کے بعد ۲۴ اکتوبر کو نئے سرے سے انتخابات اور نئی حکومت کی تشکیل کا مرحلہ درپیش تھا۔ لہذا ملک کی تقدیر بدلنے

کے دعوے دار اور نام نہاد جمہوریت کے دِل جلے ٹھیکیدار جاگیے کس کر میدان میں اُتر آئے اور ہمیشہ کی طرح عوام کی بولیاں لگنی شروع ہوگئیں۔ دیگر دینی جماعتوں کے ساتھ ساتھ سپاہِ صحابہؓ کو بھی یہ فکر لاحق تھی کہ سیاست جو کہ بدمعاشوں کا یرغمال بنا ہوا ہے۔ بذاتِ خود مذہب کا حصہ ہے اور فی زمانہ دینی اقدار کے تحفظ کے لئے سیاست کو بدمعاش صفت افراد کے ہاتھوں سے چھٹکارہ دلانا نہایت ضروری ہے جس کا ایک ہی موثر ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دین پسند اور خُدا پرست افراد خلوصِ نیت سے میدانِ سیاست میں وارد ہوں۔

چھٹا باب

مرحلۂ انتخاب

"جمعیت علماء اسلام میں اختلافات سے متعدد مقامات پر پیپلز پارٹی فائدہ اٹھا رہی تھی۔ سپاہ صحابہؓ ضلع جھنگ نے مرکزی شوریٰ کی طرف سے اختیار ملنے پر جمعیت کے درخواستی گروپ کو مولانا ایثار القاسمی کے لیے ٹکٹ کی درخواست کی ،

مولانا سمیع الحق نے جمعیت کے کوٹے سے اسلامی جمہوری اتحاد کا ٹکٹ قاسمی صاحب کو دلا دیا اور یہ حالات کے تقاضے کے عین مطابق تھا، اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً اسلامی جمہوری اتحاد قاسمی صاحب کے مقابلہ میں امیدوار سامنے لے آتا، مسلمانوں کے ووٹ تقسیم ہو جاتے، پیپلز پارٹی کا نمائندہ نواب امان اللہ خان سیال آسانی سے میدان مار لیتا۔

جھنگ کے مظلوم مسلمان جو سپاہ صحابہؓ کے مشن مقدس پر اپنے بیسیوں لخت جگر لٹا چکے تھے حسرت و یاس کے اندھے کنوئیں میں جا گرتے، دشمن کو حسب سابق ایک بار پھر جھنگ کے بازاروں میں ننگے ڈانس کا موقع مل جاتا۔ سپاہ صحابہؓ کی پالیسی قابل صد تحسین تھی کچھ اپنے" بلا وجہ نالاں ہیں

"ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی"

انتخابات کی تیاری

سپاہِ صحابہؓ کے قائد مولٰنا حق نواز شہیدؒ ملک کے ایوانوں میں اپنے مبنی بر دلائل اور برحق موقف کی وضاحت کا باقاعدہ منصوبہ رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ۸۸ء کے الیکشن میں جھنگ کے قومی حلقہ نمبر ۶۸ سے جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر حصہ بھی لیا تھا لیکن چند ہزار ووٹوں کی کمی سے بظاہر ناکام بھی ہو گئے تھے۔ (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے)

لہٰذا ۱۶ اگست کو لاہور میں ہونے والے سپاہِ صحابہؓ کی مرکزی شوریٰ و عاملہ کے اجلاس میں جھنگ سے قومی و صوبائی کی سیٹ پر امیدوار کھڑا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

پہلے پہل تو قائدِ سپاہِ صحابہؓ مولٰنا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو الیکشن لڑنے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن مولٰنا فاروقی صاحب نے جب یہ کہا کہ وہ آنے والے الیکشن میں شیعہ امیدواروں کے خلاف ملک گیر مہم چلانے کا خیال رکھتے ہیں۔ لہٰذا جھنگ سے الیکشن کے امیدوار کے طور پر اُن کی بجائے مولٰنا ایثار القاسمی کو نامزد کر دیا گیا اور مولٰنا فاروقی صاحب کے منصوبے کی تکمیل کے لئے ایک پارلیمانی بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد ملک بھر میں انتخابات کے موقع پر سُنّی شعور کو متحرک کر کے شیعہ امیدواروں کا ناطقہ بند کرنا اور اکثریت کے حوالے سے قوم کو اِن

حقائق سے آگاہ کرنا تھا کہ

۱۔ کسی بھی مملکت کا پبلک لاء وہاں کے عوام کی اکثریتی نظریے کی بناء پر بنتا ہے لہذا پاکستان کا پبلک لاء بھی سُنی اکثریت کی بناء پر ہونا ضروری ہے۔

۲۔ ہمسایہ ملک ایران میں ۴۰ فیصد اہلسنت آباد ہیں، آبادی کے تناسب سے ایرانی سُنی عوام کا حق ہے کہ انہیں ہر حکومتی اور غیر حکومتی محکمہ جات میں نمائندگی دی جائے لیکن ظلم کی انتہاء ہے کہ ایران کے نام نہاد مذہبی پیشوا اور سیاسی رہنما خمینی مذموم نے ایران کے دستور میں یہ لکھ کر کہ "ایران کا صدر، وزیراعظم چیف آف آرمی سٹاف، چیف جسٹس اور قومی وصوبائی اسمبلیوں کے سپیکرز کا شیعہ اثنا عشری ہونا لازمی ہے"۔ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے حقوق پہ قدغن لگا دی ہے جبکہ

۳۔ پاکستان میں اہلِ تشیع کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۳٪ ہے، اس کے باوجود بھی اسکندر مرزا، جنرل یحیٰی اور بے نظیر بھٹو سمیت کئی شیعہ صدور اور وزرائے اعظم اس ملک کے مقدر سے کھیل چکے ہیں اور انہی کے گھناؤنے کردار کی وجہ سے المیۂ مشرقی پاکستان پیش آچکا ہے جس کے نتیجہ میں ملکِ عزیز کا ایک اہم ترین حصہ کٹ چکا ہے۔

۴۔ ایران کے انقلاب سے قبل وہاں کے اہلسنت نے اس مغالطہ کی بناء پر خمینی مذموم کا ساتھ دیا اور ہر قسم کی جانی اور مالی قربانیاں پیش کی تھیں کہ انقلاب کے بعد انہیں مذہبی آزادی

حاصل ہوگی لیکن انقلاب کے بعد آنجہانی خمینی نے اہلسنت کے لئے مساجد کی تعمیر پر پابندی عائد کرنے کے ساتھ ساتھ اہلسنت کے ہر قسم کے جلسے جلوسوں پر بھی قدغن لگادی اور اپنے حقوق یاد دلانے پر اہلسنت علماء کو غدار قرار دے کر گرفتار کرکے کال کوٹھڑیوں کے حوالہ کردیا۔ متعدد علماء کو سُولی پر چڑھا دیا گیا۔

۵۔ پاکستان میں ایرانی انقلاب ٹھونسنے کے لئے ہر ممکن حربے آزمائے گئے اور ملک بھر کی شیعہ تنظیموں کو ڈالر اور اسلحہ تقسیم کیا گیا جس کے بل بوتے پر اہل تشیع ہر سال ماہ محرم الحرام میں خصوصاً ملک کی سُنّی اکثریت کا جینا حرام کردیتے ہیں۔

۶۔ ایرانی حکومت نے صحابۂ کرام کے خلاف ۱۳ زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں غلیظ، متعفن اور زہریلا لٹریچر شائع کر کے دنیا کے بلیشتر ممالک میں مفت تقسیم کیا۔ اور پاکستان کو خاص کر اس مذموم مقصد کی آماجگاہ بنا کر سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا، یہ ناپاک سازش ملک بھر کی شیعہ تنظیموں، اور شیعہ جاگیرداروں کے تعاون سے پوری کی۔

۷۔ پاکستان کے شیعہ مصنفین نے ایرانی حکومت کی آشیرباد اور سہارے پر پیغمبر مہرباں کی ازواج مطہرات، صحابۂ کرام اور بزرگان دین کے خلاف جو کتب تحریر کیں، ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے جن کی چند مغلظات بطورِ نمونہ نقلِ کفر کفر نباشد کے اصول کے تحت ذکر کی جارہی ہیں، سینے پر ہاتھ رکھ کر پڑھیئے۔

- "خدا جانے مسلمانوں نے علیؓ کو چوتھی جگہ کیسے تسلیم کرلیا۔ ہمارا مشورہ تو یہی ہے علی کو ان جیسے "لعنتی خلفاء" کے درمیان میں سے نکال کر کوئی اوران جیسا رکھ دیجئے گا۔"
(کتاب "چراغِ مصطفوی اور شرارِ بولہبی" حصہ اول۔ مصنف اشتیاق کاظمی)

- اب صحابہؓ کے خلاف زبان درازی کرنے والے کے خلاف آرڈی ننس جاری ہوتے ہیں اور صحابہؓ بھی وہ جو کافر و مرتد تھے مثلاً معاویہ، ابوہریرہ (ایضاً ص۷۹)

- بعض موقعوں پر ابوبکر ہلاکو خان اور چنگیز خان کے قبیلے والے لگتے ہیں۔ (کتاب شیخ سقیفہ ص مصنفہ علی اکبر کراچی)

- عائشہ اور حفصہ جبلّی طور پر عیّار، کینہ پرور اور ٹیڑھے دل والی تھیں۔
(کلید مناظرہ مؤلف برکت علی وزیر آبادی)

- ابوبکر اور شیطان کا ایمان مساوی ہے۔ نعوذ باللہ۔ (ایضاً ص۱۰۸)

- خالد بن ولید جیسے شقی اور مرتد کو سیف اللہ کہنا یا اس کی تعریف میں کچھ لکھنا عین کفر اور ارتداد ہے۔ (ایضاً ص۱۶۲)

- قرآن پاک کو سر پر رکھ کر اور ہاتھ میں اٹھا کر قسمیں کھانا اور پھر بدل جانا عثمان کی عادت میں شامل تھا۔ (ایضاً ص۳۰۵)

- اصحاب ثلاثہ کفر پر پیدا ہوئے، کفر میں پرورش پائی اور کفر میں فوت ہوئے۔ (ایضاً ص۲۴)

- امام بخاری کو خدا اور رسول کا دشمن نہ کہنا عین کفر ہے۔ (ایضاً ص۵۲)

Scanned with CamScanner

شیخ عبدالقادر جیلانی بُت پرست اور یہودیوں کا چوہدری تھا۔
(کلیدِ مناظرہ ص ۳۹۲)

۰۸ ان کتب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے جرم میں شیرِ اسلام مولانا حق نواز جھنگوی کو قتل کرنے کے بعد بیسیوں بے گناہ مسلم نوجوانوں کو خاک و خون میں تڑپایا گیا ہے۔

۰۹ اہلِ تشیع کی جانب سے ملک بھر میں متعدد بار قرآن مجید جیسی مقدس کتاب کو نذرِ آتش کرنے کے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ جن کے سدِ باب کے لئے شیعیت کی نام نہاد سیاسی قوت کو کچلنا ضروری ہے اس لئے کہ یہ قوت غافل سُنی ووٹروں کی وجہ سے ہے۔

۱۰ شیعہ اسلام کی تمام ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔ اس کے عقیدہ کے مطابق خدا کو بدا ہو جاتا ہے یعنی اس سے غلطی ہو جاتی ہے اہلِ تشیع کا عقیدہ امامت ختمِ نبوت کی سراسر نفی کرتا ہے جس کے مطابق ۱۲ ائمہ کرام کا رتبہ تمام انبیاء و مرسلین بشمول نبیٔ آخرالزماں حضرت محمدؐ اور تمام ملائکہ سے بڑھ کر ہے۔ قرآن کے بارے میں اہلِ تشیع کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن شراب خور خلفاء کی خاطر بدلا جا چکا ہے۔

شیعیت کے ان عقائد و نظریات کی بناء پر امتِ مسلمہ کے مقتدر علماء و مفسرین، فقہاء و محدثین اور اہلِ فتاویٰ نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ لہٰذا ووٹ کی پرچی سے ان ظالموں کا ہاتھ مضبوط کرنا لاشعوری طور پر اپنے آپ کو ذبح کرنے کے مترادف ہے،

اور شرعاً حرام ہے۔

مولنا ایثار القاسمی اُمیدوار نامزد کر دیئے گئے

سپاہِ صحابہؓ کے اس پارلیمانی بورڈ نے (جو کہ خطیب پاکستان مولنا ضیاء القاسمی کی زیرِ قیادت، علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولنا سلطان محمود ضیاء، علامہ علی شیر حیدری، قاری محمد اسلم، قاری انوار الحق جناب محمد یوسف مجاہد، مولنا غلام محمود اسلام آباد، مولنا رفیق الخلیل کراچی، مولنا خورشید گنگوہی لاہور اور سلیم بٹ ایڈووکیٹ آف جھنگ پر مشتمل تھا) مذکورہ بالا حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ ملک بھر میں جہاں بھی شیعہ امیدوار الیکشن لڑ رہا ہوگا، اس کی مخالفت میں اگر ممکن ہوا تو سُنّی امیدوار کھڑا کیا جائے گا یا کسی بھی سیاسی جماعت کے اُس سُنّی امیدوار کی حمایت کی جائے گی جو سپاہِ صحابہؓ کے موقف کو برحق سمجھتا ہو، اور کامیاب ہونے کے بعد اسمبلی میں سُنّی حقوق کی بحالی کے لئے اُٹھائی جانے والی آواز کی حمایت کی یقین دہانی کرائے۔

اس فیصلہ کے مطابق ملک بھر میں قومی اسمبلی کی نشستوں پر ۴۴ اور صوبہ پنجاب کی اسمبلی کے لئے ۱۰ عدد امیدواروں کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔

ضلع جھنگ سے قومی حلقہ ۶۸ اور صوبائی حلقہ ۶۵ پی پی پر مولنا ایثار القاسمی کو سپاہِ صحابہؓ کی طرف سے امیدوار نامزد کر دیا گیا۔

جمعیت ، جمعیت

سپاہِ صحابہؓ اگرچہ خالصتہً مذہبی جماعت ہے ۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں جب مولانا ایثار القاسمی جھنگ سے الیکشن کا معرکہ لڑنے کے لئے میدان میں اترے تو اب سب سے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ٹکٹ کس جماعت سے لیا جائے؟ سپاہِ صحابہؓ کے اربابِ حل وعقد چونکہ سیاسی طور پر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے ۔ لیکن جمعیت علماء اسلام میں سخت انتشار پیدا ہو چکا تھا ۔

مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق کی آپس میں زبردست سیاسی رنجش نے کارکنوں کو بددل اور مایوس کیا ہوا تھا ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ تمام تر تلخیاں فراموش کر کے اتحاد کر لیا جاتا ، لیکن افسوس کہ ہمارے یہ سیاسی بزرگ جو اپنے آپ کو ہر لحاظ سے عقلِ کل سمجھتے ہیں ، وقت کی نزاکت کو نہ بھانپ سکے ۔ اور مخالفین کی آنکھوں کے لئے تماشا بن بیٹھے ۔

وہ چند خاص اور گنے چنے مقامات جہاں سے ہمارے اکابرین کئی بار انتخابات میں کامیاب ہو کر حکومتی ایوانوں میں جرأت وصداقت کا غلغلہ برپا کر چکے تھے ، وہ بھی دن دہاڑے اپنے ہاتھوں اپنے تعصب ذاتی کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے ۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان سے مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود تین بار منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچے تھے ۔ اسی سیٹ سے اُن کے صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن کھڑے ہوئے تو قاضی عبداللطیف صاحب

Scanned with CamScanner

نے ان کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ صوبائی سیٹ پر مفتی عبدالقدوس صاحب کھڑے ہوئے تو ان کے مقابلے میں مولانا علاؤالدین میدان میں نکل آئے۔ ایک گلی سے مولانا فضل الرحمٰن زندہ باد کا نعرہ لگا تو دوسری طرف سے مردہ باد کی صدا بھی ان کے حق میں سنائی دی۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن کی شخصیت سیاسی طور پر بہت اہم ہے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی کے علم و تقویٰ اور فہم و فراست سے بھی انکار نہیں لیکن برا ہو ---- انانیت کا اگر ان دونوں حضرات نے ہر موقع پر جگ ہنسائی کا موقع فراہم کرتے ہوئے جہاں سیکولر طاقتوں کو خوش کیا وہاں کارکنوں کو بددل اور مایوس کرنے کا بھی کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اگر مولانا فضل الرحمٰن صاحب مولانا سمیع الحق کی طرف سے قاضی عبداللطیف کو سامنے مقابلے میں موجود پا کر بھی رواداری سے کام لیتے اور ان کی اس زیادتی کے باوجود بھی ایثار کا مظاہرہ کرتے تو نتائج یقیناً سود مند ثابت ہوتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حالانکہ بلوچستان میں کئی ایسے مقامات موجود تھے جہاں سے وہ الیکشن لڑتے تو باآسانی کامیاب ہو جاتے۔

بہرحال یہ صورتحال انتہائی افسوسناک تھی اور اس صورتحال سے متعدد مقامات پر پیپلز پارٹی فائدہ اٹھا رہی تھی۔

سپاہ صحابہؓ کی مرکزی شوریٰ نے جھنگ کی مقامی جماعت کو کسی بھی دینی گروپ کے تعاون سے انتخاب لڑنے کا اختیار دے دیا۔ چنانچہ ضلع جھنگ کی سپاہ صحابہؓ نے جمعیت کے درخواستی گروپ سے تعاون طلب کیا اور مولانا سمیع الحق نے آئی جے آئی (اسلامی جمہوری اتحاد) کا ٹکٹ قاسمی صاحب کو دلا دیا۔ یاد رہے کہ

جمعیت علماء اسلام کا درخواستی گروپ مولانا سمیع الحق کی قیادت میں اسلامی جمہوری اتحاد کا جزو تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر مولانا ایثار القاسمی کو اسلامی جمہوری اتحاد کا ٹکٹ نہ ملتا تو یقیناً اسلامی جمہوری اتحاد بھی اپنا امیدوار سامنے لے آتا۔ اس صورت میں مسلمانوں کے ووٹ تقسیم ہو جاتے اور شیعہ امیدوار نواب امان اللہ خان سیال پیپلز پارٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے میدان مار لیتا۔ اس طرح جھنگ کے مظلوم مسلمان جو سپاہ صحابہؓ کے مشن پر اپنے بیسیوں لختِ جگر اٹھا چکے تھے حسرت و یاس کے اندھے کنویں میں جا گرتے اور دشمن کو حسب سابق ایک بار پھر جھنگ کے بازاروں میں ننگا ناچنے کا موقع مل جاتا۔

سپاہ صحابہؓ نے مولانا ایثار القاسمی کو قومی اور صوبائی دونوں نشستوں پر امیدوار نامزد کیا تھا۔ گورنر ہاؤس لاہور میں آپ پر جمہوری اتحاد کی قیادت نے دباؤ ڈالا یا بالفاظ دیگر لالچ دیا کہ آپ قومی نشست سے کاغذات واپس لے لیں اس کے بدلے میں ہم صوبائی نشست پر آپ کو بلا مقابلہ منتخب کروائے ہیں اور اگر ہم ان انتخابات کے ذریعہ برسراقتدار آ گئے تو آپ کو منہ مانگی وزارت بھی مل جائے گی۔ مگر مولانا ایثار القاسمی نے منہ توڑ جواب دیا کہ ہرگز نہیں! میں جماعت کے فیصلہ کے مطابق دونوں نشستوں پر انتخاب لڑوں گا۔ آپ اپنی وزارتیں سنبھال رکھیں۔

بامقصد معرکہ آرائی

مولانا ایثار القاسمی جھنگوی شہیدؒ کی مسند کے وارث تھے اور ایک

صاف گو اور حق پرست شخصیت تھے۔ وہ ایک عظیم مقصد کے تحت الیکشن لڑ رہے تھے۔ دو سال قبل ان کے عظیم قائد مولانا حق نواز شہیدؒ جھنگوی نے بھی اسی حلقہ سے ایک با مقصد معرکہ آرائی کی تھی۔

قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنا ایک چٹائی پر بیٹھنے والے مولوی کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، لیکن جب مقصد عظیم ہو تو بڑے سے بڑا کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ مولٰنا ایثار القاسمی اپنے "شہید قائد" کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قومی اسمبلی کا انتخاب اس لئے لڑ رہے تھے کہ وہ ملک کے آئین ساز ادارے میں ملک بھر سے منتخب ہو کر آئے ہوئے قومی نمائندگان کو ملک میں اسلام دشمن قوتوں کی گھناؤنی سازشوں سے آگاہ کر کے ایک ایسا قانون بنوانا چاہتے تھے جو ایک نظریاتی ملک میں اسلام اور مشاہیر اسلام کی عظمت کا دفاع کر سکے۔ ایک ایسا ضابطہ طے کرانا چاہتے تھے جو پیغمبر مہربان، ان کی ازواج مطہراتؓ، اہل بیت عظامؒ اور صحابہ کرامؓ کی بے ادبی کرنے اور اکثریت کے جذبات مجروح کر کے امن و امان کا مسئلہ کھڑا کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچا سکے۔

صوبائی الیکشن اس لئے لڑا جا رہا تھا کہ دونوں نشستوں پر کامیابی کی صورت میں صوبائی نشست سے مستعفی ہو کر ضمنی انتخاب کرایا جائے گا جس کے ذریعہ سے جھنگ کے مظلوم عوام کے مسائل حل ہوں گے۔ شہری پسماندگی اور دیہی بے چارگی کا سدباب کیا جائے گا اور ضلع جھنگ کے دیرینہ ترقیاتی مسائل

جو سابقہ جاگیردار عیاش اور بدفطرت نام نہاد نمائندگان نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر حل کرانے کی کبھی زحمت گوارا نہ کی تھی حل کرائے جائیں گے۔ جھنگ کی پس ماندگی دور کرنے کے لئے ایک منصوبہ یہ بھی تھا کہ اس شہر کو دو سال کے لئے ٹیکس فری زون قرار دلوایا جاتا۔

حریفانِ ایثار (قومی سیٹ)

۱. نواب امان اللہ خان سیال

مولانا ایثار القاسمی کے مقابلہ پر حلقہ این اے ۶۸ میں نواب امان اللہ خان سیال پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے۔ شیعہ مذہب سے متعلق یہ شخص اس خاندان کا چشم و چراغ تھا جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اپنے آقائے ولی نعمت انگریز بدبخت کی فوج میں بھرتی ہوکر مسلمانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دینے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ انگریز نے بطور وظیفہ ایک بہت بڑی جاگیر اور نواب کے لقب سے نواز کر اس خاندان کے سر میں غرور و تکبّر کا نشہ بھر دیا تھا۔ اب کے قدرت اس ظالم نواب زادے سے انتقام لینا چاہتی تھی۔

سیّد سردار احمد شاہ بیرسٹر

قومی حلقہ پر آپ کے ایک مدّمقابل سیّد سردار احمد شاہ نام کے ایک بہت بڑے جاگیردار بھی تھے جو فی الوقت بھی تین چار سو

مربع کے لگ بھگ اراضی کے مالک ہیں۔ موصوف مسٹر طاہر القادری کی شہ پر "عوامی تحریک" کی طرف سے ٹانگ اڑانے آئے تھے۔ "مصطفوی انقلاب" کا بیج سینے پر سجا ہوا تھا۔ انہوں نے میدان میں آتے ہی بحیثیت بیرسٹر اپنی موشگافیاں بکھیرنی شروع کر دیں۔ تین چار سو مربع اراضی کا مالک، یہ جاگیردار جس مصطفوی انقلاب کا نعرہ لے کر آیا تھا، عوام اس کو بخوبی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عوام نے انتخابی مہم کے دوران اس کی خوب خوب حوصلہ افزائی کی۔ حیرت ہے کہ "عوامی تحریک" کے نام نہاد قائد انقلاب مسٹر طاہر القادری جن کو بقول خود حضور سرور دو عالم نے انتخاب لڑنے کا حکم دیا اور کامیابی کی بشارت سے نوازا تھا، یہ نہ بھانپ سکے کہ ان کے اس امیدوار کے انتخابی نشان (گھڑیال) پر لکھا ہوا وقت، بھی ان کا مخالف ہے۔ پورے ملک میں عموماً اور جھنگ میں خصوصاً "زمرہ مصطفوی انقلاب" کی دال نہیں گلنی۔ بہرحال یہ صاحب آخر تک مقابلے پر ڈٹے رہے اور آخر کار ۲۴ اکتوبر کو اپنی تمام تر جولانیوں اور ہشر سامانیوں سمیت عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے۔

۳۔ محمد انور رحیم

قومی حلقہ پر آپ کے ایک مدمقابل بریلوی مکتب فکر کے عالم دین مولانا محمد انور رحیم تھے جو جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے مولانا ایثار القاسمی کے مقابلے میں نظام مصطفیٰ کا نعرہ لے کر میدان میں اترے اور آخر تک میدان میں رہے۔ جھنگ کے عوام نظام مصطفیٰ کے ساتھ موصوف کے

خلوص سے بخوبی آگاہ تھے۔ ۲۴ اکتوبر کو جب نتائج موصول ہوئے تو مولانا موصوف نے پانچ ہزار کے قریب قریب ووٹ حاصل کئے تھے۔

صوبائی سیٹ

۱۔ شیخ محمد اقبال

صوبائی سیٹ (حلقہ ۶۵ پی پی) پر آپ کے مدمقابل شیخ محمد اقبال تھے۔ لومڑی کی طرح مکار یہ شخص فریب کاری اور دھوکہ بازی میں کسی بڑے استاد کا شاگرد معلوم ہوتا تھا۔ لبادہ سنت بھی زیب تن کئے ہوئے تھا۔ ۷۰ء کے الیکشن میں چہرے پہ سنت رسول سجاکر یہ شخص جمعیت علماء اسلام میں جا گھسا تھا مفتی محمودؒ سے جمعیت کا ٹکٹ لے کر الیکشن میں کامیاب ہوا۔ چہرے پہ سجی ہوئی سنت رسولؐ کی ضرورت اب ختم ہوگئی تھی۔ اب دن دیہاڑے اسے ذبح کرا ڈالا۔ اور یوں فارغ البال ہو بیٹھا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہؓ کو بھی اپنی ضرورت سمجھتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے ہمدرد و بہی خواہ بن کر سامنے آیا۔ ۱۶ مارچ ۹۱ء بروز جمعہ مینار پاکستان لاہور کے زیر سایہ منعقد ہونے والی دفاع صحابہؓ کانفرنس میں جا دھمکا۔ اور مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کی سازش بے نقاب رہنے کی صورت میں بہت جلد اسلامی جمہوری اتحاد چھوڑ دینے کا وعدہ کرکے واہ واہ بھی کروائی۔ لیکن یہ اس کی سیاسی چال تھی۔ ایک بار اپنے خصوصی حلقہ احباب میں یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ "مولوی بھلا ہمارے مقابلے میں الیکشن کیسے لڑ سکتا ہے

ہم سیاست کے جن داؤ پیچوں سے واقف ہیں مولوی
ان کی ابجد بھی نہیں جانتا، پہلے ہم سیاست میں
گدھے کو باپ کہنے کے قائل تھے اب باپ کو گدھا
کہنا پڑا تو بھی نہ چھوڑیں گے۔"

جس وقت یہ قاسمی صاحب کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہا تھا اُس وقت ایم پی اے اور چیئرمین بلدیہ جھنگ بھی تھا۔
مذکورہ کل افشانیوں سے شیخ صاحب، موصوف کی ذہنی بلندیوں کا اور وسعتِ ظرف کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور جس جماعت کو ایسے کینڈیڈیٹ مل جائیں اُس جماعت کی خوش نصیبی کا تو اندازہ بھی محال ہے۔

۲۔ جمیل انصاری

صوبائی حلقہ پر آپ کے ایک مدمقابل جھنگ کے معروف صنعتکار جمیل انصاری تھے جوکہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب، لڑ رہے تھے، ان کا انتخابی نشان، تیر تھا۔ انہوں نے بھی قاسمی صاحب کو ہرانے کے لیئے بے دریغ دولت برباد کی، لیکن ۲۷ راکتوبر کی شام کو جب نتائج موصول ہوئے تو ان کا "تیر" ان کی حسرتوں کا سینہ چھلنی کر چکا تھا۔ انہوں نے آٹھ ہزار کے لگ بھگ ووٹ حاصل کیئے۔

۳۔ نواب ابوالفضل انصاری

۔ جھنگ کے معروف، سرمایہ دار نواب افتخار احمد انصاری کے صاحبزادے

ڈاکٹر نواب ابوالفضل انصاری آزاد امیدوار کی حیثیت سے آپ کے سامنے آئے اور آخر تک میدان میں رہے۔ ۲۷ اکتوبر کی شام تقریباً ۴ ہزار ووٹ لے کر عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے۔

انتخابی مہم کا آغاز

الیکشن کا اعلان ہوتے ہی مولانا ایثار القاسمی نے رابطۂ عوام مہم کا آغاز کر دیا۔ اس سے پہلے بھی وہ عوام سے دور نہیں رہے تھے۔ کامیاب حکمت عملی کے باعث سپاہِ صحابہؓ کے انتخابی جلسوں میں عوام کی حاضری نے مخالفین کی نیندیں حرام کر دیں اور وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ لیکن ان کا واسطہ ایسے فولادی اعصاب کے مالک شخص سے پڑا تھا جس کو اللہ تک کر بھی نہیں جھکایا جا سکتا تھا۔

شہر اور دیہاتوں میں انتخابی مہم کے دوران ایک ایک دن میں بیسیوں کھلے جلسے منعقد ہوئے اور بے شمار کارنر میٹنگز سے قائدین کو خطاب کرنا پڑتا۔ ۵،۶ اکتوبر کی درمیانی شب چوک ریل بازار جھنگ میں خواجہ حمید الدین سیالوی (بریلوی) خواجہ نصیر الدین سیالوی (بریلوی) پیر صلاح الدین غازی، مولانا بشیر احمد چشتی آف گوڑھہ شریف (بریلوی) مولانا شفاعت رسول نوری بریلوی کے علاوہ قائدین سپاہِ صحابہؓ نے عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ بریلوی علماء کی شرکت اور قاسمی صاحب کی غیر مشروط حمایت کے اعلان نے انتخابی مہم پر بہت خوشگوار اثرات مرتب کئے۔

۵ اکتوبر کا یہ جلسہ انتخابی مہم کا پہلا باضابطہ کھلا جلسہ تھا

جس کے بعد مولانا سمیع الحق مدظلہ نے بھی متعدد جلسوں میں شرکت کر کے حوصلہ افزائی کی۔ اس کے علاوہ کراچی سے مولانا محمد اعظم طارق کی قیادت میں ایک ستر رکنی وفد بھی جھنگ میں مولانا ایثار القاسمی کی انتخابی مہم میں شریک رہا۔ اس موقع پر شاعر سپاہ صحابہؓ جناب طاہر جھنگوی کی خدمات بھی ناقابلِ فراموش ہیں۔

قائدِ سپاہ صحابہؓ کی شعلہ نوائی

سپاہ صحابہؓ کے قائد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے ملک بھر میں انتخابات لڑنے والے شیعہ امیدواروں کے خلاف بھرپور مہم چلائی۔ جس کے بہت مفید اثرات مرتب ہوئے۔ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود بھی جھنگ میں مولانا ایثار القاسمی کے انتخابی جلسوں میں شعلہ نوائی کے جوہر دکھا کر عوام کا اجتماعی ذہن قاسمی صاحب کے حق میں ہموار کیا۔

مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۹۰ء کو چوک حق نواز شہید میں آپ نے فرمایا:

"میرے جھنگ کے غیور نوجوانو!

۵۶ء میں دستور بنا، وزیر اعظم چوہدری محمد علی نے اسلام کی بات کی لیکن اسلام عملاً نافذ نہیں ہوا۔ اس کے بعد ایوب خان کا مارشل لاء لگا، اسلام نہیں آیا۔ یحییٰ خان آیا اسلام نہیں آیا اور اس کے بعد بھٹو آیا، اسلام نہیں آیا، مجھے بتایا جائے انگریز کے خوان، جاگیردار تیرے ملک کو لوٹے، پھر بھی تو اس کو ووٹ دے،

جاگیردار تیری عزت سے کھیلے، پھر بھی تو اس کو ووٹ دے، اور مولوی چٹائی پر بیٹھ کر بھی تیرے حقوق کی بات کرے اور منبر پہ بھی تیرے حقوق کی بات کرے اور اسمبلی میں بھی تیرے حقوق کی بات کرے۔

آج میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ علماء نے ملک کو بنایا ہے۔ جاگیرداروں نے ملک کو توڑا ہے۔ توڑا ہے یا نہیں؟ ۴۲ سالہ پاکستان کی تاریخ میں یہاں کیا کچھ نہیں ہوا؟ کیا ایسی کتابیں نہیں چھپیں؛ جن میں ابوبکرؓ کو ماں بہن کی گالی دی گئی۔ تو بتا پھر کس جاگیردار نے آواز اٹھائی کس انگریز خان نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ مجھے بتایا جائے۔ پاکستان بناتے ہو کلمے کی بنیاد پہ! پاکستان بناتے ہو اسلام کی بنیاد پہ! اٹھائیس لاکھ آدمیوں کو بے گھر کرتے ہو، ستر ہزار عورتوں کو ہندوؤں کے حوالے کرتے ہو، ہجرت کرکے ملک میں آتے ہو اور پھر ۴۲ سال تک جو حکمران آیا، اسلام کو ایکسپلائیٹ کرتا تھا۔ اسلام کے نام کو استعمال کرتا تھا۔ لیکن اگر پوری قومی اسمبلی میں شراب خوروں کے درمیان، اچکوں کے درمیان اگر چار بھی مولوی چلے گئے تو انہوں نے محمدؐ کے دین کی بات کی، کیا ہمارا حق نہیں بنتا کہ ہم اُسی سیاست کو رواج دیں، وہی سیاست پاکستان میں دہرائیں جس کے لئے ملک کی بنیاد تیرے قائداعظم نے رکھی۔ جس

کے لئے تیرے ملک کی بنیاد علامہ شبیر احمد عثمانی نے رکھی۔ اِس ملک کی بنیاد میں مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فتاوی کا دخل تھا۔ جس مقصد کے لئے یہ ملک بنایا گیا تھا اگر تو اس مقصد کو پورا کرنا چاہتا ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ ایسے آدمی منتخب کرے جو اِسلام سے واقف ہوں۔ ۴۲ سال تک اسلام کے ناواقفوں کو دیکھا جنہوں نے کلب بنائے۔ شراب کے اڈے بنائے۔ بدمعاشی کے اڈے بنائے۔ ملک کو توڑا، قوم کو لڑایا، اِسلام کو بدنام کیا، سوشلزم کا نام لیا۔ کبھی سرمایہ داری کا نام لیا۔ کبھی مساوات محمدی کا نام لیا۔ غنڈہ گردی کرتے رہے۔ بدمعاشی کرتے رہے۔ شراب خانے بناتے رہے قوم کو دھوکہ دیتے رہے۔ اِسلام کے خلاف کتابیں چھپتی رہیں، ان کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگی۔ ختم نبوت کا مذاق اڑایا گیا۔ حضرت عمرؓ کا پتلا جلایا گیا۔ حضرت عائشہؓ کو بازاری عورت کہا گیا۔ ان کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگی۔ ہائے تیری ماں کو کوئی گالی دے۔ تجھے بڑا دکھ لگتا ہے امی عائشہؓ کو تیرے ملک میں طوائف لکھا گیا ہے پھر بھی تیری غیرت نہ جاگے، پھر بھی تو کہے جاگیردار کو ووٹ دوں گا کس دلیل سے تو جاگیردار کو ووٹ دیتا ہے۔ اور جس کے گھر میں کُتے مکھن کھائیں تو اس کو ووٹ دیتا ہے۔ سیاست اِسلام کی یہ ہے کہ ایک غریب آدمی کی عزت کا علمبردار

جو میدان میں آتا ہے وہی تیرے ووٹ کا حق دار ہے
اس بنا پر میں کہتا ہوں اگر تو بے غیرت نہیں ہے
تو ووٹ سپاہِ صحابہؓ کے جرنیل ایثار القاسمی کو دے۔"
فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر

اسمبلی میں لازمی قاسمی، قاسمی
حق نواز کا دوسرا نام ضیاء الرحمٰن، ضیاء الرحمٰن

قاسمی کی گھن گرج

انتخابی مہم کے دوران مولانا ایثار القاسمی کی شعلہ بار تقاریر نے عوام میں ایک تڑپ سی پیدا کردی، ایک جوش و خروش اور ولولۂ تازہ برپا کردیا۔ مخالفین اپنی تقاریر میں آپ کی ذات پر بے انتہا کیچڑ اچھالتے، ملائیت کے طعنوں سے نوازتے۔ جھنگ کے عوامی مسائل سے عدم واقفیت کا پروپیگنڈہ کرتے اور پھر کہتے کہ "اوکاڑہ سے آیا ہے اور اوکاڑہ بھاگ جائے گا۔"

مولانا شہیدؒ انتہائی صبر و تحمل سے اعتراضات کو سنتے اور آئندہ جلسے میں تازہ بتازہ جواب دیتے مگر ان کے جوابات میں شائستگی اور شرافت ہوتی۔ صداقت اور شجاعت کی جھلک ہوتی۔ ذاتی حملے سے قطعاً گریز کرتے اور مبنی بر حقائق گفتگو کے ذریعے دشمن کو بھی کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتے۔

ذیل میں بطورِ نمونہ آپ کی انتخابی تقاریر کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱ میری خدمات کچھ نہیں

مولانا ایثارالقاسمی نے محلہ کی ایک کارنر میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا
"الیکشن لڑتے وقت لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے
امیدوار لوگوں کے سامنے اپنی خدمات گنواتا ہے، کہ میں
نے تمہارے لئے یہ کیا، وہ کیا، فلاں پرمٹ، فلاں لائسنس،
فلاں گلی، فلاں نالی، فلاں گٹر وغیرہ۔ اس سلسلے میں میری
آپ کے شہر کے لئے کوئی خدمات نہیں ہیں، جن کا
واسطہ دے کر میں آپ سے ووٹ مانگوں۔ میں ووٹ
آپ سے اپنی خدمات کے واسطے سے مانگنے نہیں آیا۔
میں ووٹ اس مشن کے لئے مانگنے آیا ہوں جس
مشن پر میرے اور آپ کے قائدؒ نے قربانی دی اور قبر کے
پاتال میں گم ہوگیا۔
میں اس شہیدؒ کی روح سے وعدہ کر کے کہتا ہوں کہ
آپ مجھے ووٹ دے کر کامیاب کریں میں اسمبلی میں پہنچ
کر اصحابؓ رسولؐ کے تقدس کے دفاع کی جنگ
لڑوں گا، سُنّی عوام کے حقوق کی جنگ لڑوں گا، مظلوم
عوام کی جنگ لڑوں گا۔ پھر ان شاء اللہ کسی مظلوم کو یہ کہنے
کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ وہ اپنے مسائل کے حل کے
لئے ہمیں تلاش کرتا پھرے۔ ان شاء اللہ اس کے مسائل
حل کروا کے اس کے دروازے پر پہنچائے جائیں گے"۔

میں اصحاب رسولؐ کے دشمن کے کفر پر بحث کروں گا اور انشاء اللہ اس پر ایسے وزنی دلائل مہیا کروں گا کہ انشاء اللہ کسی ممبر کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ وہ ہمارے موقف کو رد کر سکے۔

جب میں نے دشمن اصحاب کا کفر اسمبلی سے منوا لیا تو میرا شہید قائد اصحاب رسولؐ کے جھرمٹ میں بیٹھ کر کہے گا "اے صدیقؓ و فاروقؓ، اے عثمانؓ و حیدرؓ، اے خالدؓ و معاویہؓ! تمہاری عزت و عظمت کے دفاع کے لئے جو پودا میں دنیا میں لگا کر آیا تھا آج وہ شجر سایہ دار بن چکا ہے۔"

جان دے دوں گا

گرامی قدر سامعین، مخالفین کہتے ہیں کہ "مولوی باہر سے آیا ہے، جیت کر واپس چلا جائے گا۔" میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اگر میں صرف الیکشن لڑنے کے لئے آیا ہوتا تو پھر کہا جا سکتا تھا کہ جیت کر چلا جائے گا۔ میں صرف الیکشن لڑنے نہیں آیا میں تو اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آیا ہوں، جس مشن پر میرے قائد نے جان دی ہے۔

جب میں اس شہر میں آیا تھا۔ اس وقت اسمبلیاں نہیں ٹوٹی تھیں۔ جب میں آیا تھا تو ایم این اے کی سیٹ

نظر نہیں آرہی تھی - ایم پی اے کی سیٹ نظر نہیں آرہی تھی۔

جب میں آیا تھا اس وقت کلاشنکوف کی گولیاں نظر آرہی تھیں - بموں کے دھماکے نظر آرہے تھے - اس وقت جیلوں میں بند کیا جا رہا تھا - اس وقت اغوا کیا جا رہا تھا اس وقت آگ لگ رہی تھی - اس وقت لوگوں کو گھروں سے باہر نہیں نکلنے دیا جا رہا تھا - اس وقت لوگوں کے ساتھ وہ ظلم ، وہ تشدد، وہ زیادتی کا سلوک روا رکھا جا رہا تھا - کہ جو ایک آدمی بیان نہیں کرسکتا - میں نے اگر جانا ہوتا تو کلاشنکوف کی گولی سے ڈر کر جاتا - بموں کے دھماکوں سے ڈر کر بھاگ جاتا - جیل کے ڈر سے چلا جاتا - لیکن! میرے سامنے ایک مشن تھا - میں جیل کے ڈر سے ، ہتھکڑی ، بیڑیوں کے ڈر سے نہیں بھاگا - جھوٹے مقدمات کے ڈر سے نہیں بھاگا - میں گولی کے ڈر سے نہیں بھاگا - ایک بار پھر وعدہ کرتا ہوں - اسمبلی میں پہنچ گیا تب بھی مشن پورا کیا جائے گا - نہ پہنچا تب بھی مشن پورا کیا جائے گا - میں اسی مشن پر اسی شہر میں جان دے دوں گا یا مشن پورا کر دوں گا۔"

○

"جیت ہار اللہ کے ہاتھ میں! لیکن میں نے دیہاتوں کے اندر الیکشن جیتنے سے پہلے وہ کام کروا دیئے ہیں کہ دیہاتوں کے لوگ

جھولیاں پھیلا کے دُعائیں کر رہے ہیں کہ مولوی صاحب! جو کینڈیڈیٹ آیا وعدے کر کے گیا پھر نظر نہیں آیا۔ اور ہم نے ابھی تجھے ووٹ نہیں دیئے۔ تیرے ۔۔۔ انتظار ابھی معاہدہ بھی نہیں ہوا۔ تیرے سامنے مطالبہ رکھا تو نے وہ پورا کر دیا۔ اور جب تُو بن گیا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا میں جب بن گیا تو یہ کروں گا کہ ایک مرتبہ اسمبلی میں اصحاب رسولؐ کے تقدس کی دھوم مچا دوں گا اور غریبوں کی آواز ان کے اسمبلی میں گونج کے اپنے غریبوں کے مسائل حل کرا دوں گا۔

اسمبلی میں لازمی ـــــــــ قاسمی قاسمی!

اسمبلی میں لازمی ـــــــــ قاسمی قاسمی!

او غریبو! مزدورو! کسانو! اب تمہارے اوپر ظلم کا دَور ختم ہو چکا ہے۔ اب جاگیرداری اور سرمایہ داری کا سورج ۲۴ اکتوبر کو غروب کر دیا جائے گا اور غریبوں کے وہ جُھکے ہوئے سر جو ۱۱ سال سے جھکتے جا رہے ہیں! خدا کی قسم کتنی کسمپرسی ہے۔ کتنا ظلم ہے غریبوں پر۔ میں جب دیہاتوں میں جاتا ہوں تو لوگ جب ہمارے لئے چارپائیاں اور کُرسیاں لا کر دیتے ہیں۔ ہم کرسیوں اور چارپائیوں پہ بیٹھ جاتے ہیں۔ تو دیہات کے لوگ نیچے بیٹھتے ہیں۔ خدا کی قسم انہیں اتنا مجبور کر دیا گیا ہے کہ کسی سفید پوش کے آگے وہ کرسی پر بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ وہ چارپائی پر بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ میں نے اُن کیچڑ سے بھرے ہوئے بوڑھوں اور نوجوانوں کو اپنے سینے

نعرے لگا کر کہا کہ اب تم نیچے نہیں میرے سر پہ بیٹھو گے! آج غریبوں کے بچے! بی اے، ایم اے پاس ہوتے ہوئے بھی اور ڈگری رکھتے ہوئے بھی کھیتی باڑی کر رہے ہیں۔ میرے پاس بی ایس سی پاس لڑکے کی درخواست آئی ہے۔ "خدا کے لئے خاکروب بھرتی کروا دیجیے!" ہائے اللہ غریبو! غریبو! انشاءاللہ! میں جیت گیا تکبر سے نہیں کہتا۔ غرور سے نہیں کہتا۔ میں تمہاری غربت کا انتقام لوں گا۔ تمہارے بیٹے! افسر بھرتی ہوں گے۔ ظالم جاگیرداروں سرمایہ داروں کے بیٹے دفتروں کے چکر لگایا کریں گے۔ انشاءاللہ العزیز غربت کا انتقام لیا جائے گا۔ ظلم کا انتقام لیا جائے گا۔ ہم اُن کی آواز ہیں جن کی کوئی آواز نہیں۔ بلکہ اس طرح کہتا ہوں۔ ہم اُن کی صدا ہیں جن کی صدا یہاں تو کوئی وقعت نہیں رکھتی لیکن جب یہاں سے اُٹھ کر عرش معلّٰی کو جاتی ہے تو اُسے بھی ہلا دیتی ہے۔"

انہیں زہر دے دیا گیا

مولانا ایثار القاسمی کی انتخابی مہم کو اتنی سرعت سے پروان چڑھتا دیکھ کر مخالفین انگاروں پر لوٹنے لگے تھے۔ ہر جلسے میں، عوام کی بڑھ چڑھ کر شرکت نے انہیں اس قدر بوکھلاہٹ زدہ کیا کہ اب وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔

قائدِ شہید مولانا ۱۰ اکتوبر کو پی۔ایس ۲۴۱ اور دیگر حلقوں کا انتخابی دورہ کرتے

Scanned with CamScanner

ہونے بعد نماز عشاء چک ۱۴۴ میں، حاجی نول نامی ایک شخص کی دعوت پر انتخابی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ میزبان نے آپ کو اور دیگر ساتھیوں کو بوتلیں پیش کیں۔ باقی تمام احباب کو سیون اپ یا کوئی اور بوتل دی گئی جبکہ قاسمی صاحب کے لئے وہ شخص کوکا کولا کی علیحدہ بوتل لایا تھا۔ بوتلیں کھول کھول کر پکڑاتے ہوئے اس شخص کے ہاتھ پاؤں بری طرح کانپ رہے تھے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کیا وجہ ہے۔ قاسمی صاحب کو کوکا کولا کی بوتل پیش کی گئی ابھی مشکل سے آپ نے دو ہی گھونٹ پیئے ہوں گے کہ یکدم آپ کو زبردست قے آگئی۔ ساتھی متوجہ ہوئے تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا۔ فوراً بھانپ گئے۔ بوتل اٹھا کر سونگھی تو سر چکرانے لگا۔

ظالموں نے قاسمی صاحب کو زہر دے دیا تھا۔ تمام احباب دم بخود رہ گئے۔ فوراً قاسمی صاحب کو کار میں ڈال کر ہسپتال لایا گیا۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کیا۔ زہر دیئے جانے کی تصدیق ہوگئی۔ ساتھی پریشان ہوکر رونے لگے۔ ڈاکٹر نے علاج شروع کر دیا۔ ہسپتال میں بھگدڑ سی مچ گئی

زہریلے اثرات نے قاسمی صاحب کو نڈھال اور بے حال کر دیا تھا۔ اللہ نے فضل فرمایا۔ دوائیں زود اثر تھیں۔ ڈاکٹر نے سر توڑ کوشش کی بالآخر قاسمی صاحب کی طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ لیکن کمزوری بہت زیادہ تھی۔ دوسرے روز مورخہ ۱۰ اکتوبر کو چوک حق نواز شہیدؒ جھنگ صدر میں انتخابی جلسہ تھا۔ قاسمی صاحب کو خطاب کے لئے لایا گیا۔ چہرے پہ معصومیت کھیل رہی تھی۔ وجود اگرچہ سنبھل چکا تھا مگر ابھی اس قابل نہ تھے کہ حسب معمول کھڑے ہوکر خطاب

Scanned with CamScanner

کرتے۔ کرسی منگوائی گئی، اور آپ نے پہلی بار بیٹھ کر خطاب کا آغاز کیا۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد آپ فرما رہے تھے۔

"خرابیٔ صحت کے باوجود آپ کی خدمت میں صرف اس کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ سمجھیں کہ جس جس کو مولانا حق نواز شہیدؒ کے منصب پر کھڑا کیا تھا وہ زہر کے چند گھونٹوں سے ڈر کر اپنے گھر میں بیٹھ گیا ہے۔ کل جب میرے ساتھ یہ واقعہ ہوا تو میرے ساتھی رو رہے تھے۔ میں خوش ہو رہا تھا۔ میں خوش اس لئے ہو رہا تھا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا جس کی وجہ سے آپ کا وصال ہوا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رض کو زہر دیا گیا جس کی وجہ سے آپ ؓ کا وصال ہوا۔ میں نے کہا اللہ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اور میں نے کلمہ پڑھ لیا اور اس وقت کیفیت یہی تھی کہ شاید مجھے اپنے شہید قائدؒ کے پاس بلاوا آ گیا ہے۔ میں نے کہا اللہ میں تو جا رہا ہوں لیکن مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہے اور ہمارا عقیدہ بھی ہے کہ موت کا ایک وقت متعین ہے۔ اس سے پہلے نہیں اپنے وقت پر آتی ہے۔ موت نے موت سے پہلے نہیں آنا۔ اور سپاہِ صحابہؓ کا تو یہ حال ہے کہ جن کے موت و حیات کے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے قاسمی صاحب موت کے منہ میں جانے سے بچ گئے۔ دو تین روز ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد آپ کی صحت بحال ہو گئی

اور آپ نئی زندگی لے کر نئے سرے سے دشمنانِ اصحاب، رسول کے بیٹوں، پہ موت کا ڈر ڈالنے لگے۔ آخر کار وہ دن بھی آگیا کہ جس کے انتظار میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی نگاہیں جھنگ کی دھرتی پر لگی ہوئی تھیں۔ یہ اکتوبر کی ۲۴ تاریخ اور جمعرات کا دن تھا۔

اور قاسمی صاحب جیت گئے

۲۴ اکتوبر کا دن جھنگ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے عرصۂ دراز کے بعد خوشیوں کا پیغام لایا۔ یہ جمعرات کا دن تھا، سورج طلوع ہوتے صبح آٹھ بجے پولنگ سٹیشنوں پر عوام کا ہجوم تھا۔ سپاہ صحابہؓ کے کارکن ہر مقام پر انتہائی مستعدی سے اپنے فرائض سرانجام دینے کے لئے موجود تھے۔ شہر میں کسی بھی صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے فوج طلب کرلی گئی تھی جو شہر کے تمام حساس مقامات پر موجود تھی۔ پولنگ انتہائی پُرامن طریقے سے ہوئی۔ اب ہر کسی کو نتائج کی انتظار تھی۔ مُلک بھر سے سپاہِ صحابہؓ کے کارکن ٹیلی فون کے ذریعہ سپاہِ صحابہؓ کے مرکزی دفتر سے صورتِ حال معلوم کر رہے تھے۔ دنیا بھر کے حساس مسلمانوں کی نظریں خصوصاً اس سیٹ کے نتائج پر لگی ہوئی تھیں۔

خُدا خُدا کر کے پولنگ ختم ہوئی اور ووٹوں کی گنتی کا آغاز ہوا۔

اکثر پولنگ سٹیشنوں پر مولانا ایثار القاسمی کی بھاری اکثریت سے کامیابی کی خبریں موصول ہونے لگیں۔ مولانا کے مکان کے سامنے احرار پارک سے لے کر جامع مسجد حق نواز شہیدؒ تک عوام کا جمِ غفیر موجود تھا۔ جونہی کسی مقام سے مولانا کی کامیابی کی خبر موصول ہوتی، لوگوں کے دلوں کی

دھڑکنیں تیز ہو جاتیں اور اللہ اکبر کی صداؤں سے فضا گونج اٹھتی۔

ادھر کارکنوں کا جوشِ مسرت سے یہ حال تھا اور ادھر قاسمی صاحب کے دل کی دنیا میں ایک عجیب احساس بیدار ہو چکا تھا۔ وہ اپنی اس متوقع مگر یقینی کامیابی کی خبر سننے سے پہلے ماضی کے دریچوں میں جھانک کر جھنگوی شہیدؒ کی جہدِ مسلسل کو اپنی اس کامیابی کے پس منظر میں چشمِ روشن سے دیکھ رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کی بتیاں جھلملا رہی تھیں۔ انہوں نے جائے نماز بچھائی اور اپنی جبینِ نیاز اپنے خالقِ حقیقی کے حضور جھکا دی۔

اچانک اللہ اکبر کی پُرزور صداؤں سے فضا گونج اُٹھی۔ مکمل نتائج موصول ہو چکے تھے۔ جھنگویؒ شہید کی مسند کا وارث ۲۸۲۴۵ ووٹوں کی اکثریت سے کفر کے نمائندہ کو شکستِ فاش سے دوچار کر چکا تھا۔ ساٹھ ہزار نو سو چودہ ووٹ لے کر ملک کی قانون ساز اسمبلی کا ممبر منتخب ہو چکا تھا۔ ایک غلغلہ سا بلند ہوا۔ مولانا فاروقی صاحب فرطِ مسرت سے بے تاب ہو کر گویا ہوئے۔

"ساڈے ایم این اے نوں باہر کڈ کے لے آؤ"

قاسمی صاحب دروازہ کھول کر باہر نکلے، عوام کو خوشیاں مناتے دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ روتے ہوئے مولانا فاروقی صاحب سے لپٹ گئے۔ اور روتے ہوئے لجہ میں کہنے لگے۔

"لوگو! ایثار قاسمی کامیاب نہیں ہوا۔ جھنگویؒ شہید کامیاب ہوا ہے۔"

لوگ رونے لگے۔ فضا اچانک سوگوار سی ہو گئی۔ بہرحال فاروقی صاحب

Scanned with CamScanner

نے اپنے گھروں پر جشن منایا

مولانا ایثار القاسمی کی کامیابی کی خبر جہاں مظلوم و مقہور مسلمانوں کے لئے باعث مسرت تھی، وہاں کفار و مشرکین جھنگ کے گھروں میں ماتم برپا کرنے کے لئے کافی تھی۔ مشرکین کے بغض و عناد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب میرے عزیز دوست اور محلہ باغ والا جھنگ صدر کی مسجد عائشہ صدیقہؓ کے پیش امام قاری نور محمد فاروقی نے مسجد کا لاؤڈ سپیکر کھول کر اہل محلہ کو مولانا ایثار القاسمی کی کامیابی کی خبر سے آگاہ کیا تو قریب ہی ایک عبادت گاہ سے اسی وقت غیظ و غضب میں جلتے ہوئے ایک نام نہاد مُلا نے لاؤڈ سپیکر پر اس روشن حقیقت کو سر عام جھٹلانا شروع کر دیا۔ وہ کہہ رہا تھا

"لوگو! مولوی ایثار القاسمی کامیاب نہیں ہوا، سب جھوٹ ہے"

لیکن حقیقت کو جھٹلانے سے کیا ہاتھ لگنا تھا۔ بے چارے سر پیٹ کے رہ گئے۔

قاسمی صاحب کی عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ساتھ سپاہ صحابہؓ کی طرف سے شیعہ امیدواروں کے خلاف چلائی گئی مہم بھی کافی حد تک کامیاب رہی تھی اور بڑے بڑے جغادری شیعہ سیاست دان عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے۔

۲۷ اکتوبر کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے تو اس نشست پر بھی مولانا ایثار القاسمی جھنگ کے مشہور شیعہ سیاست دان اور چیئرمین ضلع کونسل شیخ محمد اقبال کو تقریباً ۱۵ ہزار ووٹوں سے شکست فاش دے کر صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔

ساتواں باب

- ضمنی الیکشن کی تیاریاں
- جمہوری اتحاد کی جگا شاہی
- صادق گنگجی کا قتل

Scanned with CamScanner

قاسم شہید کی زبانوں سے اپنے حق میں بار بار
شہادت کا جو ذکر ہوتا تھا وہ کاتبِ تقدیر کی
مرضی کے عین مطابق تھا کیونکہ دنیا میں
ایسے لوگوں کی بہتات ہے جو "شہادت"
کے ذکر سے گھبرا جاتے ہیں اور ان کی
پھیپھڑے کانپنے لگتے ہیں۔
وہ بدعمل اور بے عقل لوگ اپنے
خوش نصیب اس میں سمجھتے ہیں کہ مرتے
وقت ان کی ٹانگیں چارپائی سے چمٹی
ہوئی ہوں اور اپنے پرائے مرد عورتوں کا "گلہ"
ان کی جائے مرگ پر موجود ہو جس کی رسمی بھری
آوازان کے پردۂ سماعت سے ٹکرا رہی ہو اور وہ
ایڑیاں رگڑ رہے ہوں۔
وہ لوگ بڑے بدنصیب ہوتے ہیں ان
کی دینی اور قومی حس مردہ ہو چکی
ہوتی ہے ان کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ بڑے
مزے سے جیتے ہیں اور اپنی آئی پہ مر
جاتے ہیں۔

ضمنی الیکشن کی تیاریاں

۲۷/اکتوبر کو مولانا ایثار القاسمی نے صوبائی نشست پر کامیابی حاصل کی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ دونوں سیٹیں تو نہیں رکھی جا سکتی تھیں۔ لامحالہ جب مولانا نے قومی اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے حلف اٹھایا تو صوبائی سیٹ خود بخود خالی ہوگئی جس پر ۱۰/جنوری ۹۱ء کو انتخابات ہونے تھے۔ لہٰذا آپ نے جماعت کے مشورہ کے مطابق میاں اقبال حسین کھوکھر کو نامزد کر دیا اور اب انہیں کامیاب کرانے کی بھرپور تیاری شروع کر دی۔

اب مولانا کی مصروفیات مزید دوچند ہوگئی تھیں۔ ملک کے مختلف علاقوں میں دینی و مذہبی پروگراموں میں شرکت کرنا، جھنگ میں عوام کے مسائل حل کرانا، جامع مسجد کے منبر و محراب سے صدائے حق بلند کرنا اور ساتھ ہی میاں اقبال حسین کی انتخابات میں کامیابی کے لئے مختلف چکوک اور دیہاتوں میں عوام سے رابطہ رکھنا۔ آپ علی الصبح گھر سے رخصت ہوتے اور رات گئے واپسی ہوتی تھی۔

میاں اقبال حسین

بہتر ہے گا کہ آگے چلنے سے پہلے سپاہ صحابہؓ کے اس قابل فخر فرزند کا تعارف بھی کرا دیا جائے (جو بعد میں گولیوں کی بوچھاڑ اپنے سینے پہ سہہ کر راہیٔ عدم ہوا، اور اپنے پیچھے بے شمار بے سہارا دوشیزاؤں، یتیم بچوں اور بیواؤں کو روتا چھوڑ گیا) میاں اقبال حسین ضلع جھنگ کے معروف صنعت کار، کھوکھر خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ انتہائی منکسر المزاج، صاحب

Scanned with CamScanner

علم و حیا، سخاوت اور فیاضی میں ضرب المثل، جھنگوی شہیدؒ کے بڑا نے عقیدت مند، مخلص اور بے باک شخص تھے جن کی زیرِ نگرانی ضلع جھنگ میں صوفی ٹیکسٹائل ملز کے کئی یونٹ کام کر رہے تھے۔

جھنگوی شہیدؒ نے جب عابدہ حسین کے مقابلے میں ۸۸ء کا الیکشن لڑا تو اس دوران میاں اقبال حسین نے آپ کے ایک مخلص معاون کی حیثیت سے بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ جھنگویؒ شہید کی شہادت کے بعد ۹۰ء کے انتخابات میں مولانا ایثار القاسمی کے دست و بازو بنے رہے۔ ان کی فیاضی کے واقعات جھنگ میں زبان زدِ عام ہیں۔ عوامی اور سماجی کاموں میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔

جمہوری اتحاد کی جگا شاہی

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ مولانا ایثار القاسمی قومی اسمبلی کی نشست پر اسلامی جمہوری اتحاد کے ٹکٹ اور انتخابی نشان پر کامیاب ہوئے تھے لیکن صوبائی نشست پر انہوں نے جمہوری اتحاد سے ٹکٹ نہ ملنے کے باوجود بھی الیکشن لڑا اور جمہوری اتحاد ہی کے نامزد امیدوار شیخ اقبال کو شکستِ فاش دے کر یہ واضح کر دیا تھا کہ اُن کی کامیابی جمہوری اتحاد کی رھینِ منّت نہیں بلکہ جھنگوی شہیدؒ کے مقدس خون کی برکت اور اصحابِ رسولؐ کی کرامت ہے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ جمہوری اتحاد کے رہنماؤں کو احساسِ ندامت ہوتا۔ اور وہ ضمنی انتخاب کے لئے اُسی شکست خوردہ اُمیدوار کو دوبارہ ٹکٹ نہ دیتے۔ لیکن شاید یہ شیخ اقبال کی " وائیں چاپلوسی " کی ہی برکت تھی کہ دوبارہ

Scanned with CamScanner

اُسے ٹکٹ سے نوازدیا گیا۔ حالانکہ میاں اقبال حسین کے مقابلے میں اُس کی کامیابی کا قطعاً امکان نہ تھا۔

کارکنوں کی شہادتیں

اِدھر نواب امان اللہ سیال اپنی عبرت ناک شکست کا صدمہ برداشت نہ کرتے ہوئے انتقامی کارروائیوں پر اُتر آیا تھا اور سپاہِ صحابہؓ کے مظلوم کارکنوں کو نشانۂ ستم بنا رہا تھا۔

۱۱ نومبر ۱۹۹۰ء بروز اتوار کو سپاہِ صحابہؓ کا عظیم اور شیردل ۲۲ سالہ نوجوان محمد نعیم ڈاکٹر کی دکان پر دوائی لینے گیا تو نواب امان اللہ سیال کے پالتو غنڈے اور معروف بدمعاش ناصر سیال نے اپنے دیگر اوباش صفت ساتھیوں سمیت اس پر حملہ کر دیا۔ محمد نعیم بہادر نوجوان تھا۔ کافی دیر تک مزاحمت کرتا رہا لیکن ظلم کے چرکے اس کے بدن کو گھائل کر چکے تھے۔ وہ گر کر تڑپنے لگا اور تڑپ تڑپ کر ساکت ہوگیا۔

ظالم آگے بڑھے۔ ابھی اُن وحشیوں کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تھی اور وہ مزید شکار کی تلاش میں تھے۔ تو سپاہِ صحابہؓ کا ایک سرگرم ۱۸ سالہ خوبرو نوجوان محمد امجد پٹھان اُن کے ہتھے چڑھ گیا۔ وہ الیکٹریشن کی دکان میں بیٹھا تھا اور بالکل نہتا تھا۔ اچانک کلاشنکوف کی گولیوں کی بوچھاڑ اس کے سینے کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی اور یوں ایف اے کا ہونہار طالب علم جان کی بازی ہار گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ط

ان دونوں نوجوانوں کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ سپاہِ صحابہؓ کے کارکن تھے۔ قتل کیس میں شکست خوردہ بھوکے بھیڑیئے نواب امان اللہ سیال

سمیت ۱۴ ملزمان نامزد کئے گئے۔ جن میں سے ۱۲ ملزم گرفتار کئے گئے۔ نواب امان اللہ اور ثناء الحق ترمذی ایڈووکیٹ کو پولیس نے ہاتھ تک نہ ڈالا مولانا ایثار الحق نے حالات کو سنبھالا اور وزیراعظم نواز شریف سے احتجاج کیا۔ وزیراعظم نے انصاف کی رسمی یقین دہانی کرائی مگر جس ملک میں صحابہ کرامؓ کے لئے انصاف نہ ہو وہاں پر سپاہ صحابہؓ کے لئے انصاف! ؏

ایں خیال است و محال است و جنوں

کچھ ہی دنوں بعد جھنگ سٹی کا ۲۰ سالہ نوجوان محمد آفتاب، چھ بہنوں کا اکلوتا بھائی بوڑھے والدین کا واحد سہارا مورخہ ۱۱ دسمبر بروز منگل کو صبح کے وقت گھر سے دہی لینے نکلا تو امان اللہ سیال ملعون کی کمین گاہ سے اندھا دھند فائرنگ کے نتیجہ میں ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور آفتاب کی زندگی کا آفتاب غروب کرتے ہوئے آگے نکل گئی۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون ط

آفتاب کے جنازہ پر بڑے رقّت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ چھ بہنیں گھر میں حسرت و یاس کی تصویر بنی بیٹھی تھیں۔ اُن کا اکلوتا بھائی دن دہاڑے خاک و خون میں تڑپا دیا گیا تھا۔ اُن کی چیخوں سے جگر پھٹے جا رہے تھے۔ جب جنازہ اٹھایا گیا۔ تو مولانا فاروقی صاحب نے آگے بڑھ کر کندھا دیا۔ آفتاب کا بوڑھا باپ رُندھے ہوئے پُر درد لہجے میں فاروقی صاحب سے کہ رہا تھا۔

"میرا جوان بیٹا ذبح ہوگیا ہے، فاروقی صاحب! میرے بیٹے کا مشن جاری رکھنا"۔

سوچنے کی بات ہے کہ جس قائد کو ایسے کارکن مل جائیں، جو جان پر کھیل کر بھی مشن سے سرِ مو انحراف نہ کرتے ہوں یا جن قائد نے ایسے عوام

Scanned with CamScanner

کی تربیت کی ہو اُس کی عظمت کا اندازہ محال ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جن لوگوں کی مذہبی غیرت زندہ ہو وہ مَر کر بھی اَمر ہوجاتے ہیں ۔ شہید جب جامِ شہادت نوش کرلیتا ہے اور دیکھتی آنکھوں کے سامنے اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرجاتی ہے ۔ وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوجاتا ہے ۔ نظریات کی خاطر اپنی جان اور جوانی پہ تیغِ ستم کے وار سہہ کر اگرچہ وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوجاتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ ایک نئی زندگی اور تازہ جوانی حاصل کرلیتا ہے ۔ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی، کبھی نہ تھکنے والی جوانی ۔ قرآنِ مقدس کی زبانِ مقدس ایسے ہی لوگوں کے لئے مژدۂ جاں فزا سناتی ہے ۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کردیئے جائیں ۔ اُن کے بارے میں مُردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو ، بلکہ وہ تو اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں ۔ اور رزق دیئے جاتے ہیں ۔

قاسمی شہیدؒ کے قافلے کا سرگرم رضا کار آفتاب شہیدؒ راہِ شہادت کا آخری مسافر نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی بیسیوں کارکن نوجوان عظمتِ صحابہؓ کے دفاع کے جرم میں خاک و خون میں تڑپائے گئے اور تاحال یہ سلسلہ جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا ۔ تاوقتیکہ شہداء کی بے دریغ قربانیوں کے طفیل ، ربِّ ذوالجلال کے فضل وکرم سے اِس ملک میں عظمتِ صحابہؓ کو آئینی تحفظ نہیں فراہم ہوتا ۔

عظمتِ صحابہؓ کے تحفّظ کے لئے یقیناً ہمیں ابھی جانوں کے نذرانے

پیش کرنے ہوں گے اِس لئے کہ یہ وقت کا تقاضا ہے کہ جن صحابۂ کرامؓ کا ہم نام لے کر فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی دینِ حق کی خاطر بے انتہا قربانیاں دی تھیں۔ لہٰذا ہم بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے خون سے عظمتِ اسلام و صحابۂ کرامؓ کا پرچم بلند کریں۔

صادق گنجی کا قتل

مورخہ ۱۹ر دسمبر بدھ کی شام سات بجے کے قریب، خانۂ فرہنگ ایران کے ڈائریکٹر آقائے صادق گنجی کو مال روڈ لاہور پر سروسز انٹرنیشنل ہوٹل کے قریب جھنگ سے تعلق رکھنے والے نوجوان شیخ حق نواز نے اپنے چند دیگر ساتھیوں کے تعاون سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

مقتولِ مذکور ملکِ عزیز میں اہلِ سنّت کے خلاف تیار ہونے اور پایۂ تکمیل تک پہنچنے والی تمام سازشوں کا بانی اور سرپرست تھا۔ اس نے ایران کے سفارت کار کی حیثیت سے پاکستان کے اہلِ تشیع کو ملک میں شیعہ انقلاب برپا کرنے پر برانگیختہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ اپنے عرصۂ ملازمت کے دوران شیعہ تنظیموں کی مکمل سرپرستی کرتا۔ انہیں اسلحہ فراہم کرتا۔ لٹریچر شائع کرواکر مفت تقسیم کرتا۔ انتہائی ذہین اور عیاش ترین آدمی تھا۔ اس پر طُرّہ یہ کہ اپنے گرو خمینی ملعون کی طرح دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے شیعہ سُنّی بھائی بھائی کا راگ بھی الاپا کرتا تھا۔ اِس کے علاوہ وہ پرلے درجے کا شاتمِ رسول تھا۔ خانۂ فرہنگ ایران کی جانب سے شائع کردہ کفریہ لٹریچر اس پر دال ہے جس کے ایک کتابچہ بعنوان " اتحاد و یک جہتی امام خمینیؒ کی نظر میں " کے صد ۱۵ پر درج ہے۔

"جو نبی بھی آئے۔ وہ انصاف کے نفاذ کے لیے آئے۔ اُن کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ ہو لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ ختم المرسلینؐ جو انسان کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لئے آئے تھے۔ انسان کی تربیت کے لئے آئے تھے لیکن وہ بھی اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوئے"۔ (العیاذ باللہ)

مذکورہ کتابچہ پہلی بار بیس ہزار کی تعداد میں شائع کرا کے مفت تقسیم کیا گیا۔ بعد میں بھی اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ سپاہ صحابہؓ کے شدید احتجاج کے باوجود بھی حکومت پاکستان نے اِس پر پابندی نہ لگائی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اِن حالات میں شیخ حق نواز جھنگوی نے صادق گنجی کو قتل کر کے کوئی قابلِ ملامت کام نہیں کیا بلکہ یہ اُس کے دل میں موجزن عشقِ رسولؐ کا تقاضا تھا۔

صادق گنجی کا قاتل شیخ حق نواز جھنگ صدر کا رہائشی تھا۔ امیرِ عزیمت مولٰنا حق نواز شہیدؒ کی ایمان پرور تقاریر سُن سُن کر اُس کے دل میں عشقِ رسولؐ کی بے انتہا تڑپ پیدا ہوگئی تھی جس کا اظہار اُس نے شاتمِ رسولؐ کو تماشہ پر پہنچنے سے قبل تماشہ بنا کر کردیا تھا۔

اور یہ پہلا واقعہ نہیں تھا بلکہ اِس سے قبل بھی ایسے کئی واقعات پیش آچکے تھے۔ مسلمان جتنا بھی گیا گزرا ہو۔ ابھی اتنا بے غیرت نہیں ہوا کہ اپنے پیارے رسولؐ کی توھین برداشت کر کے آرام سے بیٹھ جائے۔ اِسی لاہور کی دھرتی پر غازی علم الدین شہیدؒ نے رسولِ اکرمؐ کے خلاف توھین آمیز کتاب لکھنے پر شاتمِ رسولؐ راجپال کو خنجر کے پے در پے وار کر کے

Scanned with CamScanner

دن دیہاڑے جہنم رسید کیا تھا۔ حیرت ہے کہ غازی علم دین توہین رسولؐ کے مرتکب کو جہنم واصل کرے تو غازی کے لقب سے سرفراز ہو۔ اُس کے نام پر فلمیں بنائی جائیں۔ اُسے قوم کا ہیرو بنا کر پیش کیا جائے۔ لیکن اگر جھنگ کا شیخ حق نواز نامی نوجوان شاتم رسولؐ کو قتل کرے تو دہشت گرد اور تشدد پسند کہا جائے۔ پاکستان کی عدالتِ عالیہ اُسے پھانسی کی سزا سُنائے۔ یہی سزا تو غازی علم الدین شہیدؒ کو انگریز عدالت نے سُنائی تھی۔

خیر! بہرحال صادق گنجی کا قتل شیخ حق نواز اور اُس کے ساتھیوں کا انفرادی عمل تھا لیکن دشمن کی مکاری اور چالاکی کا اندازہ کیجئے کہ اِس قتل کی ایف آئی آر کٹواتے وقت سپاہِ صحابہؓ کے قائدین علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی اور ایم این اے مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کو بھی نامزد کر دیا۔ صرف اِسی پر بس نہیں بلکہ ہمسایہ ملک ایران نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی انتہا کر دی کہ ایک پورے کا پورا تحقیقاتی کمیشن لا کر پاکستان میں بٹھا دیا کہ ہمیں پاکستان کے تفتیشی ذرائع پر اعتماد نہیں اور اس کمیشن نے آتے ہی غوغا آرائی شروع کر دی کہ صادق گنجی کے قتل میں مولانا ایثار القاسمی، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور اُن کی جماعت ملوّث ہے۔

پاکستانی افسر شاہی کے بھی کیا کہنے کہ آئی جی پنجاب نے بھی بغیر سوچے سمجھے بیان دے دیا کہ صادق گنجی کے قتل میں سپاہِ صحابہؓ کا ہاتھ ہے۔

پاکستان میں اہلِ تشیع کی دہشت گرد تنظیم تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ کے سربراہ نے بھی واویلا شروع کر دیا کہ سپاہِ صحابہؓ اس قتل میں ملوّث ہے۔ آئی ایس او کے غنڈوں نے بھی سپاہِ صحابہؓ کے خلاف جلوس نکالنے شروع کر دیئے اور سپاہِ صحابہؓ پر پابندی کا مطالبہ کر دیا۔

Scanned with CamScanner

یہ ساری کارروائی انتہائی اشتعال انگیز تھی۔ دیواروں پر جا بجا یہ نعرے لکھے نظر آتے تھے کہ مولوی ضیاءالرحمٰن فاروقی اور مولوی ایثار القاسمی کو پھانسی دی جائے۔ حالانکہ مذکورہ وقوعہ کے وقت قاسمی شہیدؒ ملک میں بھی موجود نہیں تھے۔ آپ ان دنوں عراق کے دورہ پر تھے۔

قائدِ سپاہِ صحابہؓ نے اس ساری کارروائی پر صبر و تحمل سے کام لیا۔ اور کسی قسم کی غیر قانونی حرکت سے کارکنوں کو باز رکھا، لیکن جب یہ غوغا آرائی مزید شدت اختیار کر گئی تو مولانا ایثار القاسمی نے ملک واپسی پر قومی اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حکومتِ پاکستان سے شدید احتجاج کیا۔ آپ کا قومی اسمبلی میں کیا ہوا خطاب من وعن پیش کیا جائیگا۔

قاسمی شہیدؒ سے میری آخری ملاقات

قاسمی شہیدؒ سے میری آخری ملاقات ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء کو جھنگ میں ہوئی۔ میں اُن دنوں دارالعلوم مدنیہ بہاولپور میں زیرِ تعلیم تھا۔ دارالعلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا تھا جس میں قاسمی شہیدؒ کو مدعو کیا گیا تھا۔ قاسمی شہیدؒ نے جھنگ کے مخصوص اور پُرخطر حالات اور ۱۲ روز بعد ہونے والے صوبائی ضمنی انتخابات کی مصروفیات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ناظم دارالعلوم مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سے یہی فرمایا تھا کہ اگر حالات نے اجازت دی تو حاضر ہو جاؤں گا۔

مجھے ناظم صاحب نے قاسمی شہیدؒ کو لانے کے لیے جھنگ روانہ فرمایا۔ موسم پہلے ہی کافی حد تک سرد تھا۔ ساتھ ہی بارش نے سردی کی شدت میں دوگنا اضافہ کر دیا تھا۔ میں شام ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ایوب

چوک جھنگ میں فلائنگ کوچ سے اُترا تو بارش تو کسی حد تک رُک گئی تھی لیکن تیز ہوا کے جھونکوں نے مجھے کپکپاہٹ کا شکار کر دیا۔ بہرحال میں پیدل چلتا اور مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا احرار پارک میں واقع قاسمی شہیدؒ کے مکان کے سامنے پہنچا تو قاسمی شہیدؒ بیٹھک میں تشریف لے جا رہے تھے۔ محافظ گن مین بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ماحول پر سکوت طاری تھا۔ جھنگ کے خطرناک حالات نے سوا آٹھ بجے تک بازاروں میں ہُو کا عالم طاری کر دیا تھا۔ قاسمی شہیدؒ نے مجھے دیکھا تو بڑی محبت سے پیش آئے۔ بیٹھک میں بٹھایا اور ساتھ ہی ایک موٹا سا کمبل میری طرف اچھال دیا۔ سفر کی غرض و غایت پوچھی۔ کھانے کے بارے میں اصرار کیا، مگر میں چونکہ راستے میں کھانا کھا چکا تھا لہٰذا انکار اصرار پر غالب آ گیا تو قاسمی صاحب نے گھر میں چائے کا آرڈر بھیجا۔ کچھ دیر تک تشریف فرما رہے۔ چائے تیار ہو کر آ گئی۔ میں نے پی لی۔ قاسمی صاحب فرمانے لگے۔ مولانا آپ تشریف رکھیں صبح تفصیلی ملاقات ہو گی۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ چائے کے برتن اٹھائے اور گھر تشریف لے گئے۔ میں لحاف اوڑھ کر سو رہا اور رات گزر گئی

صبح کی نماز جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں ادا کرنے کے بعد میں اپنے دوست قاری نور محمد فاروقی کے ہمراہ دوبارہ حاضر خدمت ہوا۔ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا لیکن قاسمی شہیدؒ کے مکان کے سامنے کافی تعداد میں لوگ ہاتھوں میں درخواستیں اُٹھائے آن وارد ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد عوام کا یہ نمائندہ اپنی بیٹھک میں جلوہ گر تھا۔ لوگ باری باری اپنے مسائل سے آگاہ کرتے اور مولانا پوری توجہ اور انہماک سے ان کی بات سنتے۔ اور ان سے ہر قسم کا تعاون فرمانے کا عزم ظاہر کر رہے تھے۔ آپ کا دروازہ ہر امیر اور غریب کے

لئے ادا ہو چکا تھا۔

اچانک ہم پر نظر پڑی تو فوراً اندر طلب فرمالیا اور فرمانے لگے کہ آپ کے پروگرام پر حاضری سے معذور ہوں کہ حالات آپ کے سامنے ہیں اور عوام کا یہ ہجوم بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ بار بار معذرت ہوئی۔ اتنے میں میاں اقبال حسین (شہیدؒ) بھی تشریف لے آئے۔ جنہیں قاسمیؒ شہید نے صوبائی ضمنی الیکشن میں بطور امیدوار کھڑا کیا تھا۔ مولنا نے ٹیلی فون پر قائد محترم علامہ فاروقی صاحب سے رابطہ کیا اور انہیں جھنگ تشریف لانے کو کہا۔ ہم سے ایک بار پھر معذرت کی اور ہم رخصت ہو گئے۔ ہمیں کب معلوم تھا کہ یہ ہماری قاسمی شہیدؒ کے ساتھ آخری ملاقات ہے۔ اگر ہمیں آنے والے حالات کا علم ہوتا تو کم از کم ایک بار جی بھر کر ملاقات کا بہانہ تلاش کرتے لیکن قدرت کے راز چرا لینا انسان کے بس کی بات نہیں۔ انسان تو نوشتۂ تقدیر کے آگے مجبورِ محض ہے۔

قاری نور محمد فاروقی مجھے الوداع کہنے کے لئے بس اسٹینڈ تک تشریف لائے جہاں قریب ہی ایک دیوار پر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی تازہ وال چاکنگ موجود تھی، لکھا تھا۔

" دہشت گرد تنظیم سپاہ صحابہؓ کے دہشت گرد رہنماؤں ضیاء الرحمٰن فاروقی اور ایثار القاسمی کو صادق گنجی قتل کیس میں سزائے موت دی جائے۔"

قریب کھڑے لوگ اس پر مختلف انداز میں تبصرے کر رہے تھے۔ اتنے میں بس آگئی۔ میں سوار ہو گیا۔ بس آہستہ آہستہ جھنگ شہر کو پیچھے چھوڑتی ہوئی شورکوٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

قاسمی شہیدؒ نظروں میں سما جانے والی شخصیت تھے۔ میں اُن کے حسنِ اخلاق سے شدید متاثر ہوا تھا۔

آٹھواں باب

- قتل کی سازش
- شہداء کے جنازے
- زندگی کا آخری خطاب
- شب آخر
- شہادت
- عاشق کا جنازہ اور تدفین

"وہ قیامت کی خبر تھی، جو اٹھی اور پلک کی
سی تیزی سے ہر گلی ہر کوچے پھیل
گئی۔ جس نے سُنی، سکتے میں رہ
گیا، اور جب یہ سکتہ ختم ہُوا تو ہر طرف
چیخ و پکار تھی، آہ و فغاں کا شور تھا،
دُکھ تھا، درد تھا، صدمہ تھا، رنج تھا،
الم تھا، ملال تھا، آہیں تھیں، سسکیاں
تھیں، آنسو تھے، پریشانی تھی، جذبات
تھے، طوفان تھا، آگ تھی، شعلے تھے
دھواں تھا، بربادی تھی، ہائے اور وائے
تھی، مار اور دھاڑ تھی، موت کا راج تھا
گویوں کی بوچھاڑ تھی،
کوئی دل ایسا نہ تھا، جس کی
دھڑکنیں بے ترتیب نہ ہوئی ہوں اور
کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہوئی
ہو۔"

قتل کی سازش

ضمنی الیکشن کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔ ووٹ کی پرچیوں کی صورت میں حق و باطل کا معرکہ ایک بار پھر جھنگ کی لہو رنگ دھرتی پر برپا ہونا چاہتا تھا۔ انتخابات ۱۰ر جنوری کو ہونے تھے۔ باطل قوتوں کو اپنی فرعونیت کا سورج غروب ہوتا نظر آرہا تھا۔ لہذا انہوں نے خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے الیکشن میں ذلت ناک ہزیمت سے بچنے کے لئے ایک انوکھا کھیل کھیلنے کا پروگرام بنایا اور وہ انوکھا کھیل یہ تھا کہ جرأت و عزیمت کے اس پیکر کو ابدی نیند سلا دیا جائے۔ جو ہماری عیاشی و بدقماشی فطرت خبیثہ کے مقابل عظیم الجثہ چٹان کی مانند کھڑا ہوا ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ جب تک یہ شخص دھرتی کے سینے پر موجود ہے۔ ہمارے ہر منصوبے کو پاؤں کی ٹھوکر سے اُڑائے گا۔ شیطان کی فطرت ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر اپنے ہم نواؤں کی بھرپور غیر اخلاقی مدد کرتا ہے انہیں ہر قسم کے گھناؤنے کرتوتوں پر آمادہ اور برانگیختہ کرتا ہے۔ اور جب وہ کوئی گھناؤنا کرتوت کر ڈالتے ہیں تو انہیں چوراہے کے بیچ کھڑا کر کے دولتیاں جھاڑتا بھاگ جاتا ہے۔

شیخ محمد اقبال آئی جے آئی کے ٹکٹ پر سپاہ صحابہؓ، انجمن تاجران اور شہر بھر کی دیگر مذہبی و سماجی تنظیموں کے نامزد اُمیدوار میاں اقبال حسین (شہیدؒ) کے مقابلے میں صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہا تھا۔

سپاہ صحابہؓ کی بدترین مخالف تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، پیپلز ڈیموکریٹک الائنس کا جزو تھی۔ جس کی آئی جے آئی کے ساتھ عداوت کی حد تک مخالفت تھی

لیکن ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ کے سربراہ ساجد علی نقوی نے مورخہ یکم جنوری بروز منگل کو جھنگ سٹی میں شیخ محمد اقبال سے خصوصی ملاقات کی۔ جس میں قاسمی صاحب کو راستے سے ہٹانے کی سازش ترتیب دی گئی۔

جنگلی لومڑی کی طرح عیّار شیخ اقبال تحریکِ فقہ جعفریہ کی طرف سے حمایت کے لالچ پر قاسمی صاحب کو راستے سے ہٹانے کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ ادھر اسی روز کے اخبارات میں مولانا ایثار القاسمی اور علّامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کو قتل کرنے کے لئے ایرانی کمانڈوز کی جھنگ شہر میں داخل ہوجانے کی خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی۔ اس سے ایک سمجھ دار انسان بہت جلد معاملے کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔

ایرانی کمانڈوز جو قائدین سپاہِ صحابہؓ کو قتل کرنے کے لئے جھنگ میں داخل ہوئے تھے انہیں ایک ایسے غدار کی تلاش تھی جو اُن کے لئے کلاشنکوف چلانے کو اپنے کندھے کا سہارا فراہم کرسکے۔ اور یہ کام شیخ اقبال ہی احسن طریقے سے سرانجام دے سکتا تھا۔

چنانچہ ساجد نقوی کے ساتھ کانا پھوسی کے بعد جھنگ کے عوام نے یہ منظر بھی دیکھا کہ امام باڑوں سے شیخ اقبال کی حمایت کا اعلان ہونے لگا۔ اور تحریکِ فقہ جعفریہ کی بغل بچہ دہشت گرد تنظیم آئی۔ ایس۔ او کے کارکن رکشوں پر لاؤڈ اسپیکر نصب کر کے شیخ اقبال کی حمایت کا اعلان کرنے لگے۔ شیعوں کی شیخ اقبال کی بھی شیعوں کے ہاں آمدورفت میں اضافہ ہوگیا۔ جھنگ سٹی کے ایک امام باڑے کی تعمیر کے لئے شیخ صاحب موصوف نے ۵۰ ہزار روپے کی رقم بطور عطیہ بھی ادا کی۔ علاوہ ازیں اسی دوران خدابخش نامی ایک شیعہ ملعون داخلِ

جہنم ہوا تو شیخ موصوف نے گویا اپنے طور پر اس کے گناہ بخشوانے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے اس کی آخری رسومات میں بھی شرکت کی اور پھوٹے بھی بہائے حالانکہ انہی دنوں سپاہ صحابہؓ کے تین کارکن یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تو شیخ صاحب موصوف نے جنازوں میں شرکت تو کجا، رسمی تعزیت بھی نہیں کی تھی۔ خدا بخش شیعہ کے قتل کی ایف آئی آر میں اس کے ورثاء نے مولانا ایثارالقاسمی کو نامزد مجرم قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف ۳۰۲ کا مقدمہ بنوایا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسا شیخ اقبال کی شہ پر ہی ہوا ہو۔ بہرحال یہ وہ واقعات اور حقائق ہیں جو شیخ اقبال کی منافقت اور ایثار دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

برادرِ نسبتی سے

صادق گنجی کا قتل بھی مولانا ایثارالقاسمی شہیدؒ کے قتل کا پیش خیمہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ شیعیت کا بہت بڑا نقصان تھا جس پر دنیا بھر کی شیعیت بلبلا اٹھی تھی۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ صادق گنجی قتل کے وقوعہ کے دوران قاسمی شہیدؒ بیرون ملک کے دورے پر تھے۔ انہیں اس وقوعے کا علم بھی وطن واپسی پر ہوا اور انہوں نے یہ خبر معلوم ہونے ہی وضاحتی بیان جاری کیا تھا کہ اس قتل سے ان کا اور سپاہ صحابہؓ کا کوئی تعلق نہیں لیکن رافضیت اس وقوعے کی آڑ میں آپ کے قتل کا منصوبہ بنا چکی تھی۔ قاسمی شہیدؒ حالات کی نزاکت کو بھانپ چکے تھے۔ اسی دوران جھنگ کے ایک پولیس افسر نے آپ کو متوقع قاتلانہ حملہ سے آگاہ کیا، تو گویا آپ کو یقین سا ہو گیا۔ آپ نے اپنے برادرِ نسبتی جناب رانا عبدالعزیز کو طلب کیا اور انہیں خبردار کرتے ہوئے نصیحت کی کہ،

"مجھے قتل کرنے کے لئے ایرانی کمانڈوز شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو اپنی ہمشیرہ (بیگم نصرت ایثار) کی ڈھارس بندھانا، انہیں دلاسہ دینا اور ہر طرح سے اُن کی غم گساری کرنا۔"

یہ باتیں سن کر رانا عبدالعزیز پریشان ہو گئے اور کہنے لگے۔

"بھائی جان! آپ ہمارے سامنے ایسی باتیں کر کے ہمیں پریشان کرتے ہیں۔ ذرا احساس کیا کریں۔ انشاءاللہ آپ سلامت رہیں گے اور دشمن کا منہ کالا ہوگا۔ ہاں اگر خدانخواستہ ہمیں یہ وقت دیکھنا بھی پڑا تو ہم اپنی ذمہ داریاں سمجھتے ہیں اگر ہم اپنی ہمشیرہ کو دلاسہ نہ دیں گے تو اور کون دے گا۔ آپ مطمئن رہیں۔"

اہلیہ محترمہ سے

۲۱ دسمبر ۹۰ء کو جب آپ قومی اسمبلی کے اجلاس سے فارغ ہو کر جھنگ تشریف لائے تو آپ کی رفیقۂ حیات نے آپ کے چہرے کو غور سے دیکھا اور شاید تفکر کی ہلکی سی جھلک محسوس کر لی۔ وجہ دریافت کرنے پر پہلے تو آپ نے مسکرا کر ٹال دیا، مگر رموز آشنا اہلیہ نہ مانیں اور حقیقتِ حال سے آگاہ کرنے پر اصرار کرنے لگیں تو قاسمی صاحب نے فرمایا۔

"مجھے قتل کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی جا چکی ہے اور ایرانی کمانڈوز شہر میں داخل ہو چکے ہیں، مجھے اور تو کوئی پریشانی نہیں زندگی موت کی امانت ہے اور جان آنی جانی شئے ہے تمہیں دیکھ کر خیال آتا ہے کہ تمہارا کیا بنے گا؟ تم تو ابھی کمسن ہو۔"

Scanned with CamScanner

قاسمی شہیدؒ کی اہلیہ غمزدہ ہوگئیں اور فرطِ جذبات سے مغلوب ہوکر کہنے لگیں۔
"اگر خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو میں بھی خودکشی کر کے اپنی
زندگی کا خاتمہ کرلوں گی۔ میرا آپ کے سوا کون ہے؟"
اس پر قاسمی صاحب نے اہلیہ کو تلقین کی کہ
"صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ تم نے میرا ساتھ نبھایا
ہے۔ میں تم سے خوش ہوں۔ جذبات میں آکر کوئی غلط فیصلہ
نہیں کرنا۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔"
قاسمی شہیدؒ اپنی رفیقۂ حیات کو صبر و سکون کی تلقین کر رہے تھے اور قدرت مسکرا
رہی تھی۔

سمن جاری ہوگئے

اسی اثناء میں عدالت عالیہ کی طرف سے قائدِ سپاہ صحابہؓ علامہ فاروقی اور
قاسمی شہیدؒ کو صادق گنجی قتل کیس میں شاملِ تفتیش ہونے کے سمن موصول ہوئے
علامہ فاروقی مدظلہٗ نے فوراً دستخط کر کے اپنے آپ کو پیش کر دیا اور دوسرے
روز عدالت میں بیان دیتے ہوئے اتمامِ حجت کے طور پر واضح فرمایا کہ
"مذکورہ کیس میں سپاہِ صحابہؓ قطعی طور پر ملوّث نہیں ہے۔ صادق
گنجی کا "قتل" قاتلوں کی انفرادی کارروائی ہے"۔ جبکہ
قاسمی شہیدؒ نے "سمن" کو کوئی اہمیت نہ دی۔

شیخ اقبال کی بوکھلاہٹ

۱۴ر جنوری بروز جمعۃ المبارک جماعتی فیصلہ کے مطابق "تالاب کمیٹی گراؤنڈ" میں

Scanned with CamScanner

اجتماعی اور نمازِ جمعہ ادا کرنے کا پروگرام تھا۔ چیئرمین بلدیہ شیخ اقبال نے بوکھلاہٹ کا ثبوت دیتے ہوئے گراؤنڈ میں پانی چھوڑ دیا۔ اسی روز جھنگ بستی کا ایک نوجوان کارکن سعید احمد ظالم شیعوں کے ظلم کا نشانہ بن کر جان کی بازی ہار بیٹھا۔ اس شہید کی نمازِ جنازہ بھی جمعہ کے موقع پر ادا کرنے کا پروگرام تھا۔

گراؤنڈ میں پانی دیکھ کر کارکن مشتعل ہوئے۔ لیکن قاسمی صاحب نے ایک بار پھر مسئلہ کنٹرول کیا اور حالات کو خراب ہونے سے بچایا۔ "شیخ اقبال" اپنی حرکتوں سے سرکس کا فنکار معلوم ہوتا تھا۔ گراؤنڈ میں پانی چھوڑ کر خود اسلامیہ سکول میں فقہ جعفریہ والوں کے پاس نمازِ جمعہ ادا کرنے جا پہنچا۔ ووٹ حاصل کرنے کے لئے بھی کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ یہاں سے فارغ ہوا تو پرانی عیدگاہ میں اللہ بخش نیّر کی اقتداء میں دوسری بار نمازِ جمعہ ادا کر کے طرفہ تماشا بن بیٹھا۔

نمازِ جمعہ گراؤنڈ کی بجائے سامنے سڑک پر ادا کرنے کے بعد سعید احمد شہید کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ شہر بھر کے علماء کرام اس موقع پر موجود تھے۔ قاسمی شہید نے سعید شہید کے جنازہ پر جو خطاب فرمایا وہ آپ کی زندگی کے یادگار خطبات میں شمار ہوتا ہے۔

آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"محترم دوستو! مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کے بعد جنازے اُٹھا اُٹھا کر میرے کندھے تھک گئے ہیں۔ میں نے رات عرض کیا تھا کہ اگر مجھے بدر و اُحد میں صحابہؓ کرام کے لاشے تڑپتے نظر نہ آتے ہوتے۔ مجھے سیدنا بلالؓ تڑپتے نظر نہ آتے ہوتے تو شاید میں اپنے جذبات پر کنٹرول نہ کر سکتا۔ لیکن اصحابؓ رسولؐ کی زندگیاں

ان کی تعلیمات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔
دکھ اس بات کا ہے کہ اِس خون کی ہولی میں ہاتھ اپنے ہی گھر کے آدمی کا ہے۔ کلہ

'اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'

شیعہ کی کیا جرأت ہے کہ وہ ہمیں قتل کرے، جب تک شیخ اقبال جیسے شیعہ کے ٹاؤٹ اور ایجنٹ موجود ہیں۔ خدا کی قسم! اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ شیخ اقبال کے مارنے کے لئے آج اس تالاب کمیٹی (گراؤنڈ) میں نمازِ جمعہ نہ پڑھ دینا ہی کافی ہے۔ آج میں اور آپ روڈ پر نمازِ جمعہ ادا کر رہے ہیں۔ شیخ اقبال اِسلامیہ سکول میں فقہ جعفریہ والوں کے ساتھ جمعہ پڑھ رہا ہے۔

سُنّیوں کا قاتل ، شیخ اقبال
سُنّیوں کا قاتل ، شیخ اقبال

سُنّی نوجوانو! آپ سے کہتا ہوں کہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرو۔ حالات اور جذبات پر کنٹرول رکھو۔ دس جنوری کو جھنگ پولیس کے ایس پی، شیخ اقبال اور پولیس کا (سیاسی) جنازہ ہم نے اٹھانا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے

المدد ، المدد ، یا خُدا ، یا خُدا
المدد ، المدد ، یا خُدا ، یا خُدا

پولیس کے ذریعے شیخ اقبال لوگوں پہ گولیاں برسوا کے یہ سمجھتا ہے کہ الیکشن جیت جائے گا۔ میں زندہ رہا تو بلدیہ کا کونسلر بھی نہیں

رہنے دوں گا'

للکار ہے، للکار ہے ۔ شیر کی للکار ہے
للکار ہے للکار ہے ۔ شیر کی للکار ہے

اوراب صبر و تحمل کا مطلب یہ نہیں کہ ہم صبر کرتے ہوئے جنازے اٹھاتے جائیں۔

میرے یہ اکابرین! علماء کرام، کب تک نمازِ جنازہ پڑھائیں اپنے سُنی نوجوانوں کی! ٹھیک ہے ہم صحابہؓ کے تقدس پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن کسی غنڈے، کسی بدمعاش کی بدمعاشی کو قبول نہیں کریں گے۔

سُنی نوجوانو! سُنی ووٹرو! ۱۰ رجنوری کا دن تمہارے لئے بہت بڑے امتحان کا دن ہے۔ پنجاب کی پوری حکومت غنڈہ گردی کرے گی مرکزی حکومت بدمعاشی کرے گی۔ یہ پوری آئی جے آئی، شیخ اقبال اور جھنگ انتظامیہ کے وقار اور بقا کا مسئلہ ہے۔ اگر تمہاری بقا کا مسئلہ ہے تو پھر میرے لئے صحابہؓ کے تقدس کا مسئلہ ہے میں آئی جے آئی قربان کردوں گا۔ میں انتظامیہ قربان کردوں گا صحابہؓ کے تقدس کے لئے آئی جے آئی سے ٹکرانا پڑا ٹکراؤں گا، غنڈوں سے ٹکرانا پڑا ٹکراؤں گا

جاگیرداروں سے ٹکراؤں گا
زمینداروں سے ٹکراؤں گا

یا ہٹ جائیں گے ۔ یا انتقام لیں گے (نعرہ ہائے تکبیر)

۱۰ رجنوری کو میں نے پورے پاکستان کی سپاہ صحابہؓ کو نوٹس جاری کر دیا

ہے۔ ہر ضلع ، ہر تحصیل اور ہر یونٹ سے ہزاروں کی تعداد میں کارکن یہاں پہنچ رہے ہیں۔ تم اکیلے نہیں ہو۔ اور سپاہ صحابہؓ صرف جھنگ کی نہیں۔ ایرانیو! تم سمجھتے ہو کہ ہمیں گرفتار کروا دو گے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ اُبھرے گا، جتنا کہ دبا دو گے !

انشاءاللہ العزیز وہ وقت آنے والا ہے جب سپاہ صحابہؓ ملک کی سب سے بڑی قوت ہوگی۔

۱۰ر جنوری کو پورے ملک سے کارکن آرہے ہیں اور ۱۰ر جنوری کو ووٹروں نے ووٹ کاسٹ کرنے کے بعد گھر واپس نہیں جانا دکان میں واپس نہیں جانا۔ کہاں رہنا ہے ؟ پولنگ سٹیشن پر۔ تاکہ کوئی پولیس کا غنڈہ شیخ اقبال کے ایماء پر ، یا کسی وزیر مشیر کے ایماء پر کوئی غنڈہ گردی بدمعاشی نہ کر سکے ، اور تم سے واضح کہتا ہوں کہ کوئی انتظامیہ کا افسر ہو، کوئی بڑے سے بڑا عہدیدار ہو جس کو غنڈہ گردی کرتے پاؤ، بدمعاشی کرتے پاؤ جوتے مارو!

میرے محترم دوستو! میں نے رات بھی عرض کیا تھا کہ ہم کچھ بھی کریں تو حکومت اور مخالفین ہمارے ساتھ دو ہی معاملے کر سکتے ہیں یا یہ کہ ہمیں اُٹھا کر جیل میں ڈال دیں یا یہ کہ ہمیں قتل کروا دیں یا تختۂ دار پہ لٹکا دیں۔ یہ دونوں چیزیں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، —— جیل ——! پولیس کھڑی

Scanned with CamScanner

ہے، ابھی جانے کو تیار ہوں۔
گولی ــــ! کبھی سینہ دَبا کے نہیں، کھول کے چلتا ہوں
جب جی چاہے حاضر ہیں۔ لیکن اگر تمہیں یہ بھول ہو کہ ہم
جیل کے ڈر سے، گولی کے ڈر سے، صحابہؓ کے تقدّس کا
مشن چھوڑ دیں گے۔ اُس رب پہ بھروسہ کرکے کہتا ہوں،
جسم ٹکڑے ٹکڑے کروالیں گے، صحابہؓ کے تقدس کے
مشن سے غدّاری نہیں کریں گے۔
نعرۂ تکبیر ۔ اللہ اکبر
قاسمی تیرے روپ میں
جھنگوی کی تصویر ہے
مولانا حق نوازؒ کے خون کے بعد بیسیوں سُنّی نوجوانوں کے خون
سے سُنّی انقلاب آچکا ہے۔
اِس سیلاب میں حکومت آئے گی ــ بہہ جائے گی
انتظامیہ آئے گی ــــ بہہ جائے گی
کوئی جاگیردار، کوئی غنڈہ، کوئی بدمعاش آئے گا، بہہ جائے گا۔
ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ رب پر بھروسہ کرکے کہتے ہیں، پاکستان
اسلام کے لئے لیا گیا تھا۔ اس ملک میں خلفائے راشدین کے
پرچم نے بلند ہونا ہے۔ آپ نے ۱۰ر جنوری تک پُرامن رہنا ہے
جو قائدین فیصلہ کریں گے اُسے تسلیم کرنا ہے۔ اپنے علماء کرام
کی بات مانیں گے۔
میں نے پہلے بھی ریل بازار کے جلسہ میں کہا تھا کہ ہم نے

Scanned with CamScanner

الحمدللہ الیکشن تو ۲۷ر اکتوبر کو جیت لیا تھا۔ اب شیخ اقبال کے مطالبے پر! اُس کے رونے پر۔ اُس کے دھونے پر گنتی دوبارہ ہونی ہے اور اس گنتی نے کم نہیں ہونا۔ بلکہ زیادہ ہونا ہے۔ انشاءاللہ!

آپ اس گنتی میں ووٹ بڑھائیں گے۔ (جی ہاں)

آخری بات کہتا ہوں۔ یہ آپ ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ سمجھیں کیونکہ شیخ اقبال انسان نہیں ہے کہ وہ الیکشن جیت کر آرام سے گھر بیٹھ جائے گا۔ پھر وہ سُنّیوں سے بدلے لے گا۔ رافضیوں کو خوش کرنے کے لئے۔

خدابخش ملعون قتل ہو۔ اس کے ۳۰۲ کا پرچہ مجھ پہ درج ہو اور اُس کی نمازِ جنازہ شیخ اقبال جا کر پڑھے اور آج وہ شیعوں کے ساتھ نمازِ جمعہ اسلامیہ سکول میں پڑھ رہا ہے، تو پھر تم کیوں نہیں کہتے کہ تم شیعہ ہو، فقہ جعفریہ والوں سے تمہارا تعلق ہے۔ یہ شیعوں کا ایجنٹ ہے شیعوں کا ٹاؤٹ! اِسے کوئی حق نہیں کہ قومی نمائندہ کہلوائے۔ انشاءاللہ العزیز ایم پی اے شپ نہیں، چیئرمین شپ نہیں، کونسلری کی سیٹ سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ آپ ساتھ دیں گے؟ ہاتھ کھڑے کر کے بتائیں!

قبلہ رُخ درست کر لیں سید صادق حسین شاہ صاحب (شہیدؒ) نمازِ جمعہ پڑھائیں گے۔ اِس کے بعد سعید شہیدؒ کا جنازہ ہوگا۔"

Scanned with CamScanner

قاسمی شہیدؒ کی حیاتِ مستعار میں اُن کے کندھوں پر اُٹھنے والا یہ
سیکنڈ لاسٹ جنازہ تھا۔

شکیل کی شہادت اور امن فارمولا

اس سے اگلے دن ۵ر جنوری ۱۹۹۱ کو جھنگ سٹی کے علاقہ میں ایک اور دردناک واقعہ پیش آگیا۔ سپاہِ صحابہؓ کا ایک ۱۲ سالہ ننھا مجاہد شکیل احمد اپنے مکان کی چھت پر کھڑا تھا کہ قریبی شیعہ مورچے سے ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور ننھے شکیل احمد کا سینہ چیرتی ہوئی نکل گئی۔ شکیل احمد شہیدؒ کا والد محمدؐ فاروق انتہائی حساس دل رکھنے والا آدمی تھا جو مسلسل ۱۰ ماہ سے جھنگ میں سُنّی شیعہ محاذ آرائی کی وجہ سے قتل وغارت کے طوفان کو روکنے کے لئے دن رات مخلصانہ کوششوں میں مصروف تھا۔ ظالموں دہشت گردوں نے اُس مظلوم کی خدمات کا صلہ اُسے ۱۲ سالہ بچے سے محرومی کی صورت میں دیا۔ ۱۲ سالہ معصوم بچے کا قتل انتہائی پریشان کُن تھا۔ نمازِ عصر کے بعد بابِ عمرؓ کے سامنے نمازِ جنازہ ادا ہونی تھی۔

جنازے سے قبل قائدِ سپاہِ صحابہؓ علامہ فاروقی اور مولانا عبدالعلیم یزدانی نے مختصر خطاب کیا۔ بعد ازاں جناب طاہر جھنگوی نے

"جھنگ سٹی والو! نہ گھبراؤ
رنگ لائے گا خون شہیداں دا!"

کے عنوان پر انتہائی دردناک نظم پڑھی، لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ قاسمی شہیدؒ جو کسی حد تک شکیل شہیدؒ کی میت کی چارپائی کا سہارا لے کر بیٹھے ہوئے

تھے۔ ضبط نہ کر سکے اور اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرات اُن کے چہرے پر بہنے لگے۔ ماحول پر مکمل اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ ہر شخص غم واندوہ کی تصویر بنا ہوا تھا۔ قاسمی شہیدؒ نے تقریر کرتے ہوئے یہ الہامی جملے کہے۔

"میں جھنگ میں اہلسنّت کے جنازے اُٹھا اُٹھا کر تھک گیا ہوں جھنگ کے لوگو! اب میری زندگی میں تمہیں کسی سُنّی نوجوان کا جنازہ نہیں اُٹھانا پڑے گا۔ میں غریب سُنّی کارکن کے قتل سے پہلے خود شہادت قبول کرنا بہتر سمجھتا ہوں"۔

درحقیقت قاسمی شہیدؒ کی زبان سے اپنے حق میں باربار شہادت کا جو ذکر ہوتا تھا یہ کاتب تقدیر کی مرضی کے عین مُطابق تھا کیونکہ دنیا میں شہادت کے طلبگار خال خال ہیں جب کہ ایسے کم ظرف لوگوں کی بہتات ہے جو شہادت کے ذکر ہی سے گھبرا جاتے ہیں اور ان کی بھیپھڑیاں کانپنے لگتی ہیں، وہ بدعمل اور بےعقل لوگ اپنی عافیت اِسی میں سمجھتے ہیں کہ مرتے وقت ان کی ٹانگیں چارپائی سے چمٹی ہوئی ہوں۔ اور اپنی پرائی عورتوں کا ایک جم غفیر اُن کی جائے مرگ پر موجود ہو۔ جن کی رس بھری لوریاں اُن کے پردۂ سماعت سے ٹکرا رہی ہوں اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجائیں، ایسی خواہشات رکھنے والے بڑے بدنصیب لوگ ہوتے ہیں۔ اُن کی دینی حس مُردہ ہوچکی ہوتی ہے۔ ان کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ بڑے مزے سے جیتے ہیں۔ اور اپنی آئی پہ مرجاتے ہیں۔ قاسمی شہیدؒ دینِ حق کی آبرو کے لئے جان کی قربانی دینے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اسی موقع پر قاسمی صاحب نے جھنگ سٹی کے لئے امن فارمولے کا اعلان کیا۔

۱۔ آج کے بعد میری رہائش صدر میں نہیں، بلکہ سٹی میں ہوگی۔

۲۔ میں جھنگ سٹی کی ہر گلی اور ہر بازار میں جاؤں گا۔ میرے آنے جانے کا راستہ ریلوے روڈ نہیں بلکہ منڈی چوک اور امام بارگاہ مہاجرین کا چوک ہوگا یہ راستے پولیس واگذار کرائے۔ دس ماہ سے یہ راستے بند ہیں۔ کوئی مسلمان وہاں سے نہیں گزر سکتا۔ آج کے بعد وہ راستے کھلیں گے اور ہم انہی راستوں سے گزریں گے کسی شیعہ، غنڈے، بدمعاش کو جرأت ہو تو میرا راستہ روکے۔

۳۔ آج کے بعد کسی شیعہ کے مکان سے فائرنگ ہوگی یا کریکر پھینکا جائے گا ہم پانچ گھنٹوں کا نوٹس دیں گے۔ پانچ گھنٹوں میں اُسے گرفتار نہ کیا گیا تو ہم خود اُسے گرفتار کریں گے۔ ملزم چاہے کوئی ہو۔ امان اللہ ہو یا ثناء الحق ترمذی ہو، کوئی بھی ہو۔ اُس کے گھر کو بم سے اڑا دیا جائے گا ذمہ داری میں خود قبول کروں گا۔

۴۔ دکاندار حضرات کل صبح سے دکانیں کھول دیں۔ اللہ پاک تمہاری دکانوں کی حفاظت کریں گے۔ اور کوئی نقصان ہوگیا تو انشاءاللہ میں پورا کروں گا۔

⊙

جھنگ سٹی مسلم اور شیعہ کشیدگی کا مرکزِ خاص اور خطرناک ترین علاقہ ہے۔ جن دنوں قاسمی شہیدؒ مذکورہ بالا امن فارمولا پیش کر رہے تھے۔ جھنگ سٹی اپنی تاریخ کے انتہائی ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہا تھا۔ قتل و غارت گری روزانہ کا معمول تھا۔ جھنگ انتظامیہ کی جانب داری کا اندازہ کیجئے کہ اہلِ سنّت کے محلوں میں جہاں شیعہ اقلیت میں ہیں وہاں تو شیعوں کی حفاظت کے لئے پولیس کے دستے متعیّن تھے لیکن شیعہ اکثریت والے محلّوں میں اہلِ سُنّت کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ اہلِ سُنّت نوجوان شیعت کی دہشت گردی کا نشانہ بن کر

Scanned with CamScanner

شہید ہوتے رہے۔ جنازے اُٹھتے رہے۔ چیخ و پکار اور رنج والم کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ لیکن انتظامیہ امن بحال نہ کرا سکی۔ اہلِ سنّت کی طرف سے پرچے درج کرائے جاتے لیکن پولیس ملزموں کو ہاتھ نہ ڈالتی اور وہ دندناتے پھرتے۔ امان اللہ سیال اور ثناء الحق ترمذی ایڈووکیٹ کی کوٹھیاں ملزموں کی کمین گاہوں کے طور پر استعمال ہو رہی تھیں لیکن پولیس خاموش تماشائی بنی رہی۔

شکیل کی شہادت کے روز قاسمی شہیدؒ کی طرف سے امن فارمولے کا اعلان اتمامِ حجّت کے طور پر تھا لیکن پھر اہلِ جھنگ نے قاسمی شہیدؒ کی وفاؤں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ واقعی آپ نے اُسی روز سے جھنگ صدر کا پُرامن علاقہ چھوڑ کر بستی میں رہائش اختیار کرلی۔ اور صرف اِسی پر بس نہیں کی بلکہ اُسی روز سے وفاؤں کا ایک نیا باب رقم کردیا اور رات کی تاریکیوں میں سُنّتِ فاروقیؓ کو زندہ کرتے ہوئے جھنگ بستی کی خطرناک گلیوں میں پہرہ دے کر مظلوموں کے دل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خرید کر لئے۔

شہادت سے دو روز قبل

آپ نے سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ میں میاں اقبال حسین (شہیدؒ) کی انتخابی مہم کے غالباً آخری جلسے سے مورخہ ۸ جنوری سنہ 91ء بروز منگل یادگار خطاب فرمایا۔
یہ خطاب اپنے موضوع کی مناسبت سے انتخابات کے بارے میں ہی تھا۔ اس مفصل خطاب میں آپ نے بہت اہم اہم نکات ارشاد فرمائے تھے خطاب کی افادیت کے باعث اسے مکمل محفوظ کیا جا رہا ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال
والانفس والثمرات وبشّر الصابرین ہ الذین
اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انّا للہ وانّا الیہ راجعون ہ
وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اذا ظھرت البدع
اوالفتن وسُبّت اصحابی فلیظھر العالم علمہ۔ صدق اللہ
وصدق رسولہ النبی الکریم ہ

واجب المکرم، معزز علماءِ کرام، بزرگو دوستو! سپاہِ صحابہؓ کے عزیز نوجوان ساتھیو! آج کا یہ اجتماع صوبائی اسمبلی کی نشست پر ضمنی الیکشن کے سلسلہ میں منعقد ہوا ہے۔ اور آج پھر وہی شخص مقابلے میں ہے جسے آپ نے ۲۷ اکتوبر کو مسترد کیا تھا۔ مولنٰا عبدالعلیم یزدانی صاحب میرے بھائی ہیں۔ پاکستان کے وزیرِاعظم میاں نواز شریف کا نام لے کر فرما رہے تھے کہ "کہیں میں ناراض نہ ہو جاؤں"۔

میرے محترم دوستو! جب مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ میاں صاحب راضی ہوتے ہیں یا ناراض ہوتے ہیں تو مجھے کیا پھر۔ ہم نے سیاست میں حصہ لیا۔ آپ بخوبی جانتے ہیں الیکشن میں اور الیکشن سے پہلے۔ ہم نے قوم سے یہ کہا کہ ہم نے دشمنِ اصحابؓ رسولؐ کی خدمت کرنی ہے اور اصحابؓ رسولؐ کی مدح کرنی ہے۔ اہلِ سُنّت والجماعت کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ تم ہمارا ساتھ دو! غریب عوام کو ظالم جاگیرداروں

Scanned with CamScanner

اور منافق سیاست والوں سے چھٹکارہ دلوانا ہے۔ تم ہمارا ساتھ دو۔ تمہارے بنیادی مسائل کو، شہر کے بنیادی مسائل کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا ساتھ دو۔ جس پر قوم نے ہمارا ساتھ دیا۔ جلسے کی ضرورت پڑی تو ساتھ دیا۔ جلوس کی ضرورت پڑی تو ساتھ دیا۔ مظاہرے کی ضرورت پڑی تو ساتھ دیا۔ حتّٰی کہ خون دینے کی ضرورت پڑی تو نوجوانوں نے خون دے کر قطاریں لگا دیں اور ہمارے کندھے تھک گئے ہیں جنازے اٹھا اٹھا کر۔ اور جب ووٹوں کی ضرورت پڑی تو اللہ گواہ ہے کہ جب میں الیکشن جیت کر پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں گیا تو میرے خیال میں مجھ سے زیادہ غریب کوئی ایم این اے نہیں تھا۔ سرمایہ دار اور جاگیردار ایم این اے مجھ سے پوچھتے تھے کہ تو نے نواب آف جھنگ کو کیسے ہرایا؟ یہ کیسے ہوا؟ تو میں نے اُن کو کہا کہ یہ اصحابِؓ رسولؐ کی کرامت ہے اور اُس شہیدؒ کے خون کی برکت ہے۔ اور جب میں دوسرے اضلاع میں نکلا تو جہاں لوگ سابقہ قوموں کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں تو وہاں پر اس جھنگ کے غیور عوام کو اس دور کے لوگ بھی مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ اس غیور سُنّی قوم نے صرف پاکستان میں ہی نہیں! بلکہ پوری دنیا کے اندر یہ بات پہنچا دی ہے کہ جب کوئی قوم نظریے کی بنیاد پر اٹھتی ہے تو اس کے راستے میں جو کوئی قوت آتی ہے وہ بہہ جاتی ہے اُس کے ساتھ جو ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے وہ خود پاش پاش ہوجاتا ہے۔

آج میں پورے پاکستان کے عوام کے تاثرات کو سامنے رکھتے ہوئے بلکہ عالمِ اسلام کے عوام کے تاثرات کو سامنے رکھتے ہوئے اس لئے کہ مجھے امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، سوئٹزرلینڈ، حتّٰی کہ مکّے اور مدینے

سے، یورپین ممالک، افریقہ کے ممالک، عرب کے ممالک سے ٹیلی فون آئے مبارک باد کے، کہ تم نے پورے عالمِ اسلام کے اندر اہلِ سنّت کے سر کو فخر سے بلند کر دیا ہے۔ پورے عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے تاثرات کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں اپنی غیور سُنّی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہتا ہوں کہ کل جو لوگ کہتے تھے کہ اسے ووٹ مت دو۔ یہ تو اوکاڑہ سے آیا ہے اوکاڑہ چلا جائے گا۔ میں آج ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ سُنّی بچوں کے جنازے میں نے اٹھائے ہیں۔ تم نے نہیں اٹھائے۔ برستی ہوئی گولیوں میں میں پہنچتا ہوں تم نہیں پہنچے ہو۔ میں نے اِس شہر میں آتے وقت یہ فیصلہ کیا تھا کہ میرے رشتہ دار، میرے دوست، میرے والدین، میرے بھائی، میرے سارے کے سارے تعلقات آپ لوگوں سے ہیں۔ اور اللہ گواہ ہے کہ چھ ماہ ہو چکے ہیں، چھ ماہ! میں صرف ایک رات اوکاڑہ میں ایک جلسے میں تقریر کرنے کی غرض سے گیا ہوں ورنہ نہیں گیا۔ شب و روز آپ کے شہر میں ہوں۔ دن رات صبح و شام آپ کے اِس شہر میں ہوں اور اب موت ہی ہے جو مجھے اِس شہر سے نکالے گی! میں نے اُس وقت آپ سے عہد کیا تھا کہ میں آپ کے دُکھ سُکھ کا ساتھی ہوں۔ آپ میرے دُکھ سُکھ کے ساتھی ہیں اور انشاءاللہ العزیز میں آپ کا ہوں، آپ میرے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! بعض لوگوں کے ذہن میں ہوگا کہ میں نے پچھلے الیکشن میں اسی چوک میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ضمنی الیکشن پر سوئی گیس آئے گا۔ آپ کو یاد ہے؟ مجھے بھی یاد ہے۔ ہم نے کیا کیا؟

Scanned with CamScanner

اور ہمارے مہربانوں نے کیا کیا؟ اسلام آباد پہنچ کر سب سے پہلی بات جھنگ کے سوئی گیس کی کی گئی۔ ۱۹۸۵ء کی وہ فائل جو مکمل تیار ہو چکی تھی اُسے کھڈے لائن لگا دیا گیا تھا۔ صرف اس لئے کہ ہر الیکشن میں، سوئی گیس کو سٹمپ بنایا جا سکے۔ اُس فائل کو میں نے نکلوایا۔ تو وفاقی وزیر پیٹرولیم و قدرتی وسائل چوہدری نثار علی خان صاحب کہنے لگے کہ چونکہ وہ تو ۱۹۸۵ء کا معاملہ تھا۔ اب یہ سارے کا سارا سلسلہ نئے سرے سے ہوگا۔ لہذا میں نے اُن سے ایک سروے ٹیم مقرر کروائی اور وہ سروے ٹیم جھنگ میں آئی۔ آپ کو شاید اس بات کا علم ہو، اخبارات نے وہ خبر شائع کی۔ سروے ٹیم آئی۔ سروے مکمل ہوا۔ اور اب موجودہ ریٹوں کے مطابق اس کا اسٹیمیٹ لگایا جا رہا ہے اور وفاقی وزیر پٹرولیم نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جس دن وہ اسٹیمیٹ مکمل ہو جائے گا۔ وہ تقریباً ۲۰ اور ۲۵ کروڑ کے درمیان کا پروجیکٹ ہے۔ ہم فوری طور پر اپنی وزارت سے جتنا فنڈ ملا اُسے لے کر آپ کے پروجیکٹ کو شروع کروادیں گے۔ جب وہ پروجیکٹ شروع ہو جائے گا پھر کوئی بھی حکومت آئے۔ کوئی بھی ایم این اے ہو۔ لازمی ہے کہ اس کو مکمل کیا جائے گا۔ اور انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ عنقریب گورنمنٹ سے جو پیسے ملے وہ لے کر اس پروجیکٹ کو شروع کروائیں گے اور پھر یہ پروجیکٹ انشاء اللہ العزیز پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔

اور میں نے پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں اپنے پہلے خطاب کے دوران سوئی گیس کی بات کی۔ اور اپنے دیہاتی حلقے کے ووٹروں کے سب سے اہم مسئلے کہ اُن کے پاس جو زمینیں کولمبو پلان کے تحت انہیں دی گئیں،

Scanned with CamScanner

تیس تیس سال سے وہ قابض ہیں انہیں آج تک مالکانہ حقوق نہیں دیئے گئے۔ انہیں مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔ اور اپنی جماعت کے موقف کو اصحاب رسول کی مدح کرتے ہوئے میں نے بیان کیا۔ وہ اسمبلی کی تقریر کی کیسٹ عنقریب آپ لوگوں کے پاس پہنچ جائے گی اور مجھے اُمید ہے کہ اِس کیسٹ کو سُننے کے بعد آپ کو یقین ہو جائے گا کہ میں نے اسمبلی میں پہنچ کر آپ کے موقف اور آپ کے نظریات کے مطابق آپ کی نمائندگی کی ہے۔

میرے محترم دوستو! اب مسئلہ ہے اب کے الیکشن کا۔ کہ اب کیا ہو رہا ہے۔ سب سے پہلی زیادتی ہمارے ساتھ اسلامی جمہوری اتحاد نے کی ہے۔ کہ یہ سیٹ آپ نے مجھے جتوائی۔ شیخ محمد اقبال کو ۲۷ اکتوبر کو مسترد کر دیا گیا اسلامی جمہوری اتحاد کی قیادت کو پتا نہیں کون سی مجبوری تھی کہ انہوں نے اُسی مسترد شُدہ شخص کو آئی جے آئی کا ٹکٹ دیا ہے اور میں واضح طور پر یہ کہتا ہوں کہ میاں نواز شریف اور غلام حیدر وائیں صاحب نے ضلع جھنگ کے اِس حلقہ کے ووٹروں کی توہین کی ہے۔ اس حلقہ کے ووٹر ۲۷ اکتوبر کو اسے مسترد کر چکے ہیں۔ اب اگر آپ نے ہمارے جذبات کا خیال نہیں رکھا۔ اگر آپ نے ہمارا مسترد شدہ آدمی دوبارہ ہم پہ مسلط کیا ہے۔ تو پھر ہم واضح طور پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اُسی مسترد شدہ آدمی کو اب پھر مسترد کریں گے قبول نہیں کریں گے۔ ووٹ نہیں دیں گے۔ اُس پر اعتماد نہیں کریں گے۔

اور اُس رب پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ وائیں صاحب اور شیخ اقبال تم تو جیتی ہوئی سیٹ کو اور تم تو پاکستان کی اس صوبائی اسمبلی کی نشست پر کامیاب

کر ایم پی اے بننے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ زندہ رہا تو تمہیں کونسلر بننے کے قابل بھی نہیں چھوڑوں گا (نعرہ ہائے تکبیر)

شیخ اقبال سے میری کوئی ذاتی لڑائی نہیں۔ شیخ اقبال صاحب سے میری کوئی ذاتی مخالفت نہیں۔ میری کسی سے کوئی ذاتی مخالفت نہیں۔ میں اپنے عقیدے اور ایمان کی لڑائی لڑ رہا ہوں۔ میرے عقیدے اور ایمان کی لڑائی میں جو رکاوٹ بننے کی کوشش کرے گا اُسے مسترد کیا جائے گا۔ شیخ اقبال صاحب نے سب سے پہلے کام یہ کیا کہ ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے کہ جناب ساڑھے اٹھارہ ہزار ووٹ مجھے ملے ہیں، دس ہزار ووٹ ہے شیعوں کا۔ اٹھائیس ہزار ووٹ مجھے ملیں گے۔ لہٰذا میں جیت جاؤں گا۔ یہ اس نے موقف اختیار کیا اور جب وہ ایک خدابخش ملعون رافضیوں کا جھنگ سٹی میں قتل ہوگیا اُس کا جنازہ پڑھا ہے اس نے جاکر۔ میں نے کہا اس نے تو صرف جنازہ پڑھا ہے۔ اگر وہ سابقہ داڑھی موجود ہوتی تو خود جا کے پڑھاتا۔ اور اس خدابخش کا ۳۰۲ کا پرچہ میرے اوپر ہوا ہے۔ جس کے قتل کا پرچہ میرے اوپر ہو شیخ اقبال اُس کا جاکر جنازہ پڑھے۔ سنیوں کے بچے شہید ہوں تو شیخ اقبال فاتحہ بھی نہ دے۔

شیخ اقبال سے کسی نے کہا کہ جی آپ شیعوں کے جنازے میں؟ تو شیخ اقبال نے جواب دیا کہ سُنّی تو مجھے ووٹ دیتے نہیں۔ توجہ کرنا ذرا۔ سُنّی تو مجھے ووٹ دیتے نہیں۔ ساڑھے اٹھارہ ہزار ووٹ ہے میرا اپنا۔ دس ہزار ہے شیعوں کا۔ لہٰذا میں کیوں نہ ادھر آؤں۔ ادھر آنے سے سیٹ تو ملتی ہے۔

اٹھارہ ہزار ووٹوں سے مخاطب ہوں جس میں اکثریت ان سیٹلائٹ ٹاؤن کے لوگوں کی ہے کہ شیخ اقبال نے کہا کہ سُنّی مجھے ووٹ نہیں دیتا۔ شیعہ کا دس ہزار ووٹ مجھے ملے گا۔ اٹھارہ ہزار کو اس نے کیا بنایا؟ سُنّی نے تو دینا نہیں۔ شیعہ کا دس ہزار ہے اور وہ جو اٹھارہ ہزار ووٹ ہے وہ کون ہے، نہ سُنّی ہے نہ شیعہ۔

اُن اٹھارہ ہزار ووٹروں کو کہتا ہوں۔ جس جس سُنّی نے پچھلے الیکشن میں شیخ اقبال کو ووٹ دیا ہے اُس کو غیرت کرنی چاہیئے۔ اس کو شرم کرنی چاہیئے۔ اگر اُس نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے۔ اگر وہ اپنی ماں کا حلال بیٹا ہے تو پھر اس کو اپنی مذہبی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے شیخ اقبال پر یہ بات واضح کر دینی چاہیئے۔ جس نے کچھ لوگوں کو سُنّی بنایا کچھ لوگوں کو شیعہ بنایا۔ جس نے اُسے ووٹ دیا اُسے نہ سُنّی رہنے دیا نہ شیعہ رہنے دیا۔

تیرے نزدیک ہمارا کوئی مذہب نہیں۔ کوئی موقف کوئی نظریہ نہیں۔ ہم اپنی ماں کے حلالی بیٹے ہیں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم سُنّی ہیں اور ووٹ میاں اقبال حسین کو دیں گے۔ یہ اُن اٹھارہ ہزار ووٹروں کو غیرت کرنی چاہیئے اور شیخ اقبال کے کھاتے سے صرف دس ہزار ووٹ نکلنا چاہیئے بقول اُس کے جو شیعوں کا ہے۔ ٹھیک ہے؟

شیخ صاحب کا دوسرا کارنامہ۔ ہم نے اعلان کیا۔ (میں تھوڑا سا تفصیل کے ساتھ ان کو عرض کرنا چاہتا ہوں) کہ ہم مشترکہ نماز جمعہ تالاب کمیٹی گراؤنڈ میں پڑھیں گے۔ شیخ اقبال جب تقریر کرتا ہے تو الزامات عائد کرتا ہے۔ یہ ایسا ہے۔ یہ ایسا ہے۔ یہ ایسا ہے۔

Scanned with CamScanner

میں آپ کے سامنے وہی باتیں لاؤں گا جو حقائق پر مبنی ہوں گی ورنہ اس کا تو تیس سال کا کیریکٹر ہے ۔ میری تو عمر ہی کل چھبیس سال ہے ۔ اگر میں بیان کرنا شروع کروں تو میرے چھبیس سال کے اس کے ایک دن کے کارنامے میں مقابلہ نہیں ہو سکے گا ۔ بہرحال مجھ میں بہت سی خامیاں ہوں گی اللہ مجھے معاف کرے میں ذاتیات پہ نہیں جانا چاہتا ۔ میں صرف آپ کو عقیدے اور ایمان کے حوالے سے بتانا چاہتا ہوں اور یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ شیخ اقبال سے ذاتی لڑائی نہیں ۔

ہم نے اعلان کیا کہ نمازِ جمعہ تمام سُنّی مسلمان مشترکہ طور پر تالاب کمیٹی گراؤنڈ میں پڑھیں گے تو شیخ اقبال صاحب نے پتا ہے کیا کیا ؟ اُس گراؤنڈ کو پانی لگوادیا ۔ اب اس حرکت کے بعد ۔ آپ کہیں کہ جی یہ محض بات ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہزاروں مسلمانوں نے نمازِ جمعہ تالاب کمیٹی گراؤنڈ کی بجائے اُس کے سامنے والی روڈ پر پڑھی اور اُس معصوم سعید شہید کا جنازہ بھی سڑک پر پڑھا گیا ۔ شیخ اقبال سُنّی ہو کر گراؤنڈ میں سُنّی کو نمازِ جنازہ بھی نہ پڑھنے دے ۔ نمازِ جمعہ بھی نہ پڑھنے دے ۔ پھر سُنّی کا ووٹ شیخ اقبال کو جائے ۔ وہ سُنّی غیرت مند نہیں بے غیرت ہے ۔ اور آگے شیخ اقبال نے خود کیا کیا ۔ جس گراؤنڈ میں ہم نے نمازِ جمعہ پڑھنی تھی ۔ اگر تم مجھے سُنّی نہیں سمجھتے تو محبوب عالم تو سُنّی ہے ۔ اگر ہمیں سُنّی نہیں سمجھتے تو اُس غریب کو دے دو ۔ جہاں پہ ہم نے نماز پڑھنی تھی وہاں پہ پانی لگا دیا اور اسلامیہ ہائی سکول میں جہاں فقہ جعفریہ والے نمازِ جمعہ پڑھتے ہیں خود وہاں جا کے نمازِ جمعہ پڑھی اور ڈیڑھ بجے جب جمعہ کی نماز ختم ہو گئی تو دو بجے عیدگاہ میں اللہ بخش پیر صاحب کے پاس جا کر پھر

Scanned with CamScanner

نماز پڑھی۔(لوگوں کے قہقہے)

غلط بات نہیں کروں گا۔ دو جمعے۔ اور ماشاء اللہ اب اللہ نے اتنا دماغ خراب کر دیا ہے کہ جہاں یہ دری بچھی دیکھتا ہے سمجھتا ہے شاید فاتحہ ہے ایک جگہ یہ لوگ دری بچھا کے تاش کھیل رہے تھے۔ شیخ صاحب سمجھے کہ شاید میت ہوگئی ہے۔ ان تاش کھیلنے والوں کو کہتا ہے کلام بخشو۔ (لوگوں کے قہقہے) تاش والے کہنے لگے۔ (انہوں کہندے ایس نہلے تے دھلا) اسے کہتے ہیں نہلے پہ دھلا۔ (زبردست قہقہے) یعنی ایم پی اے کی سیٹ کی ہوس نے اسے پاگل کر دیا ہے۔ انشاء اللہ!

میرے محترم دوستو! جھنگ سٹی لال مسجد کو آگ لگائی گئی۔ شیخ اقبال کے جوں تک نہ رینگی۔ بجائے اس کے کہ افسوس کا اظہار کرتا۔ مسجد کے نقصان کے ازالے کے لئے کچھ عطیہ دیتا مگر شیعوں کے پاس گیا تو وہاں جاکر امام باڑے کے لئے پچاس ہزار روپے چندہ دیا۔ غلط بات نہیں ہوئی۔ ساجد علی نقوی، مولانا حق نواز شہید کے قتل کا مرکزی کردار! جھنگ میں آئے۔ شیخ اقبال اس کا جاکر استقبال کرے۔ اور پھر کہے کہ شیعوں کو کہو کہ مجھے ووٹ دیں۔ ساجد نقوی کہے کہ شیخ اقبال کو ووٹ دو۔ اور آج جب کچھ دوستوں کے پاس میں گیا اس سلسلہ میں! تو وہ کہنے لگے کہ شیخ اقبال صاحب آئے تھے ووٹ لینے کے لئے۔ ہمارا کچھ ذہن بن گیا تھا کہ چلو اب مولوی صاحب خود تو نہیں لڑ رہے۔ خود ہوتے تو اور بات تھی۔ ہمارا کچھ ذہن بنا ہوا تھا لیکن جب دروازہ کھول کر دیکھا اس کے ساتھ پانچ سات جو آدمی تھے ان میں سوائے اس کے دو محافظوں کے باقی سب کے سب شیعہ تھے۔ تو ہم نے اسے اندر بیٹھک میں بھی نہیں آنے دیا۔

وہیں دروازے پر ہی کہہ دیا کہ جاؤ ہم سپاہِ صحابہؓ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ شیعہ کو ساتھ لئے پھرتا ہے۔

اور اب میں شیعوں کو کہتا ہوں کہ تم سے بڑا بھی بے غیرت کوئی نہیں ہوگا کہ تمہیں میں کافر کہوں تو تم کہو کہ ہمیں کیا چاہیئے قاسمی کا سر چاہیئے۔ میرے قتل کے لئے ٹیمیں مقرر کرو۔ آئی ایس او کے غنڈوں کی ڈیوٹی لگاؤ کہ اس مولوی کو قتل کردو یہ ہمیں کافر کہتا ہے۔ اور شیخ اقبال لاہور میں مینارِ پاکستان کے سائے تلے تمہیں کافر کہے۔ تم پھر اسے ووٹ دو۔ بے غیرت ہو۔ بے غیرت ہو۔ نہیں کہا تھا شیخ اقبال نے؟ ویڈیو کیسٹ موجود ہے میرے پاس۔ شیخ اقبال نے اُس میں کہا ہے کہ شیعہ کائنات کا بدترین کافر ہے اور ایک جگہ میری تقریر سن کر کہنے لگا اچھا! میںنوں تے ہُن پتہ لگا اے ایہہ ایڈے وڈے کالے کافر نیں (قہقہے) اور اس کے بعد اب شیعہ پھر اس کو ووٹ دے۔ شیعہ بھی بے غیرتی کرتا ہے۔ شیعہ پھر اس کا ساتھ دے۔

ہم اصولوں کی بات کرتے ہیں نظریے کی بات کرتے ہیں۔ ہم نے ایک موقف اختیار کیا ہے۔ ہم نے ایک نظریے کے تحت اپنی مہم کا آغاز کیا ہے۔ کل جب ہم ایم این اے نہیں تھے اس وقت بھی ہمارا یہی موقف تھا۔ اور آج جب ہم ایم این اے ہیں تو اس وقت بھی ہمارا یہی موقف ہے آج میں سٹیج پر کھڑے ہو کر تقریر کرتا ہوں تو اصحابِ رسولؐ کی مدح کرتا ہوں اصحابِ رسولؐ کے دشمن کی مذمت کرتا ہوں اور اللہ نے مجھے نیشنل اسمبلی میں تقریر کا موقع دیا تو وہاں پر بھی میں نے اصحابِ رسولؐ کی مدح کی ہے۔ اصحابِ رسولؐ کے دشمنوں کی مذمت کی ہے۔ اور اُس رب پر

بھروسہ کرکے کہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے میرے موقف سے دستبردار نہیں کرسکتی۔ گولیاں، فائرنگ، قتل، دھمکیاں، ٹیلیفون، ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔ ہم نے واضح طور پر کہا ہے کہ اصحاب رسولؐ کے دشمن شیعہ ہیں اور وہ کائنات کے بدترین کافر ہیں۔ ممبر پر بھی کہیں گے ـــــ کافر ہے۔ سٹیج پر بھی کہیں گے ـــ کافر ہے۔ اسمبلی میں بھی کہیں گے ـــــ کافر ہے۔ جیل میں ڈال دیا تب بھی کہیں گے ـــــ کافر ہے۔ تختۂ دار پہ لٹکا دیا تب بھی کہیں گے ـــــ کافر ہے۔

کافر کافر ـــــــ شیعہ کافر (۱۴ بار)

ہم نے یہ کفر ایسے ہی بیان نہیں کیا۔ ہم نے اس کفر کا اعلان ایسے ہی نہیں کیا۔ اس کفر کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ صرف ایک مثال۔ صرف ایک حوالہ۔ صرف اور صرف ایک حوالہ۔

قرآن اعلان کرتا ہے پیغمبرؐ کی بیویوں کے متعلق وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ پیغمبرؐ کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔ کوئی تاجر ہے تو پیغمبرؐ کی بیوی اُس کی بھی ماں ہے۔ کوئی کسان ہے تو پیغمبرؐ کی بیوی اُس کی بھی ماں ہے۔ کوئی مولوی ہے تو پیغمبرؐ کی بیوی اُس کی بھی ماں ہے۔ کوئی ولی ہے تو پیغمبرؐ کی بیوی اُس کی بھی ماں ہے۔ کوئی صحافی ہے تو پیغمبرؐ کی بیوی اُس کی بھی ماں ہے۔ پیغمبرؐ کی زوجۂ مطہرہ ہر مسلمان کی ماں ہے۔ ایک وہ ماں ہے جس کو میں ماں کہتا ہوں اس لئے کہ اُس نے مجھے جنم دیا۔ ایک وہ ماں ہے جس کو آپ ماں کہتے ہیں اس لئے کہ اُس نے آپ کو جنم دیا۔ اور آپ کو اس کی اطلاع کس نے دی ہے۔ چھوٹی سی ننھی بچی نے لوری دیتے ہوئے کہا کہ بیٹے کہ امی! آپ نے کہا امی! یا کسی اور آدمی نے اٹھایا بچے کو، تو وہ سکھاتا ہے

یہ تیری امی ہے۔ یہ تیرا باپ ہے۔ اور ایک چھوٹے سے معصوم بچے کے کہنے پر تمہیں یاد ہو جاتا ہے کہ وہ تمہاری امی ہے اور ہمیشہ کے لئے اُسے امی مانتے ہو۔ تمہیں صرف اور صرف اُس کے کہنے پر اپنی ماں کی یاد داشت باقی رہتی ہے۔

اور ایک وہ ماں ـــــــ کہ جس کو قرآن ماں کہے، جس کے لئے قرآن اعلان کرے کہ وہ تیری ماں ہے۔ اُس ماں کے متعلق ـــــــ پاکستان کا شیعہ کون سا عقیدہ رکھتا ہے۔ پاکستان کے ایک شیعہ گڑو گھنٹال، لاہور کے کالے، کمینے کافر نے ایک کتاب لکھی ہے "سہم مسموم فی عقدِ اُمّ کلثوم" اُس کتاب کے اندر اُس نے ایک باب قائم کیا ہے مستقل باب! جس کی اُس نے ہیڈنگ یہ دی ہے کہ "جناب عمر (سیدنا فاروقِ اعظم جس عُمر کے لئے پیغمبرؐ دُعا کرتے ہیں، صحابہ کہتے ہیں یا رسول اللہؐ بڑی ماریں کھالیں، حضورؐ دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اسلام کو عزت دینی ہے تو عُمر دے دے۔ اُس عُمر کے لئے۔ اُس فاروقِ اعظم کے لئے یہ لکھتا ہے کہ) "جناب عمر کی وہ خامیاں جن کی وجہ سے وہ امتِ مسلمہ کی نگاہ میں احترام سے نہیں دیکھے جاتے!" یہ باب قائم کرنے کے بعد اس ظالم نے نمبروار گالیاں لکھی ہیں۔ ایک، دو، تین، چار، پانچ، دس، نمبروار ایک سو اور ایک گالی لکھی ہے جس میں سے صرف ایک گالی نقل کرتا ہوں اُس کی۔ ایک گالی اُس کی بیان کرتا ہوں۔ گالی نمبر ۲۲۔ فاروقِ اعظمؓ کے لئے یہ لکھتا ہے۔

"کہ جناب عمرؓ نبیؐ کی بیویوں کو چھیڑتا تھا۔" (لعنت کی صدائیں)

بعینہٖ یہی الفاظ کتاب میں موجود ہیں۔ جو پیغمبرؐ کے صحابہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھے، یہ نظریہ رکھے۔ اُس کی طرف سے اعلان کیا جائے کہ تحریکِ نفاذ

فقہ جعفریہ کے نامزد اُمیدوار شیخ اقبال۔

فقہ جعفریہ بھی اُسے ووٹ دے، سُنّی بھی اُسے ووٹ دے، پھر میں یہ پوچھتا ہوں کہ تیرے اور شیعہ میں فرق کیا ہوا؟ جو سُنّی مسلمان ہے۔ جو سُنّی نبیؐ کے صحابہؓ پر ایمان رکھتا ہے۔ نبیؐ کی بیویوں کو اپنی ماں مانتا ہے۔ اُس پر لازم ہے فرض ہے واجب ہے کہ وہ شیخ اقبال کو ووٹ مت دے اس لئے کہ فقہ جعفریہ والوں نے کہا ہے کہ شیخ اقبال ہمارا نامزد اُمیدوار ہے۔

یہ اعلان آپ نے سُنا کہ نہیں سُنا؟ (سُنا ہے) تو پھر یہ پیغام لوگوں کو کیوں نہیں پہنچاتے؟ شیخ اقبال کے پوسٹر اُن گھروں سے کیوں نہیں اُترتے؟ شیخ اقبال کے بینر اور جھنڈے اُن گھروں سے کیوں نہیں اُترتے؟ کیا آج قوم میں کوئی غازی علم دین نہیں ہے؟ کیا آج کوئی بچہ محمد بن قاسم بننے کو تیار نہیں؟

میرے محترم دوستو! ہم اپنے عقیدے اور ایمان کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنی جان پہ کھیل جائیں گے مگر اپنے موقف سے دستبرداری کا اعلان نہیں کریں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ جس طرح آپ نے پچھلے الیکشن میں ہمیں کامیاب کروا کے عزت بخشی! ہمارے موقف کو عزت بخشی۔ آپ اس الیکشن میں بھی! اگر کوئی آدمی مت اُٹھے دُعا سے پہلے!

جس طرح آپ نے پہلے ہمیں عزت بخشی۔ اسی طرح آپ اس بار بھی ہمیں عزت بخشیں گے۔ اور پورے پاکستان کے اندر اپنے غیور سُنّی قوم ہونے کا ثبوت فراہم کریں گے۔ اور اس الیکشن کے اندر میاں اقبال حسین

صاحب کو۔۔۔!

اور ایک بات میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے ووٹ مجھے دیئے تھے؟ (جھنگوی شہید کو دیئے تھے نا؟) اور بلند آواز سے! بھائی میری تو کوئی خدمات نہیں تھیں نا! میں نے الیکشن میں آپ کو کہا تھا کہ میری کوئی خدمات نہیں۔ میرا کوئی سیاسی کیریئر نہیں! یا میرے پاس کوئی جواز نہیں! سوائے اس کے کہ میں اُس کا نام لیتا ہوں۔ اُس کے نظریے کو پھیلانا چاہتا ہوں۔ اُس کے مشن کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔ اور میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں اُس کے مشن سے غداری نہیں کروں گا۔ انشاءاللہ آج آپ نہ مجھے دیکھیں! نہ میاں اقبال حسین کو دیکھیں! بلکہ قبر کے پاتال میں پڑے ہوئے اُس شہید کو دیکھیں! جو اپنا خون دے کر!

جھنگ کے لوگو! تم بھی اس وقت نہیں جانتے تھے کہ حق نواز کون ہے؟ تمہاری آنکھیں بھی اُس دن کھلیں جب کرفیو کے باوجود لاکھوں کی تعداد میں لوگ جنازے میں شریک ہوئے۔ فیصل آباد سے پیدل چل کے، کبیروالا سے پیدل چل کے! سرگودھا سے پیدل چل کے! منکیرہ سے پیدل چل کے۔ لوگ جنازے میں شریک ہوئے۔ اور لوگ حیران ہو گئے کہ یہ حق نواز جسے ہم اپنے شہر کا مولوی سمجھتے تھے اور جس کے لئے بیت اللہ کا امام کہتا ہے۔ یستشھدوا وھو زعیم الاسلام او لوگو! حق نواز جو شہید ہوا ہے وہ اسلام کا جرنیل ہے۔ یہ بیت اللہ کا امام کہتا ہے۔

میرے محترم دوستو! یہ اللہ نے اُسے عزت صحابہ کے تقدس کی وجہ سے دی تھی۔ آج کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ جھنگ والوں نے حق نواز کے مشن سے غداری کر دی ہے۔ ۲۷ اکتوبر کے فیصلے کو تبدیل کر دیا ہے

Scanned with CamScanner

بلکہ میں تو کہتا ہوں - میرا اپنا ذہن ہے کہ یہ الیکشن نہیں ہو رہا۔ یہ گنتی دوبارہ ہوئی ہے۔ انشاء اللہ العزیز

۲۷ر اکتوبر کو آپ نے جو فیصلہ دیا تھا۔ آپ اُس کے پابند ہیں؟ تو پھر مُہر کہاں لگے گی؟ (درخت پر) وُوٹ کس کو دیا جائے گا؟ جھنگوی شہیدؒ کو آپ نے وُوٹ دینا ہے۔ میاں اقبال حسین کو وُوٹ دینا ہے درخت پر مہر لگانی ہے۔ اور ایک ایک دروازے پہ پہنچ کر یہ پیغام پہنچا دو کہ یہ شیخ اقبال کا یہ کردار ہے۔ لہٰذا وہ سُنّی قوم کے وُوٹ کا حق دار نہیں ہے۔ اللہ آپ کو اور مجھے عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین!

قائد کی پشاور روانگی:

مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۹۱ء کو جب آپ میاں اقبال حسین شہیدؒ کی انتخابی مہم کے آخری جلسہ سے خطاب فرما رہے تھے۔ اس وقت قائدِ سپاہِ صحابہؓ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی بھی اسٹیج پر تشریف فرما تھے اور انہوں نے مختصر خطاب بھی فرمایا تھا۔ اور اُسی روز علامہ فاروقی صاحب پشاور تشریف لے گئے جہاں انہوں نے اگلے روز ۲۲ر جمادی الثانی کو یومِ صدیق اکبرؓ کے موقع پر تحریکِ مدحِ صحابہؓ کے جلوس کی قیادت کرنی تھی۔

جب فاروقی صاحب پشاور ائیرپورٹ پر جہاز سے اُترے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ائیرپورٹ پر پولیس کی بھاری نفری موجود تھی جس نے ڈپٹی کمشنر کی قیادت میں ائیرپورٹ سے باہر جانے والے راستوں کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ چند روز پہلے ہی ڈپٹی کمشنر کی طرف سے آپ کو پشاور میں داخلہ

Scanned with CamScanner

بندی کے آرڈر موصول ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب آپ نے یہ صورتحال دیکھی تو ذہن میں گرفتاری کا خدشہ پیدا ہوا۔ بہر حال آپ ایئر پورٹ سے باہر نکلے تو ڈپٹی کمشنر خلافِ توقع بڑی عزت و احترام سے پیش آیا۔ فاروقی صاحب کے استفسار پر اُس نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا کہ دشمن آپ لوگوں کو قتل کرنے کے منصوبے بنا چکا ہے اور آپ کو پرواہ بھی نہیں۔ میں نے آپ کو روکنے کی کوشش کی لیکن آپ نہ رُکے۔ تو میں حفاظتی اقدامات کے تحت۔ پولیس کی نفری لے کر یہاں پہنچا ہوں۔ اور اب بھی آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ حفاظتی تدابیر مکمل رکھیں۔

فاروقی صاحب نے ٹیلی فون کے ذریعے جھنگ میں قاسمی شہیدؒ سے رابطہ کیا اور انہیں متوقع خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے حفاظتی اقدامات درست کرنے اور بلاوجہ گھر سے باہر نکلنے سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ غالباً یہ آپ کا قاسمی شہیدؒ سے آخری رابطہ تھا۔ قاسمی صاحب نے آپ کو تعمیل کی یقین دہانی کرائی تھی۔

یومِ صدیقِ اکبرؓ (زندگی کا آخری دن)

مورخہ ۹ جنوری ۱۹۹۱ء آپ کی زندگی کا آخری دن تھا۔ جمادی الثانی کی ۲۲ تاریخ تھی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی وفات کی مناسبت سے سپاہِ صحابہؓ اس دن کو یومِ صدیقِ اکبرؓ کے نام سے منا رہی تھی۔ ملک کے طول و عرض میں جہاں خلیفۂ بلافصل، امیر المومنین سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کیا جا رہا تھا۔ وہاں اُن کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی محافل بھی منعقد ہو رہی تھیں اور سپاہِ صحابہؓ کے زیرِ اہتمام ہر تحصیلی سطح پر تحریکِ مدح

صحابہؓ کا احتجاجی اور مطالباتی جلوس بھی نکالا جا رہا تھا۔ پروگرام کے مطابق قاسمی شہیدؒ نے کراچی میں مذکورہ جلوس کی قیادت کرنی تھی۔ لیکن جھنگ کی بے پناہ مصروفیات نے انہیں کراچی جانے کی فرصت ہی نہ بخشی یا پھر یوں کہ لیجئے کہ فرشتۂ اجل اُن کی روحِ مبارک لینے کے لئے جھنگ کی دھرتی پر انتظار کی گھڑیاں گننے میں مصروف تھا۔ اس صورت میں آپ کراچی کیسے جا سکتے تھے۔ آپ نے بعدِ ظہر جلوس کی قیادت فرمائی اور ریل بازار چوک میں بہت بڑے اجتماع سے زندگی کا آخری خطاب کیا۔ آپ کی زندگی کا آخری خطاب یادگار رہے گا۔

واجب الکرم معزز

حاضرین کرام تحریک مداح صحابہ کا یہ جلوس امیر المومنین خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبرؓ کے یوم کو سرکاری طور پر منائے جانے کے مطالبہ پر نکالا گیا۔ سُنیت چالیس سال سے اپنے جلوسوں، کانفرنسوں اور منظاہروں میں یہ مطالبہ کرتے آئے کہ شیعہ کے ماتمی خنجر بردار جلوس بند کئے جائیں۔ خلفاءِ راشدین کے ایّام سرکاری طور منائے جائیں۔

مگر آج تک اہل سُنّت کا یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بھی ایک عرصہ تک یہ مطالبہ کرتے رہے۔ اور جب یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو پھر سپاہ صحابہ نے احتجاجی راستہ اختیار کیا اور یہ طے کیا کہ ۲۲ جمادی الثانی کو جو کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا یوم وفات ہے۔ پورے پاکستان کے اندر ہر ضلع اور تحصیل کے اندر سپاہ صحابہ احتجاجی جلوس نکالے گی کہ اس یوم کو سرکاری طور پر منایا جائے۔ تو آج صرف یہ جلوس جھنگ میں ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان کے ہر ضلع اور تحصیل میں نکالا گیا ہے۔ پشاور کے اندر سپاہ صحابہ کے قائد حضرت مولانا ضیاء الرحمان فاروقی صاحب اس جلوس کی قیادت فرما رہے ہیں۔ میں نے کراچی کے عظیم الشان بہت بڑے جلوس کی قیادت کرنا تھی مگر جھنگ کے حالات کے

Scanned with CamScanner

پیش نظر ہیں آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور پورے ملک کے اندر سپاہ صحابہ اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکومت وقت سے یہ بات منوانا چاہتی ہے کہ ۲۲ جمادی الثانی کو سرکاری سطح پہ منایا جائے اور میرے محترم دوستو تحریک مداح صحابہ کا یہ جلوس ۲۲ جمادی الثانی کو اس وقت تک نکالا جاتا رہے گا جب تک کہ اس دن کو سرکاری طور پہ منائے جانے کا اعلان نہیں کیا جاتا اور ہم سیدنا صدیق اکبرؓ کے دن کو سرکاری طور پہ منانے کے لیے اس احتجاجی راستے کو اختیار کرتے ہوئے یہ طے کر چکے ہیں کہ اگر ہمیں اپنی جان بھی دینا پڑے تو ہم اپنی جان دے دیں گے تحریک مداح صحابہ کے جلوس کو بند نہیں کریں گے، انتظامیہ کے لیے یہ خود لمحہ فکریہ بنا چاہیئے اور ۹۴ فیصد سُنّی قوم کے اس مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے سیّدنا صدیق اکبرؓ کے دن کو سرکاری طور پہ منایا جانا چاہیئے۔

میرے محترم دوستو۔ پاکستان میں سیدنا حسینؓ ابن سیّدنا علیؓ کا دن سرکاری طور پہ منایا جاتا ہے انہیں کے والد گرامی قدر سیدنا علی ابن ابی طالب کا یوم سرکاری طور پہ کیوں نہیں منایا جاتا۔ صرف اس لیے کہ شیعت نے احتجاج راستہ اپناتے ہوئے روڈوں پہ نکل کے سڑکوں پہ نکل کے غنڈہ گردی بدمعاشی کر کے حکومت کو مجبور کر دیا کہ ہم کوئٹہ سے لے کر اسلام آباد تک لانگ مارچ کریں گے ورنہ نو اور دس محرم کو چھٹی کی جائے، انشاء اللہ العزیز عنقریب صحابہؓ کے تقدس کے دفاع کے لیے لاہور سے لیکر اسلام آباد تک لانگ مارچ کا اعلان کریں گے۔ سُنّی مطالبات کے حق میں صحابہ کرامؓ کے تقدس کے دفاع کے لیے اس غلیظ لٹریچر کو ضبط کروانے کے لیے سیدنا صدیق اکبرؓ اور دیگر خلفائے راشدین کے یوم سرکاری سطح پہ منانے کیلئے لانگ مارچ کیا جائے گا یا سپاہ صحابہؓ کے جیالے اپنے مطالبات کو منوائیں گے یا اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیں گے۔

Scanned with CamScanner

قیادت کے حکم پر جان قربان

میرے محترم دوستو - انجمن سپاہ صحابہؓ اصحاب رسولؐ کے تقدس کا دفاع کرنا چاہتی ہے - پُرامن رہ کر انجمن سپاہ صحابہ اہل سُنّت کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہتی ہے اور میں اپنے نوجوانوں سے کہوں گا کہ ہمارا راستہ تشدد کا راستہ نہیں ہے - امن، اخوّت اور بھائی چارے کا راستہ ہے - ہمارا راستہ دوستی اور پیار کا راستہ ہے - لہٰذا آپ لوگوں کو ہر حال میں پُرامن رہنا چاہیئے - آپ کو چاہیئے کہ اپنے قائد کے حکم پر جان بھی قربان کرنے کو تیار ہو جائیں، قیادت کہے بیٹھ جاؤ تو بیٹھ جاؤ - قیادت کہے اٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ جاؤ - قیادت کہے کہ سمندروں میں کود جاؤ تو کود جانا چاہیئے - اس لیے کہ آپ کی قیادت نے آپ کو اپنی ذات کے لیئے استعمال نہیں کیا آپ کو آپ کی قیادت نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے استعمال نہیں کیا - آپ کا رشتہ اور ہمارا رشتہ صحابہ کے تقدس پر مبنی ہے - ہمارا اور آپ کا تعلق دین کے ناطے سے ہے - دین کے راستے سے ہے - آپ کو چاہیئے کہ آپ ہر وقت اپنے قائدین کی بات تسلیم کریں - قائدین حکم دیں اُن کے حکم کی تعمیل کریں - قائدین انکار کریں تو آپ کو انکار کرنا چاہیئے، آپ میرے سامنے وعدہ کریں کہ جو قیادت فیصلہ کرے گی - من وعن اُس فیصلہ پر عمل کیا جائے گا - ذاتی مفادات : ذاتی مصلحت - ذاتی تعلقات سب چھوڑ دیئے جائیں گے قیادت کے فیصلے پر۔

سیّدنا صدیق اکبرؓ ہمارے ایمان کا حصّہ ہیں - کوئی شخص سیدنا ابوبکرؓ کی صحابیت پر انکار کرے آج میرا فتوٰی نہیں یہ آج میرا فیصلہ نہیں آج سے چھ سو سال پہلے پانچ سو جید علماء کرام نے فتاوٰی عالمگیری ترتیب دیتے ہوئے طے کیا تھا - مَن انکر صحبت ابی بکر فھو کافر - جو سیّدنا صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا انکار کرتا ہے

لاشک، لاریب، کافر ہے کافر ہے، خدا صدیق کو رسول کے پہلو میں سُلائے اور شیعہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا انکار کرے اور لوگ مجھے اَمن اخوّت اور بھائی چارہ اور پیار کا درس دیں پیار کرنا ہے تو صدیق کی غلامی میں آؤ، پیار کرنا ہے تو صدیق اکبرؓ کی صداقت کو مانو۔ اس رب کی قسم! تم اس صدیق کی صداقت کو مانو ہم تمہاری غلامی کریں گے۔ ہمیں لیڈری کا

کا کوئی شوق نہیں ہے۔ لیکن اگر اصحاب رسول پر تبرّا کر کے اصحاب رسول کو گالیاں نکال کر اصحابِ رسول کی شان میں گستاخی کر کے تم ہم سے بھائی چارہ۔ محبت، اخوت، پیار چاہو تو یہ ناممکن ہے۔ ہم اصحاب رسول کے تقدس پر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہیں لیکن کسی صحابی کی شان میں گستاخی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ میرے محترم دوستو۔ رب نے صحابہ کی کرامت اور آپ کی

محنت سے مجھے پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں پہنچا دیا ہے اور میں انشاءاللہ العزیز پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں صحابہ کرام کے تقدس پر مبنی موقف کو اپنی پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں، جس کی کیسٹ حق نواز شہید لائبریری میں موجود ہے۔ آپ لے سکتے ہیں، اور انشاء اللہ العزیز باقی لوگ پلاٹوں پر مٹوں اور اپنے دیگر مسائل کی سیاست کریں گے اور میں اصحاب رسول کے تقدس کے دفاع کی سیاست کروں گا۔ میں سنّی حقوق کی سیاست کروں گا۔ اور سپاہ صحابہ کو دبانے والو۔ اگر سپاہ صحابہ زندہ رہی اور اللہ نے مجھے مزید زندگی عطا کی۔ اس رب پہ بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ آئندہ پاکستان کے اندر شیعہ سُنّی بنیاد پر الیکشن ہوں گے۔ سنّی حقوق پر انشاءاللہ صحابہ کرامؓ کے تقدس کے لیے لوگ ہمارا ساتھ دیں گے۔ میں اُمید کروں گا کہ آپ اپنے شہر کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے اپنے قائدین کے فیصلے کے علاوہ کوئی قدم نہیں اُٹھائیں گے۔

اسی تقریر میں فرمایا کہ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس جلوس کے منتشر ہونے کے بعد کوئی شخص نعرہ مت لگائے اپنے گھروں کو پُرامن طریقے سے آرام سے سکون سے چین سے واپس لوٹنا ہے۔ تاکہ ہم یہ بات واضح کر دیں کہ ہماری لڑائی صرف صحابہ کے دشمن سے ہے کسی پولیس والے سے نہیں ہے۔ کسی فوج والے سے نہیں ہے کسی وزارت والے سے نہیں ہے۔ کسی مشاورت والے سے نہیں ہے۔ کسی لیڈر سے نہیں ہے۔ کسی سیاست دان سے نہیں ہے۔ ہماری لڑائی صحابہ کے دشمنوں سے ہے۔ ہماری جنگ اس وقت تک جاری رہے گی۔ جب تک ہم اپنے تقدس کا دفاع نہیں کر لیتے۔ جب تک سُنیت کو ان کے حقوق دلوا نہیں دیتے جب تک صحابہ کے تقدس کا دفاع نہیں کر لیتے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق دے۔

شبِ آخر

مسافر جب دن بھر کے سفر سے تھک جاتا ہے تو اُسے سکون کی ضرورت ہوتی ہے اور سکون کا بہترین وقت رات کا سناٹا ہے۔ جب شہر، دیہات، ندی نالے، سبز وادیاں، جنگل، پہاڑ، درندے، پرندے سب کے سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس خاموشی میں ایک طویل سفر کا مسافر جو منزل بہ منزل مارتا ہوا اپنے مقصد کے حصول کی طرف گامزن رہا ہوتا ہے۔ سنگلاخ چٹانوں کے نوکیلے پتھروں کے زخم سہتا ہوا اگر کسی ایسی جگہ پر جا نکلے جہاں کی زمین ہموار اور خوشبودار ہو۔ جہاں کی نغمہ ساز ہواؤں میں راحت و فرحت کا پیغام ہو۔ جہاں کے ماحول میں اپنائیت کی مہک رچی ہوئی ہو۔ اور محبتوں کی زمین کا سینہ اُس کے قدموں میں نچھاور ہونے کو تیار ہو۔ مسافر وہاں پہنچتے ہی سب کام چھوڑ کر سونے کو ترجیح دیتا ہے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں

Scanned with CamScanner

دنیا جہان سے بے نیاز ہوکر نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے جہاں اپنائیت کی مہک اُس کے کانوں میں رس گھولتی اور چاہت کی خوشبو اس کے زخم سہلاتی ہے اور محبت کی لوریاں اُسے تھپک تھپک کر سُلا دیتی ہیں۔ نور کے تڑکے جب مسافر نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اُس کی ساری تھکاوٹ دُور ہو چکی ہوتی ہے اور وہ ایک نیا عزم اور ولولۂ تازہ لے کر اپنی منزل کی طرف سفر کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔

قاسمی شہیدؒ کا آخری دن دینی، جماعتی، تبلیغی، تحریکی، عوامی اور سماجی سرگرمیوں میں مصروف گذرا تھا۔ تحریک مدحِ صحابہؓ کے جلوس سے فارغ ہونے کے بعد آپ میاں اقبال حسین شہیدؒ کی انتخابی سرگرمیوں میں مصروف رہے تھے جس کی وجہ سے آرام کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔ شدید تھکاوٹ کے باوجود جب آپ رات تین بجے گھر میں داخل ہوئے تو دس پندرہ مہمان بیٹھک میں موجود تھے۔ معمول یہ تھا کہ رات گئے جب قاسمی شہیدؒ اپنی تمام تر مصروفیات سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے اور اہلیہ محترمہ سے حسب ضرورت کھانا وغیرہ طلب فرماتے تو آپ کی اہلیہ اپنے بھائی حافظ محمد عمران کو جگا دیتیں اور وہ اُٹھ کر مہمانوں کے لئے کھانا چائے وغیرہ کی تیاری، بستروں کی فراہمی اور دیگر اُمور میں تعاون کرتے تھے۔ خلافِ معمول اس رات آپ نے اپنی رفیقۂ حیات کو بھی بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا، خود کمرے میں تشریف لے گئے۔ رات کی بچی ہوئی روٹیاں موجود تھیں مگر سالن کا برتن خالی تھا۔ البتہ دودھ موجود تھا۔ قاسمی شہیدؒ نے دودھ سے روٹی کھائی، بستر بچھایا اور سو گئے۔

ابھی آخری شب کا یہ مسافر تھوڑی دیر ہی سویا ہوگا کہ مساجد سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں، آپ کی اہلیہ بیدار ہوئیں۔ نماز کا وقت قریب تھا۔ بستر کی رات گذر چکی تھی۔ قبر کی رات تھکے ہارے مسافر کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے انتظار کی گھڑیاں شمار کرنے میں مصروف تھی۔

Scanned with CamScanner

کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ آج کیا ہونے والا ہے۔ صرف رَبّ قدیر ہی آنے والے حالات سے آگاہ تھا۔ اِنسان کو قدرت نے اشرف المخلوقات بنایا ہے یہ اپنی محنت کے بل بوتے پر قائد بن سکتا ہے۔ لیڈر اور رہنما بن سکتا ہے عالم و فاضل بن سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ بن سکتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اپنے آنے والے حالات اور کاتبِ تقدیر کی تحریر سے آگاہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی فرشتۂ اجل کو روکنا اس کے بس کی بات ہے۔

موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کوئی ذی شعور اس کا منکر نہیں ہو سکا۔ جبکہ مولانا ضیاء الرحمٰن القاسمی شہیدؒ تو اُن لوگوں میں سے تھے جو دینِ حق کی آبرو کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں پھر ایسے لوگوں کو موت سے خوف کیوں کر ہو سکتا ہے۔

اور وہ گھر سے نکلے

علی الصبح آپکی اہلیۂ محترمہ نے آپ کو جگایا، لیکن شدید تھکاوٹ کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں نیند کا خمار باقی تھا۔ لحاف گھٹنوں پہ ڈالے کافی دیر تک بیٹھے ہچکولے کھاتے رہے۔ آخر پانی منگوا کر منہ دھویا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ غسل، نماز اور دیگر ضروریات سے فارغ ہوئے۔ آپ کی اہلیہ مہمانوں کا ناشتہ تیار کر رہی تھیں۔ آپ نے ایک بار پھر وہی رات کی بچی ہوئی روٹی کھائی چولہے پر اُسے گرم کیا۔ اور اہلیہ کے پُر زور احتجاج کے باوجود بھی وہی روٹی کھانے لگے۔

سورج کی کرنیں آسمان پہ دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سارا جہان نور سے معمور ہو چکا تھا۔ جھنگ کے بازاروں میں خاصی چہل پہل تھی۔ بچے

بوڑھے اور جوان دھڑکتے دلوں کے ساتھ اپنے اپنے پولنگ سٹیشن کی طرف رواں دواں تھے۔ اور ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہوکر " زندہ ہے، جھنگوی زندہ ہے " کے ترانے گاتے ہوئے پولنگ کا نظارہ کرنے میں مصروف تھے۔ قاسمی شہیدؒ کی رہائش گاہ کے باہر احرار پارک میں بھی عوام الناس کافی تعداد میں موجود تھے۔ کوئی پونے دس بجے کا عمل ہوگا کہ مولنا ایثار القاسمیؒ گھر سے باہر نکلے۔ دروازے تک جاکر پھر پیچھے لوٹ آئے۔ چونکہ ابھی مہمان ناشتہ کرنے میں مصروف تھے اور قاسمی صاحب کو باہر جاتا دیکھ کر اُن کا چھوڑ دینا یقینی اَمر تھا۔ لہٰذا آپ نے مناسب نہ سمجھا اور واپس چلے آئے۔ کچھ دیر بعد جب مہمان ناشتے سے فارغ ہوگئے تو آپ پھر دروازے کی طرف بڑھے ہمیشہ کی طرح آپ کے لبوں پہ تبسم تھا۔ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہوکر دروازے سے باہر نکلے تو احرار پارک میں چوہدری مختار احمد صاحب ایڈووکیٹ سے ملاقات ہوگئی (جوکہ مولنا شہیدؒ کے گڑھ مہاراجا کے ساتھی اور سپاہ صحابہؓ کے مرکزی قانونی مشیر بھی ہیں) مولنا نے چوہدری صاحب سمیت دیگر چند دوستوں سے ۵--۱۰ منٹ تک کچھ گفتگو کی اور پھر گاڑی میں سوار ہوتے ہوئے کہنے لگے۔ " چوہدری مختار صاحب آؤ ذرا میرے ساتھ چلو! " انہوں نے جواب دیا۔ " نہیں حضرت! میں ابھی شہید ہونے کے موڈ میں نہیں ہوں "۔ مولنا مسکراتے ہوئے فرمانے لگے " بھائی ہم تو شہادت کے لئے ترس رہے ہیں " (واللہ اعلم بالصواب) جب آپ کار میں سوار ہوئے تو آپ کے ساتھ آپ کے چھوٹے بھائی رانا محمد اکرم اور ان کے علاوہ تین ساتھی اور بھی تھے۔

رزم گاہِ شہادت کی طرف

علاقۂ صدر کے مختلف پولنگ اسٹیشنوں سے ہوتے ہوئے آپ نے جھنگ بستی کا رُخ کیا۔ جب آپ بابِ عمرؓ کے قریب پہنچے تو سپاہِ صحابہؓ کے کارکنوں نے آپ کا راستہ روک لیا۔ قاسمی شہیدؒ نے اپنی گاڑی روکی اور باہر نکلے تو کارکنوں نے آپ کو گھیر لیا اور حالات کی نزاکت کے باعث آپ کو واپس چلے جانے پر مجبور کرنے لگے۔ اُن کا اصرار تھا کہ حالات درست نہیں ہیں اور آپ کا آگے جانا خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا آپ آگے مت جائیں۔ قاسمی صاحب نے انہیں اس پر قائل کرنے کی کوشش کی کہ خُدا ہمارا محافظ ہے۔ اور اگر موت آج کے دن آنی ہے تو مؤخر نہیں ہو سکتی۔ لیکن کارکن کمالِ محبّت و جوشِ عقیدت کے باعث آپ کی گاڑی کے آگے لیٹ گئے اور آپ کو آگے جانے سے باز رکھنے کی کوشش میں معروف رہے۔ یہ عقیدت و الفت کا روح پرور نظارہ تھا جسے قاسمی شہیدؒ جیسا قدر دان انسان نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کار سے باہر نکلے اور کارکنوں کو اٹھا اٹھا کر سینے سے لگانے اور ان کی پیشانیاں چومنے لگے۔ کارکنوں کا جذبۂ عقیدت آپ کی آنکھوں سے خراجِ تحسین وصول کر رہا تھا۔ آپ کے سمجھانے بجھانے پر انہوں نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا اور آپ کار میں سوار ہو کر فرشتۂ اجل کے استقبال کو روانہ ہوئے۔ چند ہی لمحوں بعد آپ کی گاڑی بستی گھوگھیاں والی کے پولنگ سٹیشن پر پہنچی۔ ابھی گاڑی رُکی ہی تھی کہ فائرنگ کی آواز سُنائی دینے لگی۔ آپ نے فوراً دروازہ کھولا اور بڑی پھرتی سے باہر نکلے۔ ریوالور آپ کے ہاتھ میں تھا۔ فریقِ مخالف فائرنگ کر کے عوام کو تتر بتر کرنا چاہتا تھا تاکہ منصوبے پر عمل درآمد کیا جا سکے۔ اِس صورت میں ہر قسم کی

سازش نہایت آسانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتی تھی۔ دِلوں کے بھید خدا ہی جانتا ہے۔ غالباً قاسمی صاحب نے یہ سوچ کر کہ فریقِ مخالف کی بے رحم اندھی گولی کسی بھی گھر کا چراغ گُل کر سکتی ہے ؛ ریوالور کی لبلبی دبائی اور شعلے اگلنے لگے۔ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو اس سے باز رکھنے اور محفوظ کرنے کی کوشش کی لیکن آپ اُن سے سنبھالے نہ گئے۔ فریقِ مخالف کی طرف سے فائرنگ کی شدت میں مزید اضافہ ہوگیا تھا اور گولیاں قریب قریب گزر رہی تھیں۔ صورتِ حال انتہائی خطرناک تھی۔ اچانک ایک بھاری بھرکم آدمی نے آپ کو اپنے بازوؤں میں بڑی مضبوطی سے جکڑا، اٹھایا اور قریب ہی ایک کمرے میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔ (اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مشہور شاعر جناب طاہر جھنگوی کے برادر جناب خالد فاروق کے مطابق وہ آدمی آپ کا باڈی گارڈ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب) اب قاسمی صاحب بڑے بے چین تھے فائرنگ کی وجہ سے باہر کا ماحول میدانِ جنگ معلوم ہو رہا تھا۔ قاسمی صاحب اس الجھن کا شکار معلوم ہوتے تھے کہ گولیاں کہیں اُن کے کارکنوں کے سینے چھلنی تو نہیں کر رہیں ؟ آپ کو قطعاً یہ مناسب معلوم نہ ہوا کہ کارکن خون میں لت پت ہوں لاشے تڑپتے رہیں۔ ظالموں کا ظلم مظلوموں کے جگر چیرتا رہے۔ جھنگ کی مظلوم مسلم ماؤں کی آنکھوں کی روشنی تاریکی میں تبدیل ہوتی رہے۔ بہنوں کی جگر پاش آہوں اور سسکیوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے، بچے یتیم ہو رہے ہوں۔ اور لیڈر کی حفاظت ہو رہی ہو۔ یہ خیال آتے ہی آپ کے جذبات شعلۂ جوالہ بن گئے بس پھر کیا تھا۔ جرّی جوان اور مردِ قلندر کے پاؤں کی ایک ہی ٹھوکر سے دروازہ اپنی تمام تر مضبوطی پر دو حرف بھیجتا ہوا دُور جا پڑا۔ رکاوٹ دُور ہوگئی۔ راستہ صاف ہوگیا۔ دُوریاں دُور ہوئیں اور قربتیں قدم چومنے لگیں۔

Scanned with CamScanner

قاسمی شہیدؒ میدان میں نکلے۔ ریوالور سنبھالا، دشمنوں کو للکارا۔ ابھی ٹریگر پر انگلی رکھی ہی تھی کہ گولیوں کی ایک بوچھاڑ سامنے سے آئی۔ قاسمی شہیدؒ کا سینہ، شجاعتوں کا خزینہ، مہر و الفت کا نگینہ بالکل سیدھ میں تھا۔ شدید مجروح ہوا۔ ستمگروں نے اُسے چھلنی کر ڈالا۔ گولیاں پیشانی اور سینے میں لگیں۔

قاسمی نیچے گرے اور تڑپنے لگے۔ خون کا چشمہ اُبل پڑا۔ کیسا دردناک منظر تھا۔ قلم کو لکھنے کا یارا نہیں۔ قاسمی تڑپ رہے تھے۔ اُن کے اعضاء شدید متحرک تھے۔ وہ اُٹھنے کی کوشش کر رہے تھے اس لئے کہ انہوں نے ہمیشہ میدان میں سینہ تان کر کھڑا ہونا سیکھا تھا۔ زندگی میں کبھی دشمن یا موت سے خائف ہوتے ہوتے تو جس کمرے میں انہیں بند کیا گیا تھا اُس کا دروازہ بند اور اُس کے کواڑ سلامت رہتے۔ شیر دل نوجوان ایثار القاسمی اپنے سینے سے خون کا فوارا اُبلتا ہوا دیکھ کر بھی اپنی قلندرانہ اداؤں کو نہ بھولے اٹھ کر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن قدم ساتھ نہ دے پائے۔ پھر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ پھر گر پڑے۔ گولیاں ابھی چل رہی تھیں۔ قاسمی صاحب کے بھائی اور دیگر ساتھی گولیوں کی بوچھاڑ سے اپنی جانوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش میں تھے۔ انہوں نے قریب ہی برآمدے کی اوٹ میں پناہ لے رکھی تھی۔ جب قاسمی شہید خون میں لت پت دھرتی پہ لوٹ رہے تھے تب ان کی نگاہ پڑی۔

وہ بھاگے بھاگے آئے قاسمی شہیدؒ کا خون کافی مقدار میں بہ گیا تھا، زمین لہو رنگ ہوگئی تھی۔ قاسمی غنودگی کی حالت میں تھے جبکہ ستمگروں کا گروہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو کر دُم دبائے بھاگا جا رہا تھا۔

قاسمی شہیدؒ کو گاڑی میں لٹا کر فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا لیکن قاسمی اس دنیا سے منہ موڑ گیا تھا۔ تڑپ تڑپ کر شہادت کی دُعائیں کرنے والا تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا گیا تھا۔ جھنگوی شہیدؒ کی مسند کا وارث، جھنگوی مشن کی

تکمیل کی حسرتیں دل میں لئے حوران جنت کا مہمان بن گیا۔ کلمہ حق کی پاداش میں دنیاداروں کے ستم سہہ کر راہیٔ عدم ہوا۔ خواب غفلت میں مدہوش قوم کو درس بیداری اور ہوشیاری دینے والا اپنی زندگی کا سفر ختم کر کے ہمیشہ کے لئے پُرسکون نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہادت کی خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

یہ قیامت کی خبر تھی جس نے سُنی سکتے میں رہ گیا اور جب یہ سکتہ ختم ہوا تو ہر طرف چیخ و پکار تھی۔ آہ و فغاں کا شور تھا۔ دُکھ تھا، درد تھا، رنج تھا، صدمہ تھا۔ اَلم تھا مَلال تھا۔ آہیں تھیں، سسکیاں تھیں۔ آنسو تھے، پریشانی تھی، جذبات تھے۔ طوفان تھا۔ آگ تھی، شعلے تھے۔ دھواں تھا۔ بربادی تھی۔ ہائے اور وائے تھی مار اور دھاڑ تھی۔ موت کا راج تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ تھی۔ کوئی دل ایسا نہ تھا جس کی دھڑکنیں بے ترتیب نہ ہوئی ہوں اور کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس کی اشکوں سے رم جھم نہ ہوئی ہو۔ مقبولیت کا یہ عالم کہ جھنگ سٹی کا ایک جوان منظور حسین خبر سنتے ہی صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے گرا اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ محلہ سلطان والا کی ایک خاتون نے بھی اپنی جان جانِ جان آفریں کے سپرد کر دی۔ بے ہوش ہو جانے والوں کا کوئی حساب نہ تھا۔ الیکشن کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ پولنگ سٹیشنوں پر ہُو کا عالم طاری ہوا۔ اور گلی کوچوں میں موت رقص کرنے لگی۔ احرار پارک میں ایک بار پھر بے تحاشہ ہجوم ہوا۔ جھنگ انتظامیہ نے فوراً کرفیو کے نفاذ کا اعلان کر دیا

ٹیلی فون کے ذریعے جونہی یہ خبر دوسرے شہروں میں پہنچی، سپاہ صحابہ کے ہزاروں کارکن بازاروں میں نکل آئے۔ صوبہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں صوبائی اسمبلی کے ضمنی انتخابات ہو رہے تھے جو اس سانحہ کی بناء پر شدید متاثر ہوئے۔ فیصل آباد سمیت دیگر متعدد شہروں میں اسی وقت ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا اور

احتجاجی مظاہرے ہونے لگے۔

یاد رہے کہ جب "قاسمی شہید ہوئے تھے اور قاتلوں کے گروہ کا سرغنہ شیخ ظفر اقبال فرار ہوتا ہوا جب قریب ہی دریا کے بند پر پہنچا تو سامنے فوج کی گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ شیخ ظفر نے اِدھر اُدھر ہونے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کلاشنکوف اس کے ہاتھ میں تھی۔ فوج کی گاڑی رک گئی۔ ایک کیپٹن جن کا نام مخمور بتایا جاتا ہے گاڑی سے باہر نکلے اور انہوں نے شیخ ظفر سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟ اور اسلحہ کیوں لئے پھر رہے ہو؟" شیخ ظفر نے بتایا "میں اے ایس آئی" (زیر تربیت") ہوں"۔ کیپٹن نے پوچھا" تمہاری وردی کہاں ہے؟" اس پر وہ بوکھلا گیا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ اس پر کیپٹن نے اسے تھپڑ مارا۔ ابھی وہ تھپڑ کھا کر سنبھل ہی رہا تھا کہ لوگوں کا بڑا ہجوم واویلا کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور انہوں نے بتایا کہ یہ شخص ایم این اے کو قتل کر کے آ رہا ہے جس پر وہ گرفتار ہو گیا۔

"قاسمی شہیدؒ کی میت ہسپتال میں تھی۔ ان کا مجروح جسد سپاہ صحابہ کے پرچم میں لپٹا ہوا تھا۔ لوگ بہت بڑے ہجوم کی صورت میں ہسپتال سے باہر بے چینی کے بدترین لمحات گزار رہے تھے۔ بعینہٖ وہی منظر سامنے تھا جو آج سے تقریباً گیارہ ماہ قبل جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے موقع پر دیکھتے میں آیا تھا، وہی گلیاں، وہی کوچے، وہی بازار، وہی حادثہ گویا "جھنگویؒ" دوبارہ

دوبارہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ جھنگ پھر سرخ ہو گیا تھا۔ آپ نے پیچھے پڑھا کہ جھنگویؒ شہید کی لاش ہسپتال میں پڑی تھی تو قاسمیؒ ہسپتال کے دروازے پر لوگوں کو صبر و سکون کی تلقین کر رہے تھے۔ آج پھر وہی منظر سامنے تھا۔ قاسمی شہیدؒ کی لاش ہسپتال میں پڑی تھی اور مولانا مختار احمد سیال شہیدؒ ہسپتال

کے دروازے پر سوگوار ہجوم کو دلاسہ دینے کی کوشش کر رہے تھے (مولنا محمد مختیار احمد سیال بھی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعُون۔

ان واقعات کے ایک چشم دید گواہ جناب سیّد عبدالحفیظ (اُف نیا شہر جھنگ) ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں قاسمی شہیدؒ کی میّت کے پاس بیٹھا ہوا تھا مجھے فاروقی صاحب نے فون پر حکم فرمایا تھا کہ آپ نے یہاں سے نہیں ہلنا۔ چند اور احباب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ شہر میں ہر طرف کرفیو تھا لیکن پھر بھی سپاہِ صحابہؓ کے کارکن ہسپتال میں پہنچ رہے تھے۔ کارکن دھاڑیں مارتے ہوئے اندر آتے، قاسمی شہیدؒ کا ماتھا چومتے اور روتے ہوئے باہر نکل جاتے۔ رات سوا آٹھ بجے کے قریب ایک فوجی افسر (کیپٹن محمود) ہال میں داخل ہوا اور اُس نے قاسمی شہیدؒ کی میّت کو سلامی (سیلوٹ) دی۔ اور کافی دیر تک وہیں گم سُم ہو کر کھڑا رہا۔ اس کے بعد اور بھی فوج کے آفیسر آتے رہے اور مولنا کی میّت کو سیلوٹ کرتے رہے۔ رات ساڑھے تین بجے قاسمی شہیدؒ کے والدین اور ایک ہمشیرہ ہسپتال میں پہنچیں، کیپٹن محمود نے مجھے اطلاع دی، میں نے فوراً دو کرسیاں منگوائیں اور شہید کے والدین کو سنبھالا اور کرسی پر بٹھا دیا۔

قاسمی شہیدؒ کے والد صاحب کو تین مرتبہ دل کا دَورہ پڑا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد میں نے انہیں گھر جانے پر آمادہ کر لیا اور فوج والوں سے بات کر کے حفاظتی گاڑی ساتھ لے کر انہیں قاسمی شہیدؒ کے گھر پہنچا دیا۔ اُس وقت صبح کی نماز ہو رہی تھی۔"

عاشق کا جنازہ

قاسمی شہیدؒ جمعرات کو دوپہر کے وقت جاں بحق ہوئے تھے۔ دوسرے دن جمعۃ المبارک کے روز نمازِ جنازہ ادا کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ حسبِ

Scanned with CamScanner

معمول جمعۃ المبارک کا سورج طلوع ہوا۔ ملک بھر میں اخبارات، ٹی وی اور ریڈیو نے خبر دے دی۔ لوگ دُور دراز سے قافلوں کی صورت میں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لئے آ رہے تھے۔ شہر کرفیو کی زد میں ہونے کے باوجود بھی سوگواروں کے بے پناہ ہجوم کے باعث بھرا ہوا نظر آتا تھا۔ باہر سے آنے والے قافلوں کو متعدد مقامات پر روک لیا گیا۔ خود قاسمی صاحب شہیدؒ کے بوڑھے والدین جو لاہور سے یہ خبر سن کر اپنے جوان بیٹے کی لاش کو کندھا دینے جھنگ آ رہے تھے بھی شہر میں داخل ہونے سے روک دیئے گئے۔ شدید رنج و الم کی حالت میں انہوں نے رات غالباً ٹوبہ یا گوجرہ میں کاٹی اور ساڑھے تین بجے شب بڑی مشکل سے جھنگ پہنچے۔
شہیدؒ کی نمازِ جنازہ کے لئے جھنگ کی مشہور وسیع و عریض شفقت شہیدؒ گراؤنڈ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ باہر سے آنے والے قافلے مذکورہ گراؤنڈ میں جمع ہو رہے تھے۔ علماء کرام کی ایک بہت بڑی کھیپ جن میں مولٰنا فضل الرحمٰن، مولٰنا سمیع الحق، مولٰنا محمد اجمل خاں، مولٰنا محمد اجمل قادری، مولٰنا ضیاء القاسمی، مولٰنا منظور احمد چنیوٹی، مولٰنا زاہد الراشدی، مولٰنا محمد اعظم طارق اور دیگر حضرات بھی شامل تھے، موجود تھی۔
جمعۃ المبارک کی نماز مذکورہ گراؤنڈ ہی میں ادا کی گئی۔ قاسمی شہیدؒ کی لاش تقریباً ۲ بجے ہسپتال کی ایمبولینس پر احرار پارک میں لائی گئی۔ گلی کوچے بے خود سوگواروں سے اُٹے پڑے تھے۔ جھنگ کی دھرتی پر چشمِ فلک نے ایسا دل دوز منظر شاید پہلی بار دیکھا ہو۔ قلم منظر کشی سے قاصر ہے۔ احرار پارک کے قریب ایک مکان میں شہیدؒ کی لاش کو غسل دیا گیا۔ غسل فاروقی صاحب اور دیگر ساتھیوں نے دیا۔ غسل کے بعد تھوڑی دیر پارک میں دیدارِ عام کے لئے رکھ دی گئی۔ آہ و فغاں کا ایک تلاطم برپا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شہید کی لاش جھنگ کے شہید کے شہر کی گلیوں سے ہوتی ہوئی شفقت شہید گراؤنڈ میں لائی گئی۔ گراؤنڈ میں

عوام کا اتنا ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ قاسمی شہیدؒ کے بوڑھے والد کو نوجوانوں نے سہارا دیا ہوا تھا۔ وہ صدمے سے نڈھال تھے۔

دور دراز تک مکانات کی چھتوں پر خواتین کا ہجوم تھا۔ شفقت شہید گراؤنڈ میں علماء کرام قاسمی شہیدؒ کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔ قائد سپاہ صحابہؓ علامہ فاروقی مدظلہ تشریف لے آئے۔ آپ جونہی مائیک پر پہنچے پورے گراؤنڈ میں کہرام برپا ہوگیا۔ کارکن دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ فاروقی صاحب نے کارکنوں کو صبر و سکون سے بیٹھ جانے کی اپیل کی لیکن بے پناہ ہجوم کے باعث لاؤڈ سپیکر کی تاریں ٹوٹ کر دور دور تک بکھر گئی تھیں۔ آواز زیادہ دور تک نہ پہنچ سکنے کے سبب کارکنوں کو خاموش کرنے اور بٹھانے پر کافی وقت خرچ ہوگیا۔ کارکن بیٹھ گئے تو علامہ فاروقی صاحب نے خطاب شروع کیا۔

انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں قاسمی شہیدؒ کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے مقدس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کیا۔ قاسمی شہیدؒ کے قاتلوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اُن سے خون کا انتقام لینے کا عزم ظاہر کیا۔

بعد ازاں جنازہ کے لئے صفیں درست کی گئیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ۵ لاکھ کا اجتماع تھا۔ نماز جنازہ کی امامت جھنگ کے مشہور بزرگ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نے کرائی۔ نماز جنازہ میں تمام مسلم مکاتب فکر کے افراد موجود تھے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایم این اے کی حیثیت سے قاسمی شہیدؒ کے تعلقات ارباب حکومت اور اراکین اسمبلی سے بھی ہونے کے باوجود کسی وزیر، مشیر یا ایم این اے کو جنازہ میں شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ حالانکہ جنازہ سے تھوڑی دیر قبل ایک ہیلی کاپٹر نے جنازہ گاہ پر تین چار چکر لگائے تھے۔ اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ بدنہاد ارباب اقتدار کے ذوق تماشہ کی تسکین کا سامان تھا۔

تدفین

نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد شہیدؒ کی میّت احباب کے کاندھوں پر جامعہ محمودیہ لے جائی گئی۔ جہاں امیرِ عزیمتؒ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ مدفون ہیں۔ قاسمی شہیدؒ کی قبر امیرِ عزیمت شہیدؒ کے دائیں پہلو کی طرف بنائی گئی تھی۔ دو سعید روحوں کے ملاپ کا یہ حسین امتزاج تھا۔ اہلِ عشق و وفا کے قلوب اس منظر سے بے قرار ہوئے جا رہے تھے۔ قاسمی آج جھنگوی شہیدؒ اور اُن کے مشنِ مقدس سے وفاؤں کا حق ادا کر چکا تھا۔

بقولِ شاعر جو تجھ بن نہ جینے کا کہتے تھے ہم
سو اِس عہد کو اب وفا کر چلے

قبر تیار ہو چکی تھی۔ فاروقی صاحب قبر میں اُترے، جائزہ لیا، مٹی ہٹائی۔ جگہ برابر کی۔ پھر باہر نکلے۔ قاسمی شہیدؒ کی میت اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتاری۔ مولانا محمد اعظم طارق مدظلہٗ اور دیگر علماء کرام بھی شریک تھے۔ قاسمی شہیدؒ کے والد اور بھائی بھی موجود تھے۔ منہا خلقنٰکم کی صدائیں بلند ہوئیں۔ قاسمی شہیدؒ کا حسین چہرہ آج ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا۔

دُعائیں پڑھی جاتی رہیں، مٹی ڈالی جاتی رہی۔ بالآخر عشق و وفا کا پُتلا اور صدق و صفا کا یہ پیکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیائے فانی سے منہ موڑ کر حُورانِ خلد کا مہمان بن گیا۔ اور لاکھوں من مٹی کے نیچے راحت و فرحت کی نئی دنیا آباد کر کے نمازِ مغرب سے کچھ دیر پہلے دنیا داروں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔

بقولِ شاعر ادا کر گئے قرض اپنی خدمات کا
سحر دم وہ جاگا وہ رات کا
اَبد کے نگر کو روانہ ہوا
مکمّل سفر کا فسانہ ہوا

Scanned with CamScanner

نواں باب

- قاسمی شہیدؒ کے قتل کی ایف آئی آر

اور

- تفصیلات مقدمہ قتل
- برادرانِ یوسفؑ ـــــ برادرانِ ایثارؒ
- قاسمی شہیدؒ کی اہلیہ کا کردار

Scanned with CamScanner

"لاہور ہی کیس کے منتقل ہوتے ہی شہید کے بھائیوں نے ملزمان کے ساتھ آنکھیں ملا لیں قائدینِ سپاہِ صحابہؓ کے مشوروں اور رہنمائی کے متضاد رویّہ اپنا لیا، بالآخر وہی ہوا جس کا دھڑکا تھا کہ اپنے ہی بھائیوں نے خونخوار قاتلوں کے ساتھ کمپرومائز کرلیا،

اور یوں

قاسم شہیدؒ کا خون اپنوں ہی کے ہاتھوں

جورِ وفا

کے ریگستانوں

میں

جذب ہوگیا"۔!

○

قاسمی شہیدؒ کے قتل پر عوامی ردِّ عمل

قاسمی شہیدؒ کے قتل کے بعد عوامی ردِّ عمل کا باب انتہائی افسوس ناک واقعات سے بھرپور ہے۔ ہڑتالیں، مظاہرے، کروڑوں روپے کی املاک کی بربادی، جلاؤ گھیراؤ، مار دھاڑ اور خونی واقعات میں بیسیوں اشخاص کی جانوں کی اتلافی نہ لکھی جا سکتی ہے۔ نہ ہی لکھے اور سنائے جانے کے قابل ہے۔ بہتر ہی رہے گا کہ ہم اس افسوس ناک باب کی بجائے دیگر قابلِ ذکر واقعات اور حقائق کا مطالعہ کریں۔

لہٰذا اب، ہم قاسمی شہیدؒ کے قتل کی ایف آئی آر اور اس کے بعد مقدمۂ قتل کی تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

ایف آئی آر

قاسمی شہیدؒ کے قتل کی ایف آئی آر شہیدؒ کے بھائی رانا محمد اکرم نے وقوعہ سے کچھ دیر بعد پولیس اسٹیشن جھنگ سٹی میں درج کرائی تھی وہ من و عن پیش کی جا رہی ہے۔

مقدمہ نمبر ۱۵/۹۱ تھانہ سٹی جھنگ ضلع جھنگ "تاریخ و وقت وقوعہ ۱۰ بجے دن کے بعد ۱۰/۱/۹۱

۱	بحوالہ رپٹ نمبر ۱۰، مورخہ ۱۰/۱/۹۱ بوقت ۱۲/۳۰ بجے دن		۹	بذریعہ سپیشل رپورٹ
۲	نام و سکونت اطلاع دہندہ مستغیث	حسب آمد درخواست از ان محمد اکرم ولد حاجی عبدالمجید قوم راجپوت سکنہ یٰسین ٹاؤن		

Scanned with CamScanner

		غازی روڈ لاہور
۳	مختصر کیفیت جرم (معہ دفعہ) مال اگر کچھ کھویا گیا ہے	بجرم ۳۴۲/۱۰۹ / ۱۴۸/۱۴۹ P.P.C
۴	جائے وقوعہ و فاصلہ تھانہ سے اور سمت	بحد رقبہ بستی گھوگھے والی بفاصلہ ۴ فرلانگ جانب مشرق دیہہ چک ۱/
۵	کارروائی متعلقہ تفتیش اگر اطلاع درج کرنے میں کچھ توقف ہوا ہو تو اس کی وجہ بیان کی جائے	بلا توقف حسب آمد درخواست

دستخط محمد خان عہدہ محرر ہیڈ کنسٹیبل

بخدمت جناب ایس ایچ او صاحب، تھانہ سٹی جھنگ۔

جناب عالی!

گذارش ہے کہ میں لیسن ٹاؤن غازی روڈ لاہور کا رہائشی ہوں۔ مولانا ایثار القاسمی ایم۔ این۔ اے میرے حقیقی بھائی ہیں۔ برادرم ایثار القاسمی گزشتہ الیکشن اکتوبر ۱۹۹۰ء میں ایم این اے اور ایم پی اے منتخب ہوئے تھے۔ مذکورہ الیکشن میں برادرم نے شیعہ لیڈر امان اللہ خان سیال اور شیخ محمد اقبال چیئرمین بلدیہ جھنگ کو شکست فاش دی تھی۔ جس وجہ سے الیکشن کے بعد شیخ محمد اقبال اور شیعہ لیڈروں میں اتحاد ہو گیا تھا۔ برادرم ایثار القاسمی نے ایم این اے کی سیٹ رکھ لی تھی جبکہ صوبائی سیٹ چھوڑ دی تھی۔ آج

Scanned with CamScanner

مورخہ ۱۰ر جنوری کو جھنگ میں ایثار القاسمی کی خالی کی ہوئی صوبائی سیٹ پر ضمنی الیکشن ہو رہا تھا جس میں شیخ محمد اقبال چیئرمین بلدیہ اور ایثار القاسمی کی طرف سے نامزد امیدوار میاں اقبال حسین کے درمیان سخت مقابلہ تھا۔ میں بھی شام برادرم کو ملنے جھنگ آیا تھا۔ اس سے قبل بھی وقتاً فوقتاً برادرم کو ملنے جھنگ آتا رہتا تھا۔ آج صبح تقریباً ۱۰ر بجے دن برادرم ایثار القاسمی شہر میں مختلف پولنگ سٹیشنوں پر حالات کا جائزہ لینے کے لئے کار نمبری 9191 میں گھر سے روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ میرے علاوہ مسمیان حافظ محمد خالد ولد حاجی محمد موسیٰ سکنہ محلہ بڈھے والا جھنگ صدر، اختر پرویز ولد نذیر احمد سکنہ محلہ سلطان والا، جھنگ صدر اور محمد حنیف ولد شاہ محمد قوم مغل سکنہ فیصل آباد تھے۔ ہم جھنگ صدر میں مختلف پولنگ سٹیشنوں سے ہوتے ہوئے جب بستی گھوگھے والی جھنگ شہر کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا سڑک پر ایک ویگن ۲/۳ کاریں سڑک پر کھڑی ہیں اور سڑک بلاک کر رکھی ہے۔ چنانچہ برادرم ایثار القاسمی اور ہم کار سے باہر نکلے تو سامنے سے ویگن اور کاروں سے مسمیان شیخ محمد اسلم اور شیخ محمد اکرم برادران شیخ محمد اقبال امیدوار ایم پی اے شیخ ظفر اقبال ولد شیخ محمد اقبال امیدوار ایم پی اے، شیخ جہانگیر عرف بلّا ولد شیخ محمد اسلم مذکورہ جو کہ تمام کلاشنکوفوں سے مسلح تھے اور اُن کے ہمراہ دیگر ۱۲ نامعلوم افراد جو کہ رائفلوں اور کلاشنکوفوں سے مسلح تھے اور جن کو سامنے آنے پر شناخت کر سکتا ہوں بھی ویگن اور کاروں سے باہر سڑک پر آگئے۔ شیخ محمد اسلم برادر شیخ محمد اقبال مذکورہ نے برادرم ایثار القاسمی پر کلاشنکوف سے فائر کیا جو برادرم کو لگنے کی بجائے ہماری کار میں لگا۔ جس سے کار کے شیشے ٹوٹ گئے۔ اس کے بعد شیخ محمد اقبال کے لڑکے شیخ ظفر اقبال نے ایثار القاسمی پر کلاشنکوف سے فائر کیا جو کہ برادرم ایثار القاسمی کو کمر کے بائیں طرف لگا جس وجہ سے برادرم گر گئے۔ میں اور باقی ساتھی

Scanned with CamScanner

جان بچانے کے لئے سامنے برآمدے کی طرف دوڑے۔ شیخ محمد اکرم نے
برادرم ایثار القاسمی جو کہ شیخ ظفر اقبال کے فائر سے گر گئے تھے اُن پر دوسرا
فائر کلاشنکوف سے کیا جو کہ خطا گیا۔ جہانگیر عرف بلاّ مذکورہ مسلّح کلاشنکوف
اور دیگر ۱۲ نامعلوم افراد جو کہ رائفلوں اور کلاشنکوفوں سے مسلّح تھے نے
ہم پر فائر کئے لیکن ہم خوش قسمتی سے بچ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس
کے بعد ملزمان بالا ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے ویگن اور کاروں میں بیٹھ
کر بھاگ گئے۔ ایثار القاسمی جو کہ فائرنگ سے شدید زخمی ہو گئے تھے اُن
کو ہم نے اٹھایا اور سول ہسپتال جھنگ صدر لے آئے جنہوں نے زخموں کی
تاب نہ لا کر دم توڑ دیا اور جاں بحق ہو گئے۔ وقوعہ بالا میرے علاوہ مسمیان حافظ
محمد خالد ولد حاجی محمد موسیٰ سکنہ محلہ بڈھے والا، اختر پرویز ولد نذیر احمد سکنہ محلہ سلطان والا
اور محمد حنیف ولد شاہ محمد مذکوران نے بچشم خود دیکھا۔ ملزمان شیخ محمد اسلم، شیخ محمد اکرم
شیخ ظفر اقبال، شیخ جہانگیر عرف بلاّ اور دیگر ۱۲ افراد نے ہم صلاح و ہم مشورہ ہو کر
برادرم ایثار القاسمی کو شیخ محمد اقبال امیدوار ایم پی اے کی ایماء پر قتل کیا ہے کیونکہ
کیونکہ گذشتہ الیکشن اکتوبر ۱۹۹۰ء میں برادرم نے شیخ محمد اقبال کو ذلت آمیز شکست
دی تھی۔ اور آج کے الیکشن میں برادرم نے شیخ محمد اقبال کے مقابلہ میں
اقبال حسین کو نامزد کیا تھا جس کی کامیابی کے واضح امکانات تھے اس لئے
شیخ محمد اقبال نے مذکورہ بالا ملزمان سے برادرم ایثار القاسمی کو قتل کرایا ہے۔
نیز برادرم کے قتل میں ساجد علی نقوی صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان
کا بھی ہاتھ ہے کیونکہ برادرم سیاسی لیڈر ہونے کے علاوہ ایک مذہبی رہنما
بھی تھے اور اکثر و بیشتر اپنی تقاریر میں صحابہ کرامؓ کا دفاع کرتے ہوئے
شیعہ مذہب پر سخت تنقید کیا کرتے تھے جس کا ساجد علی نقوی مذکورہ
اور اس کی جماعت کو سخت دکھ رہتا تھا۔ ۱/۱۱ روز قبل ساجد علی نقوی جھنگ

آیا تھا اور اس نے شیخ محمد اقبال کی حمایت کا اعلان بھی کیا تھا۔ برادرم ایثار القاسمی کو ملزمان بالا نے ناحق قتل کرکے ظلم کیا ہے۔ فوری کارروائی عمل میں لائی جاوے۔

العبد ۱۰/۱/۹۱

رانا محمد اکرم ولد حاجی عبد المجید قوم راجپوت سکنہ یٰسین ٹاؤن غازی روڈ لاہور

رانا محمد اکرم کارروائی پولیس

مقدمۂ قتل کی تفصیلات

از

جناب محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ مرکزی قانونی مشیر سپاہ صحابہؓ پاکستان

۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو امیر عزیمت مولنٰا حق نواز جھنگوی ایرانی سازش کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر گئے تھے تو قوم ایک عظیم صدمے سے دوچار ہونے کے علاوہ بہت بڑے امتحان میں مبتلا ہو گئی۔ مولنٰا ایثار القاسمی شہیدؒ نے جن نامساعد حالات میں مولنٰا حق نواز کے منبر و محراب کی رونقوں کو بحال کیا اور جس جرأت و بہادری اور دلیری سے قوم کو سہارا دیا۔ یقیناً جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قومی اسمبلی کا ممبر بنا کر اسمبلی میں پہنچا دیا تو وہاں جا کر آپ نے اپنی پہلی اور آخری تقریر کی تو اس سے

یقیناً مولنا حق نواز شہیدؒ کی روح کو مسرت ہوئی ہوگی۔ کیونکہ مولنا شہیدؒ کی یہ خواہش تھی کہ وہ اسمبلی کے اندر اصحابِ رسولؐ کی عظمت کا پھریرا بلند کریں۔

قاسمی شہیدؒ نے اسمبلی کے اندر جو خطاب کیا تھا اس سے ایران کے ایوانوں کے کنگرے ہل گئے تھے۔ چنانچہ ایرانی سازش کا شکار ہو کر آپ مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۹۱ء کو جامِ شہادت نوش کر گئے۔

مولنا کو قتل کرنے والوں میں دوسرے افراد کے علاوہ سابق ایم پی اے شیخ محمد اقبال بھی ملوث تھا۔ چنانچہ ساجد نقوی صدر تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ پاکستان اور شیخ محمد اقبال سمیت ۔ افراد کے خلاف مقدمہ درج ہوا جس میں ساجد نقوی کے علاوہ باقی تمام ملزمان گرفتار ہوئے۔ تقریباً ایک ماہ تک مقدمہ کا چالان مکمل کر کے خصوصی عدالت برائے انسدادِ دہشت گردی فیصل آباد بھیج دیا گیا۔

کیس کے مدعی مولنا ایثار القاسمی شہیدؒ کے بھائی رانا محمد اکرم تھے۔ سپاہِ صحابہؓ کی طرف سے چوہدری محمد صدیق کسانہ ایڈووکیٹ (فیصل آباد) چوہدری محمد قاسم ایڈووکیٹ (فیصل آباد) اور جناب محمد سلیم بٹ صاحب ایڈووکیٹ مرکزی قانونی مشیر سپاہِ صحابہؓ پاکستان نے مقدمہ کی پیروی کے فرائض سرانجام دیئے۔ کیس میاں نصرت اللہ صاحب جج آف خصوصی عدالت برائے انسدادِ دہشت گردی نے سماعت کیا۔ تقریباً ۲ ماہ تک فیصل آباد میں زیرِ سماعت رہنے کے بعد مقدمہ خصوصی عدالت برائے انسدادِ دہشت گردی سرگودھا منتقل ہو گیا جہاں خصوصی عدالت کے جج چوہدری احسان الحق نے سماعت کرنی تھی لیکن کیس سماعت شروع ہونے سے قبل ہی ہائی کورٹ کے جج چوہدری محمد سرور کی عدالت میں لاہور منتقل کر دیا گیا۔

لاہور ہیں کیس کے منتقل ہوتے ہی شہیدؒ کے تمام بھائیوں بشمول مدّعی مقدمہ رانا محمد اکرم نے ملزمان کے ساتھ آنکھیں ملالیں اور قائدین سپاہِ صحابہؓ کے مشوروں کے متضاد رویّہ اپنا لیا۔ جس پر قائدین کو بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ انہوں نے قاسمی شہیدؒ کے بھائیوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن بھائی برادرانِ یوسفؑ کا کردار ادا کرنے پر بضد تھے بالآخر وہی ہوا جس کا دھڑکا تھا کہ اپنے ہی بھائیوں نے خونخوار قاتلوں کے ساتھ کیس راضی نامہ کر دیا اور قائدین سپاہِ صحابہؓ کی شدید مخالفت کے باوجود ملزمان سے صلح کرلی اور انہیں معاف کر دیا۔ یوں قاسمی شہیدؒ کا خون اپنوں ہی کے ہاتھوں جور و جفا کے ریگستانوں میں جذب ہوگیا۔

انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون ط

برادرانِ یوسفؑ ۔ برادرانِ ایثارؒ

" حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی تھے۔ اُن کے بھائیوں کا اُن کے ساتھ "حُسنِ سلوک" قرآن مجید کے مقدس صفحات پر آج بھی" جلی حروف " کے ساتھ موجود ہے اور تا قیامت، کروڑوں بلکہ اربوں انسان برادرانِ یوسفؑ کے کردار پر اظہارِ تأسف کرتے چلے جائیں گے ۔ یہ وہی بھائی تھے جنہوں نے اللہ کے نبیؑ کو کنویں میں جا پھینکا ۔ اُن کے کُرتے پر بکری کا خون مل کر اپنے بزرگ باپ حضرت یعقوبؑ (جو کہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر تھے) کے ہاتھوں میں جا تھمایا، اور الزام بے چارے بھیڑیے کو دیا۔ اللہ پاک " علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ " ذات ہے جس نے حضرت یوسفؑ کو کنویں کی گہرائیوں اور پستیوں سے نکال کر انہیں اتنی عزت بخشی کہ مصر کا "وزیرِ خزانہ" بنا ڈالا اور اُنہی بھائیوں کو سالہا سال بعد اُسی مظلوم کے

دَرِ دولت پر جھکنے پر مجبور کردیا۔ سبحان اللہ!

تاریخِ عالم اُٹھاکر دیکھیئے جس کسی عظیم شخصیت کے ساتھ بھائیوں نے ایسا ہاتھ کیا۔ دنیا نے فوراً برادرانِ یوسف کے تذکرے دہرائے۔

مولنا ایثار القاسمی شہیدؒ کے بھائی بھی برادرانِ یوسفؑ کے ہم خیال تھے۔ بچپن سے لے کر شہادت تک قاسمی شہیدؒ کو مختلف کیفیات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا قاسمی شہیدؒ کے گھر کی تقریباً ساری فضا آپ کی مخالف تھی۔ لیکن آپ اللہ کے بھروسے پر اپنی منزل کے راستے پر ثابت قدمی سے گامزن رہے۔ تعلیم کے دوران کبھی بھائیوں نے آپ کی خبر نہیں لی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جب آپ نے عملی زندگی کا آغاز اوکاڑہ میں خطابت سے کیا تو بھی یہی صورتِ حال تھی۔ البتہ گڑھ مہاراجا میں رہائش کے دوران برادران کبھی کبھی تشریف لاتے تھے۔ چونکہ گڑھ مہاراجا کے قریب ہی حضرت سلطان باہوؒ کا مزار ہے۔ تو برادران کا اکثر وقت دربار پر گزرتا تھا اور جب وہاں کی عملیات وغیرہ سے تھک جاتے تو بھائی کا گھر قریب ہوتا تھا۔

امیرِ عزیمتؒ کی شہادت کے بعد جب سپاہِ صحابہؓ نے آپ کو انتخابات میں اُمیدوار کی حیثیت سے نامزد کیا اور بھائیوں کو عوام کا بے پناہ طوفان "اسمبلی میں لازمی ۔ قاسمی" کے نعرے لگاتا ہوا نظر آیا۔ تو سب کے سب آ دھمکے۔ یہ بھی بڑا عجیب دُور تھا۔ ایسے ایسے لوگ قریبی رشتہ دار بن کر سامنے آئے کہ خود قاسمی شہیدؒ حیران ہوتے تھے کہ پہلے یہ رشتہ داریاں کہاں چھپی رہی تھیں۔ ہر کسی کو معلوم تھا کہ قاسمی صاحب ایم این اے بننے والے ہیں تو گویا رشتہ داروں کے لئے چہروں کی نمائش کا یہ بہترین موقع تھا۔

جب آپ ایم این اے بن گئے تو سب رشتہ دار آپ کو پہچان چکے تھے۔ ایک بار رانا پھول محمد مرحوم سابق ایم پی اے نے قاسمی صاحب کو یہ بتاکر حیران کردیا کہ حضرت

میں بھی آپکا رشتہ دار ہوں۔ قاسمی شہیدؒ غصہ ضبط نہ کر سکے اور کہنے لگے رانا صاحب جب میں مسجد کا مُلاّ تھا اُس وقت تو کبھی آپنے رشتہ داری نہیں جتلائی تھی۔ اب کہاں سے رشتہ داری نکل آئی ہے۔

قاسمی صاحب کی شہادت کے بعد بھائیوں نے جماعت کی پالیسی کے خلاف جب قاتلوں سے صلح کرلی تو ساری جماعت بے چین تھی۔ واللہ اعلم کہ صلح کا معاوضہ وصول کیا یا نہیں۔ اب یہاں پر ایک مزے کی بات سنتے جائیں۔ مورخہ ۲جنوری ۹۲ بروز جمعرات کو راقم قاسمی شہیدؒ کے ایک بھائی سے ملاقات کی غرض سے ماڈل ٹاؤن لاہور میں اُن کے مکان پر حاضر ہوا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ قاسمیؒ شہید کی ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوجائیں گی۔ میں اس مقصد میں بُری طرح ناکام رہا لیکن برادر اثیار کے اظہار خیال سے مجھے بہت کچھ سمجھنے کا موقعہ ضرور مل گیا۔ "برادر اثیار" میرے سوالات کے جوابات گول کرتے کرتے جب اُکتا گئے تو دینی مدارس کی اندرونی "کیفیات" کو "طشت از بام" کرنے پر اُتر آئے۔ اُن کا مقصد میرا موضوع تبدیل کرنا تھا۔ میں خاموشی سے سنتا رہا اور ہلکے پھلکے انداز میں انہیں جواب دیتا رہا۔

موصوف تھوڑی دیر بعد سپاہِ صحابہؓ کی تازہ ترین صورت حال پر تبصرہ فرمارہے تھے۔ "کہنے لگے "سپاہِ صحابہؓ کے موجودہ قائد علاّمہ فاروقی صاحب سے ہمیں شدید تکلیف پہنچی ہے۔" وجہ یہ بتائی کہ انہوں نے کراچی کے کسی رسالے یا اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ قاسمی صاحب کے بھائیوں نے قاسمی شہیدؒ کے خون کا سودا ۳۵ لاکھ روپے یا اس سے کم و بیش رقم پر کیا ہے۔ یہ انتہائی غلط الزام ہے اور ہم نے کچھ وصول نہیں کیا۔ فاروقی صاحب کو ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا۔

اس پر میں نے سوال کیا کہ صاحب چلو آپ ہی ہمیں حقیقت حال سے آگاہ کر

دیں کہ آپ نے قاتلوں سے صلح کیوں کی؟
جواب دیتے ہوئے فرمانے لگے۔

"ساجد صاحب! اصل وجہ صرف یہ ہے کہ شیخ اقبال کے گھر کی مستورات اور چھوٹے چھوٹے بچے کئی بار روتے پیٹتے ہمارے پاس آئے۔ اور دہائیاں دے دے کر اور پاؤں پکڑ پکڑ کر کہا کہ آپ ہمیں معاف کر دیں نہیں تو ہمارے آدمی پھٹے لگ جائیں گے، نیز یہ کہ آپ جھنگ میں آئیں ہم آپ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں گے"۔

میں یہ سن کر ذرا چونک سا گیا اور پوزیشن درست کرتے ہوئے سیدھا ہو بیٹھا اور پوچھا پھر کیا ہوا؟ موصوف کہنے لگے۔

"ہونا کیا تھا؟ ہم نے معاف کر دیا۔ قاتل رہا ہو گئے۔ پھر ہم جھنگ گئے۔ تو ہمیں کسی نے پوچھا ہی نہیں"۔

(لیجئے معاملہ صاف ہے۔ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لئے)

ہمیں کسی نے پوچھا ہی نہیں کا مطلب یہ ہے کہ "برادرانِ ایثار" ضلع جھنگ کے قومی حلقہ ۶۸ اور صوبائی حلقہ کے ضمنی انتخابات منعقدہ ۴ اپریل ۹۲ء کے موقع پر جرنیلِ سپاہِ صحابہؓ جانشینِ ایثارؒ حضرت مولانا محمد اعظم طارق مدظلہ کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کے لئے جھنگ تشریف لے گئے تھے۔ "قاسمی صاحب" کے نام سے شہر میں وال چاکنگ بھی کرائی تھی۔ سوچا تھا کہ "ہر قسم کے تعاون کا وعدہ پورا ہوگا"۔ لیکن مایوسی نے گھیرا تنگ کیا تو یہ کہتے ہوئے گھر کو لوٹے کہ
"ہمیں کسی نے پوچھا ہی نہیں"۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

قاسمی شہیدؒ کی اہلیہ کا کردار

قاسمی شہیدؒ کی رفیقۂ حیات محترمہ نصرت اختیار کا کردار قابلِ صد تحسین ہے کہ انہوں نے شادی کے صرف ۲ سال بعد بیوہ ہو جانے کے باوجود بھی تمام مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اپنے قول و فعل سے کبھی جماعت کو ہرگز نقصان نہیں پہنچایا۔ جماعتی مفادات کے مقابلے میں ذاتی مفادات کو کبھی ترجیح نہیں دی۔ قاسمی شہیدؒ کے مشن کی ہمیشہ بھرپور حمایت کی۔

مارچ ۹۲ء میں جب مولانا محمد اعظم طارق جھنگ کے قومی حلقہ سے الیکشن لڑ رہے تھے قاسمی شہیدؒ کے بھائی مولانا موصوف کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کے لئے آ گئے تھے لیکن آپ کی اہلیہ نے پھر بھی کوئی جذباتی فیصلہ کرنے کی بجائے انتہائی محتاط رویہ اختیار کیا اور وقتاً فوقتاً قاسمی شہیدؒ کے مشن سے وابستگی کے اظہار کے لئے نہ صرف یہ کہ اخباری بیانات جاری کئے بلکہ جھنگ تشریف لے جا کر خواتین کی ذہن سازی کی اور قاسمی شہیدؒ کے مشن کی تکمیل کے لئے مولانا محمد اعظم طارق کی کامیابی کی اہمیت واضح کی۔

قاسمی شہیدؒ کے نسبتی برادران نے بھی ہر معاملے میں جماعت کا ساتھ دیا۔ اس وقت بھی انہوں نے اپنی تحصیل دیپال پور میں جماعتی کام سنبھالا ہوا ہے اور بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

Scanned with CamScanner

دسواں باب

- قاسمی شہیدؒ ــــ بحیثیت سیاستدان
- عوامی، سیاسی اور سماجی خدمات، عکسِ تحریر
- خطابِ قومی اسمبلی
- انٹرویوز
- بیرون ممالک کے دورے

قائدِ شہید ہر حال میں مذہب پسند انسان تھے، بلکہ یوں کہہ لیجئے
کہ مذہب آپ کی نفسیات کا جزو بن چکا تھا۔ ملتِ
اصحابِ رسولؐ کا مقدس مشن ہی آپ کی زندگی
کا منشور تھا، ہزاروں دکھ اٹھا کر بھی آپ نے
اصحابِ رسول کے دشمن سے صلح نہیں کی۔
آپ میدانِ سیاست میں وارد ہوئے تو حالات کا
تقاضا یہ تھا کہ آپ اپنے موقف میں لچک اور لہجے میں
نرمی پیدا کرتے، اور تاویلات کا سہارا لے کر شکر میں
زہر گھول کر نظریات کے حلق میں اتار دیتے۔
لیکن قدرت نے آپ کو قلندرانہ اداؤں سے سرفراز فرمایا تھا
اور بقولِ شاعر

حالات کے قدموں پہ قلندر نہیں جھکتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمیں پر نہیں گرتا

اگرچہ آپ کے راستے میں بے شمار پریشانیاں آئیں لیکن آپ نے
انہیں سینے سے لگایا۔ مصائب اور آلام کو خندہ پیشانی سے قبول
کیا، کارکنوں کے جنازے اٹھا لیے، تشدد سہے اور فرقہ بندی کے
طعنے سنے لیکن اپنے مشن سے ہرگز بے وفائی نہیں
کی اور اپنے اکابرین و اسلاف کے نام پر کبھی بٹہ نہیں لگایا۔

Scanned with CamScanner

سیاست دراصل دین کا جزو ہے لیکن موجودہ دَور کے اوباشوں کے ہتھے چڑھ کر گوہرِ عصمت سے محروم ہوگئی ہے۔ مُلکِ عزیز کی سیاست تو اِس حد تک بدنام ہوئی ہے کہ اوّل تو کوئی شریف آدمی اِسے اپنانے کا تصوّر ہی نہیں کرتا، اوراگر کربھی لے تو بہت جلد سفید کپڑوں پہ داغ لگا بیٹھتا ہے۔ اِس میدان میں آکر بڑے بڑے معززین اور شرفا ربلیک میل ہوچکے ہیں۔ فی الواقع اہلِ علم ودین چاہتے ہوئے بھی اِس پُرخار وادی میں قدم رنجہ ہونے سے ہچکچاتے ہیں۔

لیکن یہ مقامِ فکر ہے کہ اگر یہی صورتِ حال برقرار رہے تو مظلوم کو ظالم کے پنجوں سے چھٹکارہ دلانے کا احساس تک مردہ ہوجاتا ہے۔ اِسلام پسند اور خدا پرست انسان کبھی بھی انسانیت کو کسمپرسی کی حالت میں دیکھ کر چین کی نیند نہیں سوسکتا۔ ایک ایسا نظریاتی شخص جو سلامتیٔ فکر کا مالک بھی ہو۔ انسانیت کی عزّت وشرافت کو انسان نما حیوانوں کے ہاتھوں پامال ہوتے دیکھ کر یقیناً جان جوکھوں میں ڈال کر آتشِ نمرود میں بھی کود پڑتا ہے۔

کچھ یہی حالت ماضی قریب میں عالمِ اسلام کے بے سروسامان جرنیل مولٰنا حق نواز شہید کی ہوگئی تھی۔ آنے والا مؤرخ اِس حقیقت کو نظرانداز کرکے کبھی اپنے ضمیر کو مطمئن نہیں رکھ سکے گا کہ کوتاہ قامت مگر بلند عظمت حق نواز نے جھنگ کے عوام کے لئے خصوصاً اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے عموماً جو ذہنی، فکری، اصولی اور نظریاتی سرمایہ وقف کیا وہ تو قابلِ قدر ہے ہی۔ مگر عزم وہمت کے اُس ناقابلِ تسخیر پہاڑ نے شب وروز کی اَن تھک جدوجہد

Scanned with CamScanner

کر کے مظلوم مسلمانوں کو انسانیت کے لبادے میں چھپے ہوئے خونخوار درندوں
کے دست ہائے جفاکار سے رہائی دلوانے کی جو سعی کی، وہ ایک سنہری باب
ہے۔ جس کا اختتام ظالم، سفاک اور بد فطرت انسانوں کی گولیوں کی بوچھاڑ
اور مظلوم کے سینے سے بہہ کر دھرتی پہ جم جانے والے گرم خون کی
دھاروں پر ہوتا ہے۔ شہید حق نواز نے ایک طرف ان جاگیرداروں سے
ٹکر لی تھی جن کے شب و روز انسانیت کی تذلیل و توہین میں بسر ہوتے
تھے۔ جن لوگوں نے انسانی عزت و وقار کا تمام تر سرمایہ غصب کر رکھا
تھا جو غریبوں کی خوش شکل رنگ دوشیزاؤں کو نفس کی غذا اور بستر کا کھلونا
سمجھتے تھے۔ اپنے مخالفین کو ناحق قتل کرنا جن کا محبوب مشغلہ تھا۔
دوسری طرف اُن کی جنگ ان عاقبت نا اندیش لوگوں سے تھی جو
مذہب کے نام پر بے حیائی اور بدطینتی کا چلتا پھرتا اشتہار یا ذریعہ ابلاغ
تھے۔ جن کے مذہب میں جھوٹ بولنا باعثِ ثواب، گالی بکنا باعثِ ثواب
عورتوں کی شرمگاہی باعثِ ثواب، عصمتوں کی پامالی باعثِ ثواب۔
خدا کی طرف جھوٹ اور بھول چوک کو منسوب کرنا باعثِ ثواب، قرآن کو
شرابیوں کی کتاب اور محرف ماننا جن کا دین! رسولؐ کے بعد بارہ شخصیات کو
رسولؐ سے زیادہ مرتبہ کی مالک جاننا جن کا دین! رسولؐ کے جاں نثاروں کو
غدار، منافق اور کافر کہنا جن کا دین! دینی احکامات کی اپنی مرضی کے مطابق
شکل مسخ کرنا جن ظالموں کا دین ——!

مولانا حق نواز شہیدؒ ان ظالموں سے لڑے اور نہایت بے جگری سے لڑے
نتیجہ یہ نکلا کہ سر پہ تاجِ شہادت سجا کر حورانِ خلد کے مہمان بن گئے۔ لیکن
اپنے پیچھے ان لوگوں کے لئے ایک ایسا محاذ چھوڑ گئے جس پر تازہ دم حریت پسندوں

یہاں لشکر ثابت قدمی سے سماجی لیڈروں، سیاسی گرگوں اور مذہبی گویتوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔

جھنگوی شہیدؒ کے بعد قاسمی شہیدؒ بھی اِسی لشکر کے سرخیل تھے اِنتہائی مخلص اور بے خوف نوجوان۔ قاسمی شہیدؒ انتہائی مختصر عرصہ میں مظلوموں کے دِلوں میں گھر کر گئے تھے۔ میدانِ مذہب ہو یا سیاست کی وادیٔ پُرخار! قاسمی شہیدؒ ملک و ملّت کے ان دشمنوں کا کامیاب تعاقب کر رہے تھے۔ اصول پسند قاسمی شہیدؒ بہرحال خُدا پرست انسان تھے۔ مذہب آپ کے رگ رگ ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ مدحِ اصحابؓ رسولؐ کا مقدس مشن ہی آپ کی زندگی کا منشور تھا۔ ہزاروں دُکھ اٹھا کر بھی آپؒ نے اصحابؓ رسولؐ کے دشمن اور اسلام کے باغی سے صلح نہیں کی۔ آپ میدانِ سیاست میں وارد ہوئے تو حالات کا تقاضا یہ تھا کہ آپ اپنے موقف میں لچک اور لہجے میں نرمی پیدا کرتے اور تاویلات کا سہارا لے کر شہد میں زہر گھول کر نظریات کے حلق میں انڈیل دیتے۔ لیکن قدرت نے آپ کو قلندرانہ اداؤں سے نوازا تھا اور بقولِ شاعر؎

حالات کے قدموں پہ قلندر نہیں جھکتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمیں پر نہیں گرتا

اگرچہ آپ کے راستے میں بے شمار پریشانیاں آئیں لیکن آپ نے انہیں سینے سے لگایا۔ مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ کارکنوں کے جنازے اُٹھا لئے۔ تشدّد پرستی اور فرقہ بندی کے لغو اور بے بنیاد طعنے سہہ لئے، لیکن اپنے مشن سے ہرگز بے وفائی نہیں کی! اور اپنے اکابرین و اسلاف کے نام پر کبھی بٹہ نہیں لگایا۔

خدمت عوام

Scanned with CamScanner

"عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ خصوصاً آج کے دور میں انسان
ایم این اے بننے کے بعد انسانی صفات سے محروم ہو
جاتا ہے۔ "خدمتِ عوام" کا نعرہ بھول کر اپنی تجوریاں
بھرنے لگ جاتا ہے۔ اقتدار کے نشہ میں بدمست
ہو کر مردم آزاری کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اور خلقِ
خدا کو زبان اور ہاتھ سے تنگ کرنے کا کوئی
موقع ضائع نہیں ہونے دیتا۔
بہت کم انسان ایسے ہیں۔ جو ایم این اے بننے
کے بعد بھی انسان رہتے ہیں ان کی سب
سے بڑی صفت "خدا خوفی" ہوتی ہے۔
خلقِ خدا کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر اُن کے
دل کا سکون غارت ہو جاتا ہے وہ اقتدار کو امتحان
سمجھتے ہیں خدمتِ عوام اُن کا مشغلہ اور اشاعتِ اسلام
اُن کا مشن ہوتا ہے اور وہ اپنی تمام تر توانائیاں
اپنے عوام کی خدمت میں صرف کر دیتے ہیں
قاسمی شہیدؒ انہی لوگوں میں سے ایک تھے!"

انتخابات میں کامیابی کے بعد جھنگ میں آپ کی زندگی بے پناہ مصروف تھی۔ جھنگ کے سابقہ نام نہاد قومی نمائندے جو انتخابات کے دوران گدھے کو بھی باپ کہنے کے قائل تھے، کامیابی کے بعد کبھی عوام کے قریب نہیں بھٹکتے تھے۔ غریب ووٹر سارا سارا دن ان بدباطن جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی کوٹھیوں کے گرد طواف میں مصروف رہتے۔ مگر نواب اور شیخ صاحبان کی زیارت نصیب نہ ہوتی تھی۔ ان لوگوں سے ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اگر کوئی خوش نصیب ان ہمدردانِ قوم کے پاس پہنچ جانے میں کامیاب ہو بھی جاتا، تو اس کو آرام میں خلل ڈالنے کی سزا کے طور پر بدزبانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کام پھر بھی نہ ہوتا۔

عجیب صورتِ حال تھی۔ وڈیروں اور سیاسی جغادروں نے سادہ لوح عوام کو اس قدر مرعوب کر رکھا تھا کہ لوگ ووٹ تو انہیں دیا کرتے تھے اور تھانے کچہری کا کام مولانا حق نواز جھنگوی رح سے کرایا کرتے تھے۔ مولانا جھنگوی شہید رح نے عوامی مسائل کے حل اور دینی و سماجی خدمات سے مظلوم عوام کی سوچ کا دھارا بدل دیا تھا۔ اب جب کہ ان کی جماعت کے جرنیلِ اوّل اور اُن کے دست و بازو مولانا ایثار القاسمی ایم این اے بن چکے تھے تو سارا سارا دن ہجوم غریباں بر درِ درویش کا سا معاملہ رہتا تھا۔ جھنگ کے مظلوم عوام نے پہلی بار ایک ایم این اے کے دروازے اپنے لئے کھلے ہوئے پائے۔

انہیں پہلی بار ایسے ایم این اے سے واسطہ پڑا جو انہیں جھک کر ملتا، اُن کی عزت و تکریم میں کوئی فرق نہ اٹھا رکھتا۔ ان کے مسائل توجہ سے

Scanned with CamScanner

سننا اور دن رات کا فرق کئے بغیر انہیں نمٹانے کے لئے بے تکلف تھانے اور کچہریوں کے چکر لگاتا۔

اب آپ کو قاسمی شہیدؒ کی زندگی کے آخری ڈھائی ماہ میں بحیثیت ایم این اے عوامی خدمات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

گرانٹ کی تقسیم

قاسمی شہید نے بحیثیت ایم این اے اپنے ڈھائی ماہ کے دور میں اپنے حلقۂ انتخاب میں جو ترقیاتی کام کروائے وہ ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں آپ نے مختلف علاقوں میں ۷۵ لاکھ روپے کی گرانٹ تقسیم کی تھی، پورا ریکارڈ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ قاسمی شہیدؒ کے پرسنل سیکرٹری جناب عبدالرحمٰن بٹ نے مندرجہ ذیل مقامات پر ترقیاتی کاموں میں خرچ ہونے والی رقوم سے آگاہ کیا۔

نمبر شمار	تفصیل	رقم
۱	چناب کالج	۲-۰۰ لاکھ روپے
۲	منصور سیال بھکر روڈ	۷-۰۰ " "
۳	چک نمبر ۱۴۱	۷-۰۰ " "
۴	جلال پور موضع گھگھڑانہ	۳-۵۰ " "
۵	چک نمبر ۲۴۵ پرائمری سکول	۷۰-۰۰ ہزار "
۶	پرائمری سکول بستی انوریہ	۷۰-۰۰ " "

نمبر شمار	تفصیل	رقم
۷	پرائمری سکول چک نمبر ۲۷۰ پل ارائیاں	۷۰ ہزار روپے
۸	پختہ سڑک جھنگوی بازار	۳ لاکھ روپے
۹	پختہ سڑک سیٹلائٹ ٹاؤن غزالی کالج	۲ " "
۱۰	گلی جامعہ محمودیہ	۵۰ ہزار "
۱۱	محلہ مختار آباد (سولنگ)	۵۰ " "
۱۲	بستی سٹلائٹ ٹاؤن	۵۰ " "
۱۳	پرائمری سکول جلال آباد	۷۰ " "
۱۴	پختہ سڑک چک ۲۶۳/ج ب حسن شاہ	۷ لاکھ "
۱۵	سولنگ، نالیاں چک نمبر ۲۶۵	۱ " "
۱۶	پختہ سڑک شیخ جوڑ	۳ " "
۱۷	ارکاو میٹر پختہ سڑک مکمل کورائی	۷ " "
۱۸	جھنگ سٹی	۱۰ " "
۱۹	بستی دیوان والی پرانا اڈہ چنیوٹ روڈ	۵۰ ہزار "
۲۰	ایوب چوک سرگودھا روڈ	۵۰ " "
۲۱	احرار پارک محلہ حق نواز شہید رح	۱ لاکھ "
۲۲	سولنگ نالیاں کوٹ خیرا	۲۵ ہزار "
۲۳	بستی کمیانی موضع کوٹ خیرا	۵۰ " "
۲۴	چک ۲۷۰/ج ب چشتی وال	۲ لاکھ "
۲۵	چک ۲۶۸/ج ب کھوکھر والا	۲ " "

بجلی کی فراہمی

مندرجہ ذیل علاقوں میں قاسمی شہیدؒ نے بحیثیت ایم این اے جھنگ بجلی فراہم کی۔

۱۔ چک نمبر ۴۵۰
۲۔ " " ۴۵۱
۳۔ بستی کمیانی، موضع گلمالہ
۴۔ بلی حبیب، سرگودھا روڈ
۵۔ دین پور موضع ماچھی سلطان
۶۔ بستی کمیانی داخلی، موضع شاہ شکور
۷۔ چک نمبر ۴۵۱، ۵ مرلہ سکیم، شیخ وسلیم زرعی ماڈل فارم
۸۔ " " ۴۴۸، ۷ مرلہ سکیم
۹۔ " " ۲۷۰، پُل ارائیاں

ملازمتوں کی فراہمی

آپ نے اپنے ڈھائی ماہ کے دور میں بحیثیت ایم این اے مختلف محکمہ جات میں مندرجہ ذیل پوسٹوں پر جن افراد کو ملازمتیں فراہم کیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ پراسیکیوٹر انسپکٹر ۱ آسامی
۲۔ بی ایڈ ٹیچر ۱ "
۳۔ بی ایڈ لیڈی ٹیچرز ۲ "

۴۔ پی ٹی سی ٹیچرز ۔۔۔ ۱۱ آسامی

۵۔ پولیس ملازمین ۔۔۔ ۹ ،، ،،

۶۔ بیلدار، نائب قاصد اور چوکیدار وغیرہ ۔۔۔ ۵ ،، ،،

قاسمی شہیدؒ کی عوامی خدمات کی باقی ماندہ معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ کا شہادت سے دو روز قبل خطاب کا مطالعہ کیا جائے۔

جھنگ کی گلیوں میں پہرہ

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب جھنگ سٹی کا علاقہ امیر عزیمت شہیدؒ کی شہادت کے بعد ابتلاء و آزمائش کے دَور سے گزر رہا تھا۔ ہر طرف گولیوں کی تڑ تڑاہٹ اور بے گناہ انسانوں کے خون میں لت پت ہونے کی خبریں عام تھیں۔ جھنگ کے اس غریب الدیار ایم این اے کو سُنتِ فاروقیؓ کے زندہ کرنے کا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ نے جھنگ سٹی کے خطرناک اور خون آشام علاقے میں بنفسِ نفیس پہرہ دینے اور غریب شہریوں کے حالات معلوم کر کے اُن کے مسائل حل کرنے کا پروگرام بنایا جس کی تفصیل آپ باب ۳ میں پڑھ چکے ہیں۔ قاسمی شہیدؒ مسلسل کئی راتوں تک جھنگ شہر کی پُر پیچ گلیوں میں پہرہ دیتے رہے۔ اس دوران کئی ایسے ایمان افروز واقعات پیش آئے جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ ایم این اے صاحب پہرہ دے رہے ہیں۔ تو اُن کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ اس طرح جہاں آپ نے امن وامان کی بحالی کے لئے ناقابلِ فراموش خدمت سر انجام دیں وہاں نام نہاد قومی نمائندوں کے لئے بھی ایک مثال قائم کر دی۔

Scanned with CamScanner

عکس تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یا اللہ مدد

انجمن سپاہ صحابہ (رجسٹرڈ) **پاکستان**

حوالہ نمبر ______ تاریخ 26-11-90

بانی: شہید ناموس صحابہ علامہ حق نواز جھنگوی

شریعت محمدی پر کاربند ہر شخص محمد کی آل ہے جو شریعت محمدی پر کاربند نہیں وہ نوح علیہ السلام کے بیٹے کی طرح آل محمد سے خارج ہے (علامہ حق نواز جھنگوی)

محترمہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر صاحبہ ملتان

السلام علیکم

حامل عریضہ ہذا حاضر خدمت ہیں
شمشاد اختر پی۔ٹی۔سی ٹیچر اور فوزیہ رانی P.T.C ٹیچر
کے تبادلہ ان کے مطلوبہ سکولز میں کر دیویں۔
بڑی نوازش ہوگی۔

والسلام

ایثار القاسمی
Maulana Isar-ul-Qasmi
M.N.A. JHANG
(مولانا) ایثار القاسمی
M.N.A
جھنگ

خطاب
قومی اسمبلی

Scanned with CamScanner

"قاسم شہیدؒ اپنے زندہ و جاوید قائد علامہ حق نواز شہیدؒ کے خوابوں کی تعبیر بن کر ملک کے قومی ایوان میں داخل ہو گئے تھے۔ پورے ایوان کی نظریں قاسم شہیدؒ کے چہرے پر جم گئی تھیں۔ ہر شخص متجسس تھا کہ جھنگ کے نوابوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کرنے والا یہ سب سے کم عمر رکن اسمبلی اپنے مخصوص نظریات کو کس طرح قومی ایوان میں پیش کرتا ہے۔

کچھ لوگ سوچتے تھے کہ یہ منبر و محراب میں بولنا جانتا ہے جہاں ان پڑھ سامعین کی بہتات ہوتی ہے جبکہ یہاں ملک کا "باشعور طبقہ" موجود ہے۔ جس کے سامنے گفتگو کرتے وقت زبان اور وجود کا کنٹرول کرنا پڑتا ہے۔

مولوی کی نا تجربہ کاری اس کے لئے مسئلہ بن جائے گی ہو سکتا ہے قدم ڈگمگا جائیں! ـــــ زبان تھرا جائے یا جذبات کا منہ زور دریا ٹھاٹھیں اور سنجیدگی کو بہا لے جائے لیکن قاسم شہیدؒ نے نہ صرف یہ کہ تمام واہمے غلط ثابت کر دیئے بلکہ ایسی شستہ اور بصیرت افروز تقریر کی کہ بڑے بڑے جغادری ششدر رہ گئے!

"قاسمی شہید علیہ الرحمۃ عراق کے دورہ سے واپسی پر قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ ایوان میں صدر مملکت جناب غلام اسحق خان کی تقریر پر اظہار خیال کیا جا رہا تھا اور اراکین اسمبلی اپنے اپنے انداز میں "لولوئے لالہ" بکھیر رہے تھے۔

مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۰ء کو قاسمی شہیدؒ کو صدر مملکت کی تقریر پر اظہار خیال کا موقع دیا گیا۔ حسب سابق ایوان کی پریس گیلری میں متعدد ملکی اور غیر ملکی نیوز ایجنسیوں کے نمائندے موجود تھے۔ قاسمی صاحب اپنے زندہ و جاوید قائد علامہ حق نواز شہیدؒ کے خوابوں کی تعبیر بن کر ایوان میں پہنچے تھے۔ آپ کو سب سے بڑھ کر اور کم عمر رکن ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ پورے ایوان کی نظریں آپ کے چہرے پر جم گئیں۔ ہر شخص متجسس تھا کہ چہ نگ کے "با دشاہوں" کے غرور کو خاک میں ملانے والا یہ مخصوص نظریات کا حامل مولوی اپنے خیالات کو کس طرح بیان کرتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ منبر و محراب میں عوام کے جذبات پہ جادو چلانا آسان ہوتا ہے۔ ایوان میں ملک کا باشعور طبقہ موجود ہے۔ مولوی صاحب کی ناتجربہ کاری ان کے لئے مسائل پیدا کر دے گی اور جذبات کا منہ زور ریلا متانت اور سنجیدگی کو بہالے جائے گا۔ لیکن قاسمی شہیدؒ نے نہ صرف یہ کہ تمام واہمے غلط ثابت کر دیئے بلکہ ایسی شستہ اور بصیرت افروز تقریر کی کہ بڑے بڑے جغادری ششدر رہ گئے۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے خطبہ مسنونہ تلاوت کرنے کے بعد اپنی پہلی بلاجھجک اور بے دھڑک تقریر میں ہی صدر مملکت کے خطاب پر اظہار خیال کرنے کے علاوہ شریعت بل کے نفاذ کی اہمیت، پیپلز پارٹی کی سابقہ پونے دو سالہ حکومت کی فریب کاریاں، جمہوری اتحاد کی موجودہ حکومت کے فرائض اور بے روزگاری

تدارک جیسے اہم ترین مسائل پر گفت گو کی اور ساتھ ہی ہمسایہ ممالک خصوصاً ایران کی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور صادق گنجی قتل کیس میں پاکستان کے تفتیشی ذرائع پر عدم اعتماد جیسے واقعات پر ایرانی ریشہ دوانیوں کی مذمت کی، اپنے قتل کی سازش کا انکشاف اور موت سے بے خوفی کا اظہار کرنے کے بعد جھنگ کے مظلوم و مقہور عوام کا سارا مقدمہ لاکر حکومت کے سامنے رکھ دیا۔

جھنگ میں سوئی گیس کا مسئلہ، کسانوں کی زمینوں کا مسئلہ اور شہر بھر کے دیگر اہم مسائل نہایت بسط و تفصیل سے بیان کئے۔ جھنگ کے کسی عوامی نمائندے نے کبھی ایسے خوب صورت اور مدلل انداز میں اپنے عوام کے مسائل سے ارباب اقتدار کو آگاہ کر کے انہیں حل کروانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انتخابات کے دوران چوکوں، چوراہوں اور پارکوں میں (جلسوں کے دوران) جھنگ کے عوام کے لئے آسمان سے تارے توڑ لانے کی باتیں تو ہوتی رہتی تھیں لیکن ممبر منتخب ہو جانے کے بعد تمام کے تمام نمائندے اپنے بنگلوں میں مقید ہو جاتے تھے۔ اسمبلی کا ممبر بن جانے کے بعد غریب عوام کا ان پر کوئی حق نہیں رہتا تھا۔ بلکہ تمام کے تمام حقوق ممبر اسمبلی کے نام منتقل ہو جاتے تھے، غریبوں کی عزتیں بھی انہی کے نام اور مال و جان بھی اُنہی کے نام - پھر ان ظالم جاگیرداروں کی عیاشیاں عروج پر پہنچ جاتی تھیں ان کے دن سونے اور راتیں جاگنے لگتی تھیں۔

۱۹۸۸ء میں جب عابدہ حسین ممبر اسمبلی منتخب ہوئی تھیں تو جھنگ کی تاریخ گواہ ہے کہ دن دہاڑے بھرے بازاروں میں عابدہ کے غنڈوں نے کپڑے اتار پھینکے تھے اور ننگا ڈانس کیا تھا اسے تو بداعمالی کہہ لیجئے اور بدعقیدگی کی انتہا دیکھیے کہ عابدہ حسین کے پالتو شیعہ ذاکروں نے علی الاعلان کہا تھا کہ " اگر صدیق رضی اکبر رضی سچے

ہوتے تو مولوی حق نواز کبھی الیکشن نہ ہارتا۔" (العیاذ باللہ)

محترم قارئین اس سے اِن لوگوں کی بد قماشی فطرت کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں
صاف ظاہر ہے کہ یہ بدبخت جاگیردار اگر عوامی مسائل میں دلچسپی لے کر انہیں حل کرا
دیتے تو عوام اُن کے دستِ نگر نہ رہتے؟ اور ظالم کی سب سے بڑی شکست یہی ہوتی
ہے کہ مظلوم اس کی دہشت بُرد سے محفوظ ہو جائے۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جانے
سے مظلوم میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور وہ جاگیرداروں کے ڈیروں پر جانے
سے کتراتا ہے۔ ان تمام نظریات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جھنگ کے جاگیرداروں نے
عوام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنا کر رکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ اسی بنا پر کبھی بھی
عوامی مسائل کی آواز ایوانوں میں بلند نہیں کی گئی تھی۔ اب کے خدا نے جھنگوی شہیدؒ
کے روحانی فرزند کو قوم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی تو آپ نے عوامی مسائل کے حل
کے لئے جو آواز بلند کی اس کی صدائے بازگشت ہمیشہ سنائی دیتی رہے گی۔

اب آپ کی خدمت میں قاسمی شہیدؒ کا مکمل خطاب پیش کیا جاتا ہے۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ
مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ ھُوَ
الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۔ قَالَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَھَرَتِ الْبِدَعُ اَوِ
الْفِتَنُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِیْ فَلْیُظْھِرِ الْعَالِمُ عِلْمَہٗ ۔
صَدَقَ اللّٰہُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔

جنابِ سپیکر سب سے پہلے تو میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا
ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں صدرِ مملکت کی تقریر پر اظہارِ

Scanned with CamScanner

خیال کا موقع فراہم کیا ہے۔

جناب سپیکر صدر مملکت کا خطاب یقیناً اس ایوان کے معزز اراکین کے لیے اور پوری قوم کے لیے نصیحت آمیز تھا اور مجھے اُمید ہے کہ صدر مملکت کے اُس بیان کے مطابق جن باتوں کی طرف اُنہوں نے نشاندھی کی ہے۔ ہمارے ممبران اور ہماری حکومت ترجیحی بنیادوں پر مسائل کی طرف توجہ کرے گی۔ جن کی طرف صدر مملکت نے توجہ دلائی ہے۔ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں بہت ساری باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں سب سے پہلی بات صدر مملکت نے جو بیان فرمائی ہے۔ کہ نئی حکومت ملک کو اسلامی اور فلاحی مملکت بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑے گی۔

جناب سپیکر اسلامی فلاحی مملکت پاکستان کو بنانے کیلئے اس وقت سب سے اہم چیز شریعت بل ہے۔ یہ وہ شریعت بل ہے جس کو سینٹ کے اندر سابقہ دور میں متفقہ طور پر پاس کر دیا گیا۔ اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس شریعت بل کے متعلق بیانات دے کر پوری قوم اور مسلمانوں کے ساتھ مذاق کیا کہ یہ بل قوم کے ہاتھ، کان، ناک کاٹنے کی طرف قوانین کو لے جائے گا۔ جو کہ وحشیانہ قوانین ہیں۔ اور انہیں اس کی سزا اسی الیکشن میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے مل گئی جو کہ بڑی دردناک شکست عوام کی طرف سے انہیں ملی۔

جناب سپیکر یہاں پر ہم پیپلز پارٹی کی حکومت کو یہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے شریعت بل کی مخالفت کی، اور شریعت بل کو متنازعہ بنایا۔ جس کو سینٹ نے متفقہ طور پر پاس کر دیا تھا لیکن

جناب سپیکر وہی شریعت بل جب اَب ہماری حکومت کے سامنے آیا ہے تو میرے خیال میں اس شریعت بل کو سینٹ کے متفقہ طور پر

پاس کیے جانے پر اب اس ایوان کے اندر بھی متفقہ طور پہ پاس کر
دیا جاتا۔ کوئی ضرورت نہیں تھی کہ اس کے لیے کمیٹی بنائی جاتی اسے
کمیٹی کے حوالے کیا جاتا۔ یعنی جس شریعت بل کو ہم نے الیکشن کے
ذریعہ انتخابات کے اندر ایک ایشو کے طور پہ استعمال کیا۔ اور ہیں آپکی
وساطت سے اپنی اس حکومت تک یہ بات پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں کہ
معزز اراکین اور ہماری حکومت یہ مت سمجھے کہ عوام نے ووٹ صنعتی
انقلاب کے نعروں پر دیئے ہیں یا غریب عوام کو پانچ مرلہ۔ سات
مرلہ پلاٹ دینے کے نعروں پر ووٹ ملے ہیں۔ بلکہ عوام نے اسلامی جمہوری
اتحاد کو جو مینڈیٹ دیا ہے اس کی وجہ صرف اور صرف اسلامی نظام ہے
جو کہ اس ملک کا بنیادی نقطہ ہے۔

جناب سپیکر جب شریعت بل سینٹ کے اندر متفقہ طور پہ پاس
دینے کے بعد پیپلز پارٹی نے جب متنازعہ بنایا تو ہم نے اس کے
خلاف آواز اٹھائی اور باقاعدہ اسلامی جمہوری اتحاد کی طرف سے متحدہ
شریعت محاذ قائم کیا گیا اور اس میں جلسے اور جلوسوں کا اہتمام کیا گیا لیکن
جب وہی شریعت بل ہمارے سامنے آیا ہے تو ہماری حکومت کو چاہیئے
صدر مملکت کی تقریر کے مطابق اسی شریعت بل کو من وعن نافذ کیا جائے۔
لہ اسی شریعت بل کو آپ سرکاری بل کا نام دیا جائے یا اس کے اندر ترمیم کیا جا-
جناب سپیکر اسی بل کی مخالفت وہی لوگ کر رہے ہیں جو کہ پیپلز پارٹی
دور میں کر رہے تھے۔ پی ڈی اے کے اندر جو جماعتیں شامل
انہوں نے پہلے شریعت بل کی مخالفت کی تھی۔ اور اب بھی وہی
شریعت بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہماری گورنمنٹ کو قطعی طور پر
محسوس نہیں کرنا چاہیئے کہ اس شریعت بل کو نافذ کرنے سے فرقہ
واریت آئے گی۔

جناب سپیکر اگر یہ شریعت بل آج نافذ ہوتا ہے تو فرقہ واریت آتی ہے۔ تو کل آپ اسی شریعت بل کو نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے کیا اُس وقت ہمارے ذہن میں فرقہ واریت پھیلنے کا خطرہ نہیں تھا۔ یقیناً تمام کی تمام باتیں اُس وقت ذہن میں تھیں۔ لہٰذا میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ یہ شریعت بل متنازعہ نہیں ہے بلکہ یہ شریعت بل متفقہ طور پر سینیٹ کے اندر منظور کیا گیا۔ لہٰذا اس شریعت بل کو من وعن اس ایوان میں لا کر پاس کر کے فوری طور پر نافذ کیا جائے تاکہ صدرِ مملکت کی تقریر کے مطابق ہمارا یہ ملک اسلامی اور فلاحی مملکت کہلا سکے۔

جناب سپیکر دوسری بات صدرِ مملکت نے اپنے خطاب کے اندر یہ بیان فرمایا کہ ہم نے چھ اگست کے بعد پاکستان میں نوّے روز کے اندر اندر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کروا کر عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کو حکومت سونپ دی۔ لیکن ہمارے مخالف حزبِ اختلاف کی طرف سے ہر اُٹھنے والا فرد جو ہے وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ جناب یہ دھاندلی ہوئی ہے تو میرا سوال یہ ہے کہ اگر دھاندلی ہوئی ہے تو جو اراکین یہاں تشریف لائے ہیں۔ یہ کس طرح جیت آئے ہیں اگر دھاندلی ہوتی تو یہ اس ایوان میں تشریف نہ لاتے۔

(پوائنٹ آف آرڈر مہر غلام فرید صاحب ایم این اے)

جناب سپیکر اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو دھاندلی عام ہوئی ہے اُنہوں نے اس سے بڑھ کر دھاندلی کی ہے، بہرحال دھاندلی کا الزام لگا کر ہمارے معزز اراکین نے صدرِ مملکت کے اُس بڑے عہدے کو چیلنج کیا ہے۔ یہ ہمارے موجودہ صدر وہی صدر ہیں۔ جنہوں نے سنہ ۱۹۸۸ء کے اندر انتخابات کروائے تھے۔ اور اسی عدلیہ کی زیرِ نگرانی کروائے تھے۔

کیا اُس وقت انتخابات میں دھاندلی نہیں ہوئی تھی - اس وقت دھاندلی
صرف اس لیے نہیں کہا گیا کہ اس الیکشن کے نتیجے میں حکومت پیپلز پارٹی
کو سونپ دی گئی یقیناً اگر اُس وقت حکومت پاکستان پیپلز پارٹی کی نہ
بنتی تو جناب سپیکر پھر صدر مملکت پر الزام عائد ہوتا کہ جناب انہوں نے
دھاندلی کی ہے - اور صدر پاکستان جو ہیں وہ خود متنازعہ ہو گئے - یعنی
آج اگر صدر مملکت نے اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ جناب میاں
نواز شریف کو پاکستان کے وزیر اعظم کے عہدے کے لیے عوام کے
منتخب کیے ہوئے وزیر اعظم کو حلف اُٹھانے کا موقع دیا ہے - تو یہ
دھاندلی ہوئی ہے اور کل جب انہوں نے بے نظیر بھٹو کو پاکستان کے
وزیر اعظم کے عہدے کے لئے حلف اُٹھانے کا موقع دیا تو یہ اس وقت
دھاندلی نہیں ہوئی - تو میرے خیال میں یہ معزز اراکین ہمارے سربراہِ مملکت
کے اُس بڑے مقدس عہدے کو بھی چیلنج کر رہے ہیں (پوائنٹ آف آرڈر

ہاشمی صاحب ایم این اے)

جناب سپیکر میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہی صدر مملکت یہی عدلیہ
اگر ان کے حق میں فیصلہ دیتی ہے تو وہ صدر صاحب کا عہدہ بھی مقدس
ہے اور عدلیہ نے بھی اپنی ذمہ داریاں ٹھیک نبھائی ہیں اور اگر وہ عوام
کے ان کے خلاف دیئے ہوئے فیصلے کے مطابق عمل درآمد کرتے ہیں
تو جناب سپیکر، صدر مملکت آف پاکستان کے عہدے کو چیلنج کیا جاتا ہے -

جناب سپیکر صدر مملکت نے عین وقت کے تقاضے کے مطابق
خطاب کرتے ہوئے اپنے اس بیان میں یہ فرمایا کہ جو پچھلا ہو چکا ہے اس
کو بھی دیکھا جائے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اُس کو بھی دیکھا جائے
اس بات کو دیکھتے ہوئے میں اپنے ساتھی معزز اراکین کو اپنی بیس ماہ
کے کیے ہوئے نامہ اعمال پہ نظر دھرانی چاہیئے تھی - کہ کیا وجہ ہے کہ

بیس ماہ پہلے وہی صدر - وہی عدلیہ، وہی عوام ان کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں اور بیس ماہ کے بعد عوام بھی انہیں مسترد کرتی ہے - اور عوام کے مسترد کرنے کی وجہ سے عدلیہ کی زیر نگرانی آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے نتیجے میں صدر مملکت آف پاکستان نے جو میاں نواز شریف صاحب کو وزیراعظم کے عہدے کے لیے حلف اُٹھانے کا موقع دیا تو اس کا یہ حضرات اعتراض کرتے ہیں - انہیں اپنے بیس ماہ کی اُن نامہ اعمالیوں پر غور کرنا چاہیئے -

یقیناً میں اس حق میں نہیں ہوں کہ جو لوگوں کو نوکریاں دی گئیں ہیں۔ اُن کو نوکریوں سے ہٹا دیا جائے لیکن جناب سپیکر یہ بھی کہاں کا انصاف ہے کہ ایک آدمی واقعتاً پڑھا لکھا ہے اور وہ میرٹ پر ہے اُسے تو رد کر دیا جاتا ہے اور جو آدمی صرف پیپلز پارٹی کا جیالا کہلواتا ہے اسے اتنا بڑا عہدہ پر لگا دیا جائے - یقیناً ایسے جیالوں کو جو کسی ملازمت کے اہل نہیں تھے - انہیں علیحدہ کیا جانا چاہیئے اور جو میرٹ پر ہیں وہ خواہ کسی بھی پارٹی سے ہوں اُن کا حق ہے کہ وہ اس عہدہ پر کام کریں -

جناب سپیکر تیسری بات صدر مملکت نے اپنے خطاب میں نئی حکومت کی توجہ اس طرف دلائی ہے کہ ہمیں خود انحصاری پیدا کرنی چاہیئے - اس لیے کہ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے -

ہمارے پاس محنتی عوام ہیں - قدرتی وسائل ہمارے پاس موجود ہیں - زرعی زمین ہمارے پاس موجود ہے - ہمارے پاس محنتی عوام محنتی کسان موجود ہیں -

جناب سپیکر میں محنتی عوام میں سب سے زیادہ وورٹ محنتی عوام تصور کرتا ہوں وہ ان غریب کاشتکاروں کو تصور کرتا ہوں جو کاشتکار صبح و شام دن رات محنت کر کے پوری قوم کے لئے اناج

مہیا کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے اندر اُن کے لیے کوئی خاص اقدامات نہیں کیے گئے۔ جن اقدامات کی بنیاد پر وہ اپنی زندگی جو ہے وہ آرام اور آسائش کے ساتھ گذار سکے۔

جناب سپیکر یہاں ہم بے روزگاری کی بات کرتے ہیں۔ وہاں پر میرے خیال میں بیروزگاری بننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسان جو اپنی دو چار پانچ دس ایکڑ پہ محنت کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے اُس کو اب اس کھیت سے اتنا اناج یا اتنی کمائی میسر نہیں ہے کہ اُس کے ساتھ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا گذر کر سکے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو اجناس کی قیمتیں ہیں وہ بہت ہی کم ہیں۔ اور کھاد اور بیجوں کی جو قیمتیں ہیں وہ بہت ہی زیادہ ہیں۔ لہٰذا اگر کھاد اور بیجوں کی قیمتوں کو کم کر دیا جائے اور اُسی تناسب سے اُن اجناس کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا جائے۔ تو محنتی کسان جو اپنی اُس تھوڑی سی کھیتی میں محنت کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا تھا اگر اُسے اُسی کھیت سے میسر ہو جائے تو میرے خیال میں یقیناً وہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو شہر میں نوکری کے لیے ملازمت کے لیے نہیں بھیجیں گے۔ اور یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہوگا۔ بے روزگاری کو ختم کرنے کے لیے، لہٰذا میری استدعا ہے کہ وزیر زراعت یہاں موجود ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی پالیسی طے کریں کہ اجناس کی قیمتوں کا جو اضافہ ہے وہ بھی اس تناسب سے ہو جس طرح کہ بیج اور کھادوں کی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چوتھی بات جناب سپیکر صدر مملکت نے اپنے خطاب کے اندر کشمیر افغانستان اور بابری مسجد کے مسئلہ پر کی ہے، ہم جنگ نہیں چاہتے لیکن ان مسائل کا پُرامن حل بھی چاہتے ہیں۔ تو اس کے لیے جناب سپیکر کشمیر پہ ہماری حکومت کو واضح پالیسی کا اعلان کرنا چاہیئے اور بابری مسجد کا مسئلہ اتنا اہم مسئلہ

Scanned with CamScanner

ہے کہ یہ مساجد شعائر اللہ ہیں۔ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن اب تک ہماری حکومت کی طرف سے بابری مسجد کے مسئلہ پر واضح طور پر بھارتی حکومت کا نوٹس نہیں لیا گیا۔ لہٰذا میرا مطالبہ ہے کہ حکومت بابری مسجد کے مسئلہ پر واضح پالیسی تیار کر کے عوام الناس پورے پاکستان کی عوام کے ایمانی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اس مسئلہ کو فوری طور پر حل کروائے۔ پانچویں بات کہ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں خود انحصاری کے پہلو پر بات کرتے ہوئے خارجہ پالیسی کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ میری حکومت کی خارجہ پالیسی کی بنیاد آزادی خود مختاری، امن، تعاون اور بقائے باہمی کے اصولوں پر ہوگی۔

جناب سپیکر یقیناً یہ بہت بڑی نصیحت ہے اگر اس پر عمل کیا جائے ہماری حکومت دوسرے ہمسایہ ملکوں کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرے۔ اس سے ہماری اقتصادی اور معاشی پالیسیاں جو ہیں۔ اُن کو تقویت ملے گی۔ لیکن

جناب سپیکر میں موقعہ کی مناسبت سے آپ کی توجہ حالیہ واقعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہمسایہ ملک جو ہیں اُن کے ساتھ ہمارے تعلقات یقیناً بہتر ہونے چاہئیں۔ آزادی اور خود مختاری کے مطابق ہونے چاہیئے۔ لیکن ہمارے جو موجودہ تعلقات میں ہمسایہ ملکوں کے ساتھ وہ اس حد تک بھائی چارہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھائی چارہ میں اسے بھائی چارہ نہیں سمجھتا بلکہ یہ ہمسایہ ملک کی براہِ راست ہمارے ملک میں مداخلت ہے۔

جناب سپیکر میں آپ کی توجہ حالیہ لاہور کے اندر ہونے والے وقوعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جس میں ہمارے ہمسایہ ملک کے ڈائریکٹر جنرل صادق گنجی صاحب کو قتل کیا گیا ہے۔ یقیناً وہ ایک بڑا ہی ظالمانہ سفاکانہ اقدام تھا۔ جس کی مذمت اخبارات میں تمام کی تمام پارٹیاں اور

لوگ کر چکے ہیں۔ لیکن اس بھائی چارہ اور ہماری اس دوستی اور ہمارے اُس تعلقات کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے۔

جناب سپیکر ہمارے ہمسایہ ملک ایران نے یہ جسارت کی ہے کہ ہمارے ملک کے اندر ایک انکوائری ٹیم رکھی ہوتی ہے اور ہمارے ملک کے اندر باقاعدہ اُن کا ڈپٹی وزیر خارجہ ایک پورا وفد لے کر بیٹھا ہوا ہے اور مطالبہ کر رہا ہے اس بات کا جناب کہ ایک مذہبی تنظیم جس کے ساتھ میرا تعلق ہے انجمن سپاہ صحابہؓ کہ اُس مذہبی تنظیم پر پابندی لگائی جائے اور ہماری حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور یہاں تک کہ آپ اس وقوعہ کے بعد ملوث کیا جا رہا ہے۔ اس قتل میں ہمیں آئی جی پنجاب نے پریس کانفرنس کر کے ملک کے اندر فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہوئے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس قتل کے ساتھ انجمن سپاہ صحابہؓ کا تعلق ہے لیکن ابھی تک یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ جن افراد نے قتل کیا ہے وہ ان کا انفرادی عمل ہے یا کہ جماعتی عمل ہے۔ اگر آپ اس نتیجے پر ابھی تک نہیں پہنچے کہ وہ اُن کا انفرادی عمل ہے یا جماعتی عمل ہے تو کیا ضرورت تھی کہ آئی جی پنجاب ایک ذمہ دار افسر ہوتے ہوئے یہ بیان دیتا ہے کہ ایک مذہبی تنظیم اس میں ملوث ہے اور وہ انجمن سپاہ صحابہؓ ہے۔

جناب سپیکر پھر اس کے بعد ہمسایہ ملک کی مداخلت کا اندازہ آپ یہاں سے کر سکتے ہیں کہ ہمسایہ ملک کے وفد نے جب ایف آئی آر درج ہونے لگی یہ مطالبہ کیا کہ ایف آئی آر میں سب سے پہلے قاتل کا نام میاں محمد نواز شریف درج کیا جائے۔ دوسرا نام محمد ایثار القاسمی کا نام درج کیا جائے۔ تیسرا نام فلاں فلاں اس طرح اور اس کے بعد ساری رات انتظامیہ کی اُن کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی اور

جناب سپیکر۔ میں آپ کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ فرقہ واریت کو ہوا دینے کی کوشش اس لیے ہو رہی ہے کہ تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ جو کہ پی ڈی اے کے اندر شامل ہے اور وہ اس سارے کے سارے کیس کو ڈیل کر رہی ہے اور ایران کے ایما پر اس ملک کو فرقہ واریت کی طرف جھونک رہی ہے اور شریعت بل کی مخالفت بھی صرف اور صرف اور صرف وہی تنظیم کر رہی ہے اور کوئی جماعت شریعت بل کی مخالفت نہیں کر رہی تو

جناب سپیکر اُن ناموں کو ایف آئی آر میں درج کروانے کی کوشش کی گئی اور اب معلوم نہیں کہ اُس ایف آئی آر میں میرا نام بھی درج کیا گیا یا نہیں۔ کیونکہ اُس ایف آئی آر کو سیل کر دیا ہے اور مطالبہ کے باوجود بھی ایف آئی آر ہمیں نہیں ملی۔ تو

جناب سپیکر خارجہ پالیسی یہ ہمیں ہمسایہ ملکوں کے ساتھ یقیناً اچھے تعلّقات پیوستہ کرنے چاہیئے۔ لیکن اچھے تعلّقات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمسایہ ملک ہماری دوستی اخوّت۔ محبت اور پیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ ہمارے معاملات میں براہ راست مداخلت کرے اولاً۔

جناب سپیکر اس قتل پر اب تک وُہ وفد ڈپٹی وزیر خارجہ کی قیادت میں ہمارے پاکستان میں موجود ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک نہیں جائیں گے، جب تک کہ اس کیس کو خصوصی عدالت میں پیش کر کے چند روز میں سماعت کر کے اس کا فیصلہ نہیں سُنا دیا جاتا تو

جناب سپیکر ابھی تک تو یہ بات بھی واضح نہیں ہو سکی کہ وہ قاتل اصلی ہیں یا کہ نقلی ہیں۔ اُنہیں گرفتار کر کے ایک ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ اگر اُن کے کہنے کے مطابق قاتلوں کی نشاندھی ہوتی تو ان کے کہنے کے مطابق تو پہلے قاتل میاں نواز شریف صاحب ہیں۔ میاں نواز شریف صاحب

کو قتل میں ملوث نہیں کیا گیا تو ان کے کہنے کے مطابق تو پھر ہمیں ملوث کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مقامی انقلابیہ صوبائی گورنمنٹ اس قتل کے اصل محرکات سے پردہ پوشی کرتے ہوئے اُسے غلط طرف لے جاکر اُس قتل کو ہمارے اوپر ڈالنا چاہتی ہے اور ایرانی گورنمنٹ جو براہ راست ہمارے معاملات میں مداخلت کر رہی ہے۔ اُس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے ہمیں جو ملوث کیا جا رہا ہے۔ ایران کے اُس انقلاب کے بعد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے ذریعے سے کوشش کی گئی کہ اس ملک میں ایرانی انقلاب کو ٹھونسا جائے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ نے اُس ایرانی انقلاب کا راستہ روکا یہ ہمارا ملک ہے اس ملک کا نظام ہماری اپنی عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ ہماری اپنی حکومت کے ہاتھوں میں ہے کسی ہمسایہ ملک کو یہ جرأت نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ اپنا انقلاب یا اپنی پالیسیاں ہمارے ملک کے اندر جو ہے ٹھونسنے کی کوشش کرے

جناب سپیکر میں آپ سے گذارش کروں گا کہ میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ ایران کی اس براہ راست مداخلت کو بند کروایا جائے اور صادق گنجی کے قتل پہ ہم نے بھی مذمت کی ہے۔ پوری قوم نے بھی مذمت کی ہے، ہم نے دوستی کا اتنا حق ادا کیا کہ صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب، یہ تمام کے تمام حضرات اُن کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ پھر گورنر صاحب کو ساتھ بھیجا اُن کے احترام اور اُن کے معزز ہونے کی وجہ سے لیکن اس کا پھل ہمیں یہ ملا کہ ہمارے ملک کے معاملات میں مداخلت کی گئی۔ لہٰذا میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ اُن کی یہ مداخلت بند کی جائے اور اس قتل کی صحیح تفتیش کر کے اصل قاتلوں کی طرف تفتیش کا رُخ موڑا جائے تاکہ ہمیں اس قتل میں ملوث نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر، آپ کی وساطت سے ایک بات اور عرض کرنا ہوں

Scanned with CamScanner

کہ ہماری گورنمنٹ کی بے حسی کا اندازہ کیجئے کہ پرسوں مجھے آئی جی صاحب کی طرف سے اپنے مقامی پولیس افسر کے ذریعے یہ اطلاع پہنچی کہ جناب ایرانی کمانڈوز آپ کو قتل کرنے کے لیے پاکستان میں داخل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آپ کو اگر کسی فورس کی ضرورت ہے تو آپ ہم سے لے لیں - ورنہ آپ اپنی خود حفاظت کریں -

جناب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہماری کوئی سرحد نہیں ہے جس کا جی چاہے ہمارے ملک میں داخل ہو جائے - وہ ایرانی کمانڈوز کیوں داخل ہوئے - داخل ہونے کا جو پتہ چل گیا تو داخل کیوں ہونے دیا گیا -

جناب سپیکر میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں اس بات سے الحمدللہ ڈرا نہیں ہوں ہم پاکستان کے اندر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کا دفاع چاہتے ہیں - نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا تحفظ چاہتے ہیں - اور اہل سنت والجماعت کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں - یہ ہمارا مشن ہے ہم انشاء اللہ پرامن طریقے سے اپنا مشن پورا کریں گے - لیکن یہ قتل کی دھمکیاں اور ایرانی کمانڈوز آتے ہیں قتل کرنے کے لیے یہ ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی -

جناب سپیکر میں آخر میں اپنی ان عوام کا جنہوں نے کثیر تعداد میں مجھے ووٹ دیکر ایوان تک پہنچایا ہے - اُن کی ترجمانی کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں - سب سے پہلے بات تو یہ ہے جناب والا ضلع جھنگ پاکستان بننے سے پہلے کا ڈسٹرکٹ ہے - مگر اس کے باوجود اس میں ترقیاتی کام آج تک نہیں ہوئے اور اس کی وجہ وہاں کے ظالم جاگیردار تھے - جو وہاں پر ایک عرصہ سے حکمرانی کرتے چلے آرہے تھے اور قوم ان کے ظلم و ستم سے تنگ آکر انہوں نے اپنے ایک غریب نمائندے کو منتخب کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور میں اُن کے ان جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے آپکی

خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جھنگ ڈسٹرکٹ ہے اور چنیوٹ
اس کی ایک تحصیل ہے جس کے اندر سوئی گیس موجود ہے۔ جھنگ ڈسٹرکٹ
ہے اُس کی ایک تحصیل شورکوٹ ہے اس کے اندر بھی سوئی گیس موجود ہے
اور جھنگ بہ ذات خود جھنگ کے اندر سوئی گیس موجود نہیں ہے۔ صرف اس لئے
کہ بعض ظالم اور جاگیردار جو ہیں وہ آج تک غریب عوام کو یہ دھوکا دیتے
رہے ہیں، ہر الیکشن پر کہ ہم ایسے کرائیں گے ہم سوئی گیس لے کر آئیں گے۔
۱۹۸۵ء کے اندر جونیجو صاحب کے دور میں اُس کی منظوری بھی دے دی
گئی اور اُس کا سروے وغیرہ بھی مکمل ہوا۔ اسٹیمیٹ بھی لگ گیا، لیکن
اس کے باوجود اس کا کام شروع نہیں ہو سکا اور اب بھی اُس کا سروے
ہو چکا ہے اور اُس کا تخمینہ لگ رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت
کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ جب تحصیلوں کے اندر سوئی گیس ہے
تو بجائے اُس بہ ذات خود جھنگ کے اندر بھی سوئی گیس آنا چاہیئے۔ دوسری
بات جناب اپنی عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ کی وساطت سے حکومت
تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ میں جو دیہات ہیں اِن دیہاتوں
میں اکثریت ایسے دیہاتوں کی ہے جن میں لوگوں کو جو زمین دی ہے کولمبو پلان
کے تحت ملی ہے پندرہ پندرہ بیس بیس ایکڑ زمین ان لوگوں کے پاس
موجود ہے اور اب وہ زمین جو ہے اُن کے مالکانہ حقوق اُن کو اب تک
نہیں دیئے گئے اور اب یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے کہ اُن کی فصلیں پندرہ
پندرہ بیس بیس، تیس تیس ایکڑ جن میں کئی کئی گھر جو آباد ہیں۔ پانچ پانچ،
دس دس بیس بیس ایکڑ پہ ان کی سینکڑوں مربع اراضی پہ بلڈوزر پھیر
دیئے گئے ہیں اور ان کی کاشت کی گئی زمین گورنمنٹ خالی کروا رہی ہے۔
لہٰذا میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ
حکومت اُن چھوٹے کاشتکاروں کو اُن کے مالکانہ حقوق دے تاکہ امن

سکون اور چین کی زندگی بسر کر سکیں - اور تیسری پرابلم میرے حلقہ کی یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال جو ہے وہ شہر سے تھوڑا سا ہٹ کر ہے درمیان میں ایک ریلوے لائن آتی ہے اور وہاں جو ہے ابھی تک پل تعمیر نہیں کیا گیا اور اُس پل کی تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے ایکسڈنٹ یا کسی دیگر ایسے حادثے کی وجہ سے جب مریضوں کو ہسپتال تک پہنچایا جاتا ہے تو پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے آدھا آدھا گھنٹہ ٹریفک بلاک ہو جاتی ہے اور کئی جانیں جو ہیں صرف اسی وجہ سے ضائع ہو چکی ہیں، کہ وہاں پر جو پل تعمیر نہیں ہو سکی - لہٰذا میری گذارش ہے کہ حکومت وہاں پل تعمیر کرے - ممکن ہے شاید کسی خوش قسمت کی جان بچ جائے - اور ابتدائی طبّی امداد بر وقت مل سکے تو

جناب سپیکر یہ میری گذارشات تھیں میں توقع کروں گا کہ ہماری حکومت اسلامی نظام نافذ کرنے میں کسی قسم کی سستی اور کاہلی سے کام نہیں لے گی - اور میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے موقع دیا کہ میں اپنی باتوں کا اس ایوان میں اظہار کر سکوں -

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ہ

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کا قومی اسمبلی کے ایوان میں زندگی کا یہ پہلا اور آخری خطاب تھا جو تقریباً پون گھنٹہ جاری رہا۔

انٹرویوز

"میں سمجھتا ہوں اس وقت
جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑوں
میں اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی
ایم آر ڈی، اور جنرل ضیاء الحق دونوں
باقی نہیں رہے۔ اب انہیں ہر حال
میں متحد ہو جانا چاہیئے۔ اگر یہ متحد نہیں ہوں
گے تو پھر آنے والے وقت میں سپاہ صحابہؓ نیا
لائحہ عمل اختیار کرے گی۔ ان کے اختلاف نے
قومی اسمبلی کی پندرہ سیٹیں گنوائی ہیں۔ ان
کی باہمی لڑائی سے لادینی عناصر فائدہ اٹھا رہے ہیں
اور دنیا بھر میں ہم تماشہ بن کر رہ گئے ہیں ۔!"

ایم این اے منتخب ہونے کے بعد قاسمی شہیدؒ کا پہلا انٹرویو

یہ انٹرویو ماہنامہ خلافتِ راشدہ کے لئے جناب طاہر محمود صاحب نے لیا تھا جو کہ ماہنامہ خلافتِ راشدہ میں دسمبر ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔

س: آپ نے جھنگ سے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیوں کیا؟

ج: چونکہ ۸۸ء کے انتخابات میں ہمارے قائد مولانا حق نواز رحمتہ اللہ نے یہاں سے عابدہ حسین کے مقابلے میں الیکشن لڑا تھا انہوں نے ۴۸ ہزار ووٹ حاصل کر کے اہلسنت میں ایک نیا جذبہ بیدار کردیا تھا اس لئے اب جبکہ میں جھنگ میں مولانا حق نواز شہیدؒ کی مسجد میں خطیب ہوں اس لئے مجھے میری جماعت اور سرپرستِ اعلیٰ نے انتخابات کے لئے نامزد کردیا۔ میں نے جماعت کے فیصلہ کے مطابق الیکشن لڑا اور اللہ تعالیٰ نے کامیابی نصیب فرمائی۔

س: مولانا حق نواز شہیدؒ نے تو جمعیۃ علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور ان کا نشان کتاب تھا اس کے برعکس آپ نے آئی جے آئی کا ٹکٹ لے کر اپنے قائد کے طریقہ کی خلاف ورزی نہیں کی؟

ج: اصل بات یہ ہے کہ آج کے حالات پہلے دور کے حالات سے یکسر مختلف ہیں۔ دونوں جمعیتوں کے باہمی اختلافات پہلے بھی تھے لیکن یہ اختلافات اس حد تک نہ تھے کہ ایک دوسرے کے خلاف آدمی کھڑے کئے جائیں تاکہ اہلسنت کی باہمی لڑائی سے ساری دنیا تماشا دیکھے۔ محاذ آرائی یہاں تک پہنچے کہ

پیپلز پارٹی کو کامیاب کرنے کی راہیں ہموار کی جائیں۔ ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں جمعیت کے دونوں گروپوں نے کسی جگہ وہ کردار ادا نہیں کیا جس طرح ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں کیا گیا۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ انجمن کی مرکزی شوریٰ نے جھنگ کی مقامی جماعت کو کسی بھی دینی جماعت سے اتحاد اور باہمی یگانگت والے کسی بھی گروہ کے تعاون سے انتخاب لڑنے کا اختیار دیا تھا۔ اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ہم نے سنی جماعت جمعیۃ علماء اسلام درخواستی گروپ سے تعاون کی درخواست کی انہوں نے اپنے کوٹے سے آئی جے آئی کا ٹکٹ دلا دیا۔ اگر ہم اس طرح نہ کرتے تو جھنگ میں آئی جے آئی علیحدہ ہمارے مقابلے میں آدمی کھڑا کرتی جس سے اہل سنت کے ووٹ تقسیم ہو جاتے۔ اس طرح پیپلز پارٹی کا شیعہ امیدوار امان اللہ سیال جیت جاتا۔ ہم نے انجمن کے وسیع تر مفاد کے پیش نظر آئی جے آئی کا ٹکٹ لیا۔

س: آئی جے آئی کا ٹکٹ تو آپ نے لے لیا لیکن آئی جے آئی میں تو آغا مرتضیٰ پویا، فخر امام اور عابدہ حسین بھی شامل ہیں۔ ان کی موجودگی میں آپ کس طرح آئی جے آئی کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

ج: دیکھئے اس وقت ملک میں دو بڑی سیاسی طاقتیں ہیں۔ ایک طرف پیپلز پارٹی ہے جس کی قیادت شیعہ خواتین کے پاس ہے۔ دوسری طرف اسلامی اتحاد ہے جس میں اکثر جماعتیں اہلسنت ہیں اور اس کی قیادت بھی سنی کے ہاتھ میں ہے۔

ان حالات میں اگر آئی جے آئی کا ہم نے ٹکٹ لیا تو سنی قوم کا مفاد بھی اسی میں سمجھا۔ ہم دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ آئی جے آئی میں کسی شیعہ جماعت کی

Scanned with CamScanner

کوئی گنجائش نہیں۔ شیعہ بحیثیت جماعت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ باقاعدہ پیپلز پارٹی کے ساتھ الحاق کر چکی ہے اگر اکا دکا شیعہ آئی جے آئی میں ہے تو وہ غیر مؤثر ہے۔

دوسرا یہ کہ ہم ان کے نکالنے کے لئے کوشاں ہیں وہ کسی بھی طرح اسلامی اتحاد کے خیر خواہ نہیں۔ وہ پہلے شیعہ بعد میں آئی جے آئی کے حامی ہیں۔ ہم نے انجمن سپاہ صحابہؓ کے پلیٹ فارم سے ان کا مقابلہ کیا۔ فخر امام کے مقابلے میں سید خورشید عباس گردیزی اور عابدہ حسین کے مقابلے میں پیر غازی صلاح الدین کو کھڑا کیا۔ حالانکہ یہ دونوں افراد آئی جے آئی کے ٹکٹ پر تھے۔ ہم نے ان کے خلاف جلسے کئے۔ ہماری جماعت کے قائد مولانا فاروقی نے تین جلسے عابدہ حسین کے خلاف اور ۳ فخر امام کے خلاف کئے ہم شیعہ کے بارے میں آئی جے آئی کے نہیں انجمن سپاہ صحابہؓ کے پابند ہیں۔ قومی اسمبلی میں پہنچ کر اپنے کاز اور مولانا حق نواز کے مشن کے لئے آواز بلند کرنا ہماری اوّلین ترجیح ہے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے ہم نے آئی جے آئی سے ٹکٹ کا فیصلہ کیا اور جھنگ کی حد تک جمعیت علماء اسلام کے دوسرے گروپ نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔

س: اخبارات میں آپ کے بارے میں مولانا فضل الرحمٰن نے اعلان کیا کہ آپ کو انہوں نے جمعیت سے نکال دیا کیونکہ آپ حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہیں۔

ج: مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہمارے قابلِ احترام بزرگ ہیں تاہم ان کا یہ بیان حیرت انگیز ہے۔ میں تو ان کی جماعت میں شامل ہی نہیں ہوں۔ میں نے تو جمعیت علماء اسلام (درخواستی گروپ) کے کہنے سے آئی جے آئی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا ہے اس لئے مجھے آئی جے آئی کے بنچوں پر ہی بیٹھنا ہوگا۔

Scanned with CamScanner

انجمن سپاہِ صحابہؓ میں دونوں گروپوں کے لوگ شریک ہیں۔ اگر میں درخواستی گروپ میں شامل ہوں تو ہمارے قائد مولانا حق نواز شہیدؒ مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ تھے۔

س: آپ نے روزنامہ جنگ میں بیان دیا کہ مولانا فضل الرحمٰن لیڈری چمکا رہے ہیں اور عوام نے ان کو مسترد کر دیا۔

ج: میری طرف منسوب روزنامہ جنگ کی خبر کے یہ الفاظ من گھڑت اور بے بنیاد ہیں۔ میں مولانا فضل الرحمٰن کے خلاف کسی ایسے بیان اور نازیبا لفظ کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

س: دونوں جمعیتوں کے اختلافات کی اب کیا وجہ ہے؟ کیا آپ دونوں جمعیتوں کو متحد کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل بتا سکتے ہیں؟

ج: میں سمجھتا ہوں اس وقت جمعیت کے دونوں دھڑوں کے اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہیں۔ ایم آر ڈی اور جنرل ضیاء الحق دونوں باقی نہیں رہے۔ اب انہیں ہر حال میں متحد ہو جانا چاہیئے۔ اگر یہ متحد نہیں ہوں گے تو پھر آنے والے وقت میں سپاہِ صحابہؓ نیا لائحہ عمل اختیار کرے گی۔ ان کے اختلاف نے ۱۵ قومی اسمبلی کی سیٹیں گنوائی ہیں۔ ان کی باہمی لڑائی سے لادینی عناصر فائدہ اٹھا رہے ہیں اور دنیا بھر میں ہم تماشہ بن کر رہ گئے ہیں۔

س: انجمن سپاہِ صحابہؓ پاکستان کے مؤقف کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے آپ کون سی پالیسی اختیار کریں گے؟

ج۔ ہم سب سے پہلے قومی اسمبلی کے تمام ممبران کو اپنے موقف سے آگاہ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مرکزی دفتر کی طرف سے تمام ممبرانِ اسمبلی کو مولانا حق نواز کی کیسٹوں اور انجمن کے تازہ لٹریچر کا ایک ایک سیٹ فراہم کیا جا

جا رہا ہے اس کے ساتھ ہی انجمن سپاہ صحابہؓ کی حمایت سے جیتنے والے ۱۸ اراکین قومی اسمبلی کے مشورے سے صحابہ کرامؓ کی ناموس کا آئینی بل پاکستان کو سُنی سٹیٹ قرار دینے اور گستاخ صحابہؓ کے لئے سزائے موت متعین کرانے کی تحریکیں وقتاً فوقتاً پیش کی جائیں گی۔

س : کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ آئی جے آئی کی موجودہ قیادت آپ کے مؤقف کی تائید کرے گی؟

ج : ہمیں امید ہے کہ سُنی ہونے کے ناطے موجودہ قیادت ہمارے مؤقف کی تائید کرے گی۔ ہمارے مطالبات کے حق میں جمعیت علماء اسلام اور جمعیت علماء پاکستان کے اراکین بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔ اگر کسی موقع پر آئی جے آئی نے ہمارے مؤقف سے انحراف کیا اور سُنی حقوق کے لئے ہمارا ساتھ نہ دیا تو ہم اسمبلی میں رہ کر آئی جے آئی کے خلاف احتجاج کریں گے۔ اس سلسلے میں خواہ ہمیں کتنی بھی مشکلات اٹھانی پڑیں۔

س : انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کی موجودہ قیادت سے آپ مطمئن ہیں۔ پچھلے دنوں روزنامہ مساوات میں خبر شائع ہوئی تھی۔ انجمن میں قاسمی اور فاروقی گروپ علیحدہ علیحدہ ہو گئے ہیں کیا اس میں کوئی صداقت ہے؟

ج : انجمن کے موجودہ قائد علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کی قیادت پر میرے سمیت پوری جماعت کو اعتماد حاصل ہے۔ انہوں نے صرف ۹ ماہ میں جماعت کی قیادت کا حق ادا کر دیا ہے۔

ماہنامہ خلافت راشدہ کا اجراء، ۵۰ ہزار لٹریچر کی اشاعت، الیکشن میں انجمن کی زبردست کامیابی، شیعہ کی عبرتناک شکست تمام صوبائی جماعتوں کی تشکیل نو کے اہم کارنامے ہیں۔

- انہوں نے انجمن کے پیغام میں اجتماعیت پیدا کرنے کے لئے کسی سُنی جماعت سے محاذ آرائی نہیں کی ہے۔
- مولانا فاروقی ہی نے قیادت سنبھالنے کے فوراً بعد سپاہ صحابہؓ سٹوڈنٹس اور انجمن سپاہ صحابہؓ اساتذہ پاکستان کے علیحدہ علیحدہ فورم تشکیل دیئے۔

انجمن میں اس وقت بحمداللہ کوئی اختلاف نہیں۔ قاسمی اور فاروقی گروپوں کی بات سفید جھوٹ اور بے بنیاد پروپیگنڈہ ہے۔

س: آپ کے بارے میں پروپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ آپ نے ۵۰ لاکھ روپے حکومت پنجاب سے لے کر مولانا حق نواز کے خون سے غداری کی ہے۔ اس قسم کی خبر ملتان کے نوائے وقت میں بھی پچھلے دنوں چھپی تھی۔

ج: دراصل ہمارے مخالفین ہماری کامیابی سے بوکھلا کر نت نئے پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ جھنگ کے حالات پر ہم نے چند ماہ حکومت پنجاب سے مذاکرات کئے اس میں کئی دوسرے علماء بھی شریک تھے۔ یہ مذاکرات ہمارے چودہ ہزار کارکنوں پر قائم مقدمات کے خاتمے کے سلسلے میں منعقد ہوئے تھے۔

اس میں آخری شق یہ تھی کہ جھنگ کے شیعہ سُنی دھماکوں کے متاثرین کو معاوضہ ادا کیا جائے۔ اس سلسلہ میں اجلاس کے خاتمہ کے بعد میاں نواز شریف نے اعلان کیا۔ کہ ۵۰ لاکھ متاثرین جھنگ کو ادا کئے جائیں گے۔ یہ معاوضہ متاثرین کے لئے تھا۔ اس کا براہِ راست سپاہ صحابہؓ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ابھی ایک پائی بھی اس میں متاثرین کو نہیں دی گئی۔ یہ رقم ڈپٹی کمشنر نے تقسیم کرنی ہے۔ ایسی صورت میں ہم پر اس رقم کے حصول کا الزام لگانے والے کے لئے ہم صرف یہ کر سکتے ہیں۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین ٥

اس معاہدے کے بعد اس کی تمام شقوں کی توثیق مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ نے بھی

کردی تھی۔ جو معاہدے کے وقت سعودی حکومت کی دعوت پر حج پر گئے ہوئے تھے۔

س: آپ انجمن کی ترقی کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کریں گے؟

ج: لاہور میں ۱۱، ۱۲ نومبر کے مرکزی مجلس عاملہ کے فیصلوں کے مطابق ہم فی الفور رکنیت سازی کے کام کو انقلابی بنیادوں پر شروع کر رہے ہیں۔

- انجمن سپاہ صحابہ کے کام کو پاکستان کے ہر محکمہ اور ہر سوسائٹی اور ہر طبقے میں منظم کیا جائے گا۔
- فنڈ کے حصول کے لئے بھی ہم جدید بنیادوں پر کام کر رہے ہیں، ہم اس کے بعد وکلاء، علماء، مزدوروں، کسانوں اور ہر طبقے میں انجمن کی شاخیں قائم کریں گے آئندہ الیکشن تک انجمن ایک مؤثر قوت بن کر فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے قابل ہو جائے گی۔

انٹرویو نمبر ۲

"میرے قتل کے ذمّہ دار"

"ایرانی سفارت خانہ ، ساجد نقوی اور حکومت ہوں گے"

مولانا ایثار القاسمی شہید

یہ انٹرویو مولانا ایثار القاسمی کی شہادت سے چند دن قبل لیا گیا تھا۔ یہ ماہنامہ آفاق دی ریکارڈر نے شہادت کے بعد شائع کیا تھا

س : آپ کے خیال میں مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل میں کون لوگ ملوّث ہیں؟

ج : دس ماہ گزرنے کے بعد بھی یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کون لوگ ملوّث ہیں! مسئلہ قاتلوں کا نہیں قاتلوں کے سرپرستوں اور بہی خواہوں کا ہے۔ قتل کرنے والے تو وقوعہ کے دوسرے روز ہی گرفتار کر لئے گئے تھے۔ ہمارے خیال میں اصل مجرم تو دوسرے لوگ ہیں۔ یہ لوگ جو گرفتار ہوئے ہیں انہیں تو استعمال کیا گیا ہے۔

س : دوسرے لوگوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟

ج : سردار زادہ ظفر عباس ، ساجد نقوی اور سب سے بڑھ کر ایرانی سفارت خانہ۔

س : سردار زادہ ظفر عباس تو آئی جے آئی سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کا

تعلق بھی اسی جماعت سے ہے۔ وہ کس حوالے سے ملوث ہیں؟

ج : آئی جے آئی سے تعلق ہونے سے لوگ فرشتہ نہیں بن جاتے۔ یہ وہ شخص ہے جو جھنگ میں شیعوں کے خلاف کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھتا۔

س : آپ نے ایرانی سفارت خانہ کا دوسری بار نام لیا ہے۔ ایرانی سفارت خانہ کا نام لینے سے آپ پر اس بارے میں ثبوت کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔

ج : ایرانی سفارت خانہ کا نام میں نے سوچ سمجھ کر لیا ہے۔ میرے پاس اس کے ثبوت موجود ہیں۔

س : آپ حکومت کو اس کے ثبوت کیوں نہیں دیتے؟

ج : آپ کس حکومت کی بات کر رہے ہیں؟ پاکستان میں اب تک جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں ایران سے دبتی رہی ہیں۔ ہماری حکومت کہتی ہے ایران یا اس کے کسی نمائندے کا نام مت لو.... اس سے تعلقات خراب ہوں گے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اگر ایرانیوں کا نام لینے سے ایرانی ناراض ہو جائیں گے تو پھر ساری عمر پاکستان کے اندرونی حالات درست نہیں ہو سکتے..... صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔ کراچی میں ہونے والے شیعہ سنی فسادات ایرانی قونصلیٹ جنرل ابو شریف نے کرائے تھے۔ صدر ضیاء الحق نے ہاتھ جوڑ کر ایران سے درخواست کی تھی کہ اسے واپس بلا لیا جائے..... ایران بھی مجبور ہو گیا تھا کہ اسے بلالے کیونکہ ایک تو وہ بے نقاب ہو گیا تھا دوسرے یہ کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہیں

کر سکتا تھا۔

س: مطلوبہ نتائج سے آپ کی کیا مُراد ہے؟

ج: ایران کا منصوبہ کراچی میں بڑے پیمانے پر سُنّی آبادی کا قتلِ عام تھا لالوکھیت، نیوکراچی اور صدر کے اہم باڑوں میں لاکھوں روپے کا جدید اسلحہ اسٹور کیا گیا تھا۔ لیکن سُنّیوں کی دانشمندی اور انتظامیہ کی ہوشیاری کے باعث یہ لوگ مطلوبہ کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ کراچی میں آج تک شیعہ سُنّی فسادات نہیں ہوئے؟

س: اس کی وجہ کیا ہے؟

ج: وجہ صاف ظاہر ہے فرقہ وارانہ فسادات کا رُخ لسانی فسادات کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ لسانی فسادات میں دونوں طرف برابر نقصان ہو رہا ہے۔ مرنے اور مارنے والے بھی سُنّی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ کراچی کے لسانی فسادات کو لسانی کی بجائے مذہبی رنگ میں دیکھیں تو آپ کو اس کی جڑیں اور خفیہ ہاتھ ایران میں نظر آئیں گے۔

س: یہ تو کراچی کی بات تھی - پنجاب سے اس بات کا کیا تعلق ہے؟

ج: کراچی تو لسانی فسادات کرانے کے لئے موزوں علاقہ ہے لیکن پنجاب میں ایسا ناممکن ہے۔ چنانچہ یہاں وہ لوگ (ایران والے) ساجد نقوی ایسے لوگوں کی حمایت کرتے ہیں خود سامنے نہیں آتے۔

س: کیا صادق گنجی کا قتل بھی اسی روشنی میں دیکھا جائے؟

ج: میں یہ نہیں کہتا کہ صادق گنجی کا قتل بھی اسی روشنی میں دیکھا جائے۔

س : لیکن ــ گرفتار ہونے والے تو سبھی سُنّی ہیں اور پولیس بھی انجمن سپاہِ صحابہؓ پر الزام لگا رہی ہے ۔

ج : سُنّی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ جتنے بھی سُنّی ہیں وہ سپاہِ صحابہؓ کے رکن ہیں ۔ ہمارے باقاعدہ رکن نہ تو جذباتی ہیں نہ اتنے مالدار کہ جدید اسلحہ خرید کر کسی کو قتل کر سکیں ۔

س : لیکن گرفتار ہونے والے سبھی نوجوان خصوصاً حق نواز جو جھنگ سے تعلق رکھتا ہے اپنا تعلق سپاہِ صحابہؓ سے بتاتے ہیں ؟

ج : وہ نہیں بتاتے پولیس بتاتی ہے ۔ پولیس اپنی جان چھڑانے اور نواز شریف ایران کو خوش کرنے کے لئے سپاہِ صحابہؓ کا نام لے رہے ہیں ۔ آپ نے ایرانی وزیرِ خارجہ کی پریس کانفرنس پڑھی ہوگی وہ نواز شریف حکومت کو دھمکی دے کر گیا ہے ۔ ایسا لگتا ہے پاکستان ایران کا صوبہ ہے ۔

س : اگر قاتلوں اور شریک کار نوجوانوں کا تعلق سپاہِ صحابہؓ سے نہیں ہے تو پھر یہ کون لوگ ہیں ؟

ج : صادق گنجی کا قتل ، قاتلوں کا ذاتی فعل ہے ۔ پولیس قاتلوں کا اصل بات کا کھوج لگانے کی بجائے اس کوشش میں ہے کہ سپاہِ صحابہؓ کے سربراہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مجھے ملوّث کرکے جماعت کے تمام اہم لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے ۔ اس طرح وہ ایران کی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں ۔ میں تو کہتا ہوں صادق گنجی کو خود ایران نے قتل کروایا ہے اور ان جذباتی نوجوانوں کو ایک تیسرے واسطے سے استعمال کیا گیا ہے تاکہ اصل بات ظاہر نہ ہو ۔

س : ایران اپنے سفارت کار کو بھلا کیوں قتل کرائے گا ؟

ج : وہ سپاہِ صحابہؓ کی سرگرمیوں سے خوف زدہ ہے۔ جب سے سپاہِ صحابہؓ نے مقبولیت اختیار کرنا شروع کی ہے۔ ایران اور ساجد نقوی کے منصوبے خاک میں مل رہے تھے اور آپ کو پتا ہے۔ ساجد نقوی کی پاکستان میں حیثیت ایرانی سفیر سے بھی زیادہ ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں جب شریعت بل کے خلاف شیعہ نے اسلام آباد مظاہرے کا پروگرام بنایا تو اس کی تمام تر ہدایات ایرانی سفارت خانہ نے دی تھیں۔ میرے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اسلام آباد میں موجود ایرانی سفارت خانہ، لاہور اور کراچی میں ایرانی قونصلیٹ دفاتر نے اسلام آباد میں شریعت بل مخالف مظاہرے میں شرکت کے خواہش مند شیعہ کے لئے ریل، بس اور فلائنگ کوچوں کے ٹکٹ کا بندوبست کیا تھا۔

س : کیا اس بات کا علم ضیاء الحق گورنمنٹ کو نہیں تھا ؟

ج : بالکل تھا۔ لیکن ضیاء الحق چونکہ منتخب ہوکر برسرِاقتدار نہیں آیا تھا۔ اس لئے بعض معاملات میں پاور رکھنے کے باوجود اپنے کو کمزور محسوس کرتا تھا۔ البتہ ضیاء الحق نے ایرانی حکومت سے معذرت خواہانہ شکایت ضرور کی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ جس کے جواب میں ایرانی حکومت نے ضیاء الحق کو یقین دلایا تھا کہ شیعہ صرف مظاہرہ کریں گے ان کے سیاسی مقاصد نہیں ہیں۔

س : آپ بنیادی طور پر جمعیت علماءِ اسلام سے وابستہ ہیں اور جمعیتِ علماءِ اسلام ان دنوں ایم آر ڈی میں تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ

Scanned with CamScanner

کی حلیف تھی۔ آپ کے لیڈروں نے اس پر احتجاج کیوں نہ کیا؟

ج: میرا تعلق جمعیت سے ضرور ہے اور ایم آر ڈی میں رہتے ہوئے قید بھی کاٹی لیکن بعد میں میرے تعلقات جے۔یو۔آئی سے زیادہ بہتر نہیں رہے۔ کیونکہ جے۔یو۔آئی اور مولانا فضل الرحمٰن تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ سے ہمارے احتجاج سے بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئے .... ہم ان کے اصولوں کو نہیں مانتے۔

س: گزشتہ دنوں آپ نے ایک بیان میں کہا تھا کہ آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ اس کی وضاحت فرمائیں گے؟

ج: صادق گنجی کے قتل سے پہلے ہی سے مجھے قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ صادق گنجی کے قتل کے بعد سے ان دھمکیوں میں شدت آگئی ہے۔

س: آپ نے مقامی انتظامیہ کو دھمکیوں کے بارے میں بتلایا ہے؟

ج: کئی بار بتلایا ہے لیکن انتظامیہ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری حکومت کے ساتھ ساتھ ایرانی سفارتخانہ اور ساجد نقوی پر بھی عائد ہوگی۔ کیونکہ جھنگ کے تمام امام باڑوں میں جدید اسلحہ موجود ہے۔ تمام شیعہ زمیندار خصوصاً جن کا تعلق پیپلز پارٹی سے ہے وہ جھنگ میں منافرت پھیلانے کے لئے شورش پسند شیعہ نوجوانوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان شرپسندوں کی سرپرستی بند کردیں تو جھنگ میں امن قائم ہوسکتا ہے۔

س: ایک طبقے کا کہنا ہے کہ آپ کی ذاتی دشمنیاں بھی ہیں اور دھمکیاں بھی انہوں نے ہی دی ہیں۔

Scanned with CamScanner

ج: جی نہیں...... میری ذاتی دشمنی کسی سے نہیں۔ حلقہ ۶۸ پی پی میں بھی میں آزاد اُمیدوار کے طور پر جیتا تھا۔ ہارنے والا آئی جے آئی کا تھا۔ لیکن صرف الیکشن کی حد تک۔ آئی جے آئی کے اُمیدوار شیخ محمد اقبال سے میرے تعلقات بُرے نہیں ہیں۔ ضمنی الیکشن میں میری کوشش تھی کہ آئی جے آئی ہمارے نمائندے کو ٹکٹ دے۔ لیکن انہوں نے یہ ٹکٹ شیخ اقبال کو دے دیا...... ہار جیت کا فیصلہ تو ووٹ نے کرنا ہوتا ہے۔ ہاں میرے فرقہ دارانہ دشمن ضرور ہیں۔ جو اس کوشش میں ہیں کسی موقعہ کی آڑ میں مجھ پر حملہ کریں تاکہ الزام ان پر نہ آئے... میں نے ڈی سی جھنگ اور ڈی۔آئی جی صاحب کو خطرات سے پیشگی آگاہ کیا ہے۔

س: کچھ غیر جانبدار لوگوں کا کہنا ہے کہ پاکستان خصوصاً جھنگ کے فرقہ وارانہ فسادات میں بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" کا ہاتھ ہے؟

ج: ایران اور ساجد نقوی کے ہوتے ہوئے بھارت کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس کام میں وقت ضائع کرے۔ بھارت وہی کام کرتا ہے جو یہاں کوئی اور نہ کر رہا ہو۔ بھارت میں الزام لگا کر ہم ایران کو نہیں بچا سکتے۔

س: میں پھر مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کی طرف آتا ہوں۔ ابتداء میں آپ کی جماعت نے بڑی تیزی سے تحریک چلائی لیکن بعد میں یک لخت تحریک ختم کر دی گئی۔ یہاں آپ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ نے پچاس لاکھ روپے لے کر تحریک کو دبا دیا تھا۔

ج: یہ الزام نہ صرف مضحکہ خیز ہے بلکہ بے بنیاد بھی ہے۔ ہم نہ تو

رہے ہیں اور نہ ہی جھکے ..... جہاں تک پچاس لاکھ کا سوال ہے۔ یہ وہ رقم ہے جو پنجاب حکومت نے جھنگ میں مولانا کے قتل کے بعد رونما ہونے والے فسادات میں عوامی سطح پر جن لوگوں کا نقصان ہوا ان کے ازالے کے لئے ڈی سی جھنگ کو دی تھی ..... ڈی سی نے متاثرہ لوگوں کی ایک فہرست اور نقصانات کے ازالے کے لئے کمیٹی تشکیل دی۔ شیعہ حضرات نے شور مچایا کہ زیادہ نقصان ان کا ہوا ہے۔ اس لئے ابھی تک اس کمیٹی نے اپنا کام مکمل نہیں کیا.... پچاس لاکھ ڈی سی جھنگ کے پاس ہیں ..... اس نے اب تک کیا کیا ہے؟ وہ روپیہ کدھر ہے؟

س: سپاہ صحابہؓ کی تشکیل کا مقصد کیا ہے؟

ج: سپاہ صحابہؓ کی تشکیل کا مقصد مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے اور ان کا مشن اس ملک میں صحیح معنوں میں حقیقی اسلامی اور شرعی نظام کا نفاذ ہے۔

س: اس کام کے لئے تو دیگر جماعتیں بھی جدوجہد کر رہی ہیں؟

ج: دوسری دینی سیاسی جماعتیں تو اس نظام کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں کہ جس سے شیعہ مسلمان بھی خوش ہوں اور مسلمان بھی ..... سپاہ صحابہؓ نبی آخر الزماںؐ اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں نافذ نظام اسلام کے لئے کام کر رہی ہے۔

آپ دیکھیں کہ ایران کی صرف ساڑھے تین کروڑ کی آبادی میں چالیس لاکھ سنی آباد ہیں۔ لیکن اسلامی نظام کے نام پر ان پر فقہ جعفریہ ٹھونسی گئی ہے۔ انہیں اپنی مساجد تعمیر کرنے کی اجازت

Scanned with CamScanner

نہیں ۔ ایرانی بلوچستان میں "پاسداران" (ایران کی مسلح تنظیم) کے
لوگ سنّی قبائلیوں کے گھر اُجاڑ رہے ہیں ۔ نوجوانوں کو قید کیا جا
رہا ہے ۔ کئی نوجوان پاکستانی بلوچستان میں پناہ گزین ہیں ....
جبکہ اس کے مقابلے میں پاکستان کی دس کروڑ کی آبادی میں کل
ساڑھے سات لاکھ کے قریب شیعہ ہیں ۔ لیکن ان کے امام باڑے
اور عبادت گاہوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو دس ووٹ ایک
عبادت گاہ کی نسبت بنتی ہے ۔ کیا ساڑھے نو کروڑ مسلمان یہ
حق نہیں رکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین
کے دور میں جو نظامِ شریعت نافذ تھا وہ بلا ترمیم نافذ کریں ۔
یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ ایران میں تو فقہ حنفیہ کے ماننے والوں
پر ظلم ہوں جو چالیس لاکھ کی تعداد میں آباد ہیں اور پاکستان میں دیگر
غیر مسلم اقلیت سے بھی کم تعداد میں رہنے والے شیعہ شریعت کی صرف
اس لئے مخالفت کریں کہ اس میں فقہ جعفریہ شامل نہیں ہے ۔ یہ کہاں
کا انصاف ہے ؟

میرا مطالبہ ہے کہ پاکستان کو سنّی سٹیٹ قرار دیا جائے ۔ آئین میں
تبدیلی کر کے صدر ، وزیراعظم ، وفاقی وزراء ، گورنرز ، وزراء اعلیٰ ،
صوبائی وزراء ، مسلح افواج کے چیف حضرات ، ایٹمی توانائی کمیشن ، آرڈیننس
فیکٹریوں کے نگرانوں اور پولیس کے تمام آئی جی حضرات کے لئے سنّی
مسلمان ہونا لازمی قرار دیا جائے ۔ کیونکہ ایران میں ان سب عہدوں پر
شیعہ ہونا لازمی ہے ۔ آپ برطانیہ کو دیکھ لیں ۔ یہ عاصمہ جیلانی ،
افضل حیدر اور خورشید قصوری ایسے لوگ جو برطانیہ اور مغرب کی تقلید

کرتے نہیں تھکتے۔ وہاں کی مساوات کی مثالیں دے دے کر ہر حکمران کو اپنے من پسند انصاف پر مجبور کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ ان کے زبان و قلم نہیں تھکتے۔ برطانوی آئین اٹھا کر دیکھ لیں وہاں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کی مذہبی تفریق آئینی اور سرکاری طور پر موجود ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مغرب زدہ ان لوگوں کو صرف سیکولر اسٹیٹ کے نعرے اور شریعت کی بالادستی سے ہی چڑ ہے۔ مذہب کی بات کرتے وقت یہ برطانوی آئین اور قانون کی مثالیں کیوں دیتے ہیں؟ ایران کی مثال کیوں نہیں دیتے؟ تاکہ پاکستان ان معاملوں میں بھی ان کی تقلید کرے۔

س: صادق گنجی اور مولانا حق نواز کے قتل کی تفتیش میں آپ نے کیا فرق محسوس کیا ہے؟

ج: مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کو سوا سال ہو گیا ہے اس کی تفتیش ابھی تک ابتدائی مراحل میں ہے جب کہ صادق گنجی کا قتل ابھی چند دن کی بات ہے۔ اور اس کی تفتیش نصف سے زیادہ ہو چکی ہے۔ مبینہ بڑا ملزم صحت یاب ہونے پر بقول پولیس تفتیش بھی مکمل ہو جائے گی۔ لیکن مولانا حق نواز کے قتل کے ملزم سب بقید حیات ہیں۔ اقراری ہیں۔ لیکن حکومت ڈر کے مارے ان کے کیس کو جان بوجھ کر ڈھیل دیئے ہوئے ہے۔

س: آپ کے خیال میں حکومت فرقہ وارانہ دباؤ میں اگر کوئی فیصلہ کرتی ہے تو کیا یہ ملک اور قوم کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا۔ جب کہ ملک چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے اور خلیج میں گڑبڑ کے باعث

دُہراتوں ہے۔

ج: آپ ۹۵ فی صد اکثریت اور ۵ فی صد اقلیت کو غلط ملط کر رہے ہیں سُنّی اکثریت میں ہیں ان کی فقہ نافذ ہونی چاہیئے۔ یہ تو ایک الگ بات ہے لیکن ایک شخص خواہ اس کا تعلق کسی مذہبی فرقے سے ہو جو قتل ہو گیا ہے اس کے قاتلوں اور مربّیوں کو سزا تو ملنی چاہیئے۔ یہ تو کوئی فرقہ وارانہ بات نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے..... ہم تو کہتے ہیں مولنٰا احسان الٰہی ظہیر، عارف حسین حسینی، لیاقت علی خان اور ضیاء الحق کے قاتلوں کو بھی سزا ملنی چاہیئے۔ مجرم کوئی بھی ہو، کسی پارٹی، فرقے، گروہ یا جماعت سے تعلق رکھتا ہو اُسے بے دھڑک سزا دیں۔ لیکن مولانا حق نواز کے معاملے میں حکومت بہت خوفزدہ ہے۔ اس کا خیال ہے اگر مجرموں کو پھانسی دے دی گئی تو ایران ناراض ہو جائے گا۔

س: صادق گنجی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: ذاتی طور پر وہ ایک اچھے انسان تھے۔ لیکن پاکستان میں غیر سفارتی سرگرمیوں میں ضرورت سے زیادہ ملوّث تھے۔ گو کہ ان کے تعلقات شیعہ سُنّی سبھی سے تھے لیکن یہ بات صرف لیڈروں کی حد تک تھی۔ گلگت اور جھنگ میں ان کی سرگرمیوں کو حکومت پاکستان اور ایران سفارت خانہ جانتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ان کی تعیناتی سے اب تلک پاکستان خصوصاً جھنگ کئی بار شیعہ سُنّی فسادات کا شکار ہوا ہے؛ آخر ان باتوں کو حکومت پاکستان کب تک چھپائے گی؟ لیکن اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ صادق گنجی کے قاتلوں کو سزا دی جائے——

Scanned with CamScanner

پولیس نے جن چند نوجوانوں کو گرفتار کیا ہے وہ سپاہ صحابہؓ پر پابندی لگانے کے لئے جواز تلاش کرنے کے مترادف ہے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ ایرانی وزیر خارجہ واضح الفاظ میں سپاہ صحابہؓ پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر چکے ہیں۔

س: آپ کے خیال میں پاکستان کو سُنّی سٹیٹ قرار دینے سے فرقہ واریت فروغ نہیں پائے گی؟

ج: جی نہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ یہ بات تو وہ لوگ کرتے ہیں۔ جو شریعت سے ڈرتے ہیں۔ کہ شریعت آگئی تو ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔ یہ لوگ کلیدی آسامیوں پر بھی موجود ہیں۔ اور سیاست میں بھی ۔۔۔۔۔ جتوئی صاحب نے نگران وزیر اعظم ہوتے ہوئے بھی ۳۴ کے لگ بھگ ۱۷ اور اس سے اوپر کے گریڈوں میں اپنے آدمی کو ترقی دلوائی یہی سفارشی شریعت کے نفاذ میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

بیرونِ ممالک کے دَورے

قاسمی شہیدؒ نے نائب سرپرستِ اعلیٰ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد شہادت تک جن ممالک کے تبلیغی، تنظیمی اور سیاسی دَورے کئے ان میں قطر، دوبئی، عراق اور سعودی عرب شامل ہیں۔ شہادت کے وقت آپ کا پاسپورٹ آپ کی جیب میں موجود تھا جو آپ کے خون سے رنگین ہوگیا۔ بعد ازاں کسی صاحب نے آپ کے برادرِ نسبتی حافظ محمد عمران صاحب سے وہ پاسپورٹ دیکھنے کے لئے مانگا اور پھر دیکھتے دیکھتے غائب کردیا۔ کوششِ بسیار کے باوجود پاسپورٹ نہ مل سکا جس کی وجہ سے شہیدؒ کے بیرونِ ممالک کے دَورہ جات کی تاریخوں کی تعیین میں بے حد دشواری کا سامنا کرنے کے باوجود بھی مکمل کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ جو احباب اور علماءِ کرام مختلف دَوروں میں شہیدؒ کے ہم سفر رہے تھے انہوں نے بھی بارہا درخواستوں کے باوجود اس سلسلے میں کوئی تعاون نہیں کیا۔ نہ تاریخیں فراہم کیں اور نہ ہی تفصیلات سے مکمل آگاہی بخشی۔ بہرحال، جو کچھ ہمیں حاصل ہوا پیشِ خدمت ہے۔

دَورۂ قطر و دُبئی

قاسمی شہیدؒ نے "قطر" کا پہلا غیر ملکی سفر غالباً ۱۶ / اپریل ۱۹۹۰ء / رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ کو فرمایا۔ اس سفر کی دعوت اور تمام تر انتظام آپ کے دوست مولانا محمد اسمٰعیل رشیدی مقیم قطر (شیخ الجامعہ عمر بن عبدالعزیز اوکاڑہ) کے ہاتھوں میں تھا۔ ویزہ وغیرہ بھی مولانا موصوف نے ہی فراہم کیا تھا۔ قاسمی شہیدؒ تقریباً

ایک ہفتہ قطر میں مقیم رہے۔ ماہ رمضان المبارک کے ایام تھے۔ قاسمی شہیدؒ نے ان ایام میں بیسیوں مقامات پر استقبالیہ پروگراموں، کھلے جلسوں، افطار پارٹیوں، عشائیوں اور دیگر تقاریب سے خطاب کئے اور اپنے سامعین کو سپاہ صحابہؓ کے مشن اور جدوجہد سے آگاہ کیا اور مختلف احباب کو جھنگوی شہیدؒ کے مشن کی تکمیل کے لئے جدوجہد پر آمادہ کرنے کے بعد آپ دبئی میں مقیم احباب کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ ایک ہفتہ قیام کے دوران وہاں بھی جماعتی پروگرام سے لوگوں کو آگاہ کیا بعدازاں وطن واپس تشریف لائے۔

پانچ روزہ دورۂ عراق (۱)

جون ۱۹۹۰ء

۱۴ر جون ۱۹۹۰ء کو مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ سپاہ صحابہؓ کے ایک ۳ رکنی وفد جس میں آپ کے علاوہ سپاہ صحابہؓ پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری جناب محمد یوسف مجاہد اور مرکزی قانونی مشیر جناب محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ شامل تھے، کے ہمراہ عراق کے پانچ روزہ دورے پر روانہ ہوئے۔ آپ کا مقصد مورخہ ۱۶ر جون کو بغداد میں منعقد ہونے والی "مؤتمر عالم اسلامی" کی ایک اہم ترین کانفرنس میں شرکت کرنا تھا۔ اس کانفرنس میں دُنیا کے بیشتر ممالک سے تقریباً ۲۵۰ علماء، فقہاء اور دانشور حضرات مدعو کئے گئے تھے۔ پاکستان اس کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے والے حضرات میں قاری سعید الرحمٰن صاحب (سابق) صوبائی وزیر اوقاف صوبہ پنجاب، مولانا سلیم اللہ خان صدر سوادِ اعظم اہلسنّت، مولانا محمد اسفند یار خان، مولانا عبدالحکیم سابق ایم این اے، مولانا

شاہ احمد نورانی، پروفیسر فرید الحق، مولانا سیف اللہ خالد، جناب شجاعت علی قادری (جسٹس وفاقی شرعی عدالت) علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے صاحبزادے ابتسام الٰہی ظہیر، قاضی عبدالقدیر خاموش اور جاوید جمال ڈسکوی مرحوم (روزنامہ جنگ) بھی شامل تھے۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ اپنے وفد کے ہمراہ ۱۴ جون کو لاہور سے کراچی روانہ ہوئے۔ رات کراچی میں سپاہ صحابہؓ کے احباب کے ہاں گزاری۔ دوسرے روز ایئرپورٹ سے اسپیشل فلائیٹ کے ذریعے تقریباً ۱½ بجے دن بغداد پہنچے۔ ایئرپورٹ پر عراقی زعماء جن میں جناب عبداللہ فاضل (وزیر اوقاف)، جناب حسن (سیکرٹری وزیر امور خارجہ)، جناب محمود شبان ڈائریکٹر اوقاف اور دیگر آفیسر نے آپ کا استقبال کیا۔ بعد ازاں آپ کو بغداد کے فائیو سٹار ہوٹل فندق المنصور میں رہائش کے لئے لے جایا گیا۔ رات وہاں بسر ہوئی۔ دوسرے روز یعنی ۱۶ جون کو کانفرنس کا انعقاد ہوا۔

کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ تمام مسلم ممالک کو بیت المقدس آزاد کرانے کے لئے اسرائیل کے خلاف متحد ہو جانا چاہیئے۔ کانفرنس سے تمام ممالک کے مندوبین کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ ۳ روزہ کانفرنس تھی جس کے آخری روز رئیس عراق جناب صدام حسین نے شرکاء سے تقریباً ½ گھنٹہ فی البدیہہ خطاب کیا۔

ان کی گفتگو کا حاصل یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ بحال کرنی چاہیے اور خصوصی طور پر عرب ممالک کو طاقتور بننا چاہیے کیونکہ اگر عرب طاقتور ہوں گے تو تمام مسلم ممالک طاقتور ہوں گے اور اگر عرب کمزور ہو جائیں گے تو تمام مسلم ممالک کمزور ہو جائیں گے۔ تمام مسلم ممالک کو اپنی مشترکہ فوج تیار

کرنی چاہیئے۔ نیز اگر عالم اسلام کے تمام مسلمان عزت کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو انہیں مشترکہ بلاک بنا لینا چاہیئے۔

یہ کانفرنس ۱۸ جون کو اختتام پذیر ہوئی۔ ۱۹ جون کو تمام پاکستانی مندوبین کو نجف اشرف میں امیرالمؤمنین، خلیفۂ رابع حضرت علی المرتضیٰؓ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے لے جایا گیا۔ وہاں پر زیارت اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہونے کے بعد کربلا میں نواسۂ رسولؐ، جگر گوشۂ بتول حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سیدنا حسینؓ کے مزار کی زیارت اور فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد حضرت عباسؓ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ ساڑھے چار بجے شام بغداد واپسی ہوئی۔ اگلے روز صبح ساڑھے نو بجے "مدائن" میں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمانی، حضرت عبداللہ بن جابرؓ اور حضرت مسلم بن عقیلؓ کے بیٹے حضرت طاہر بن محمد کے مزارات کی زیارت کرنے کے بعد شہنشاہِ ایران کسریٰ کا وہ محل جس کے کنگرے حضورؐ کی ولادت کے وقت گر گئے تھے، بھی دیکھا۔ بعدازاں "قادسیہ" کی مشہور و معروف رزم گاہ کی زیارت کی دوپہر کو واپس ہوٹل المنصور پہنچے۔ اسی شام ساڑھے چھ بجے کے قریب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت موسیٰ کاظمؒ، ابن جعفرؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور بعدازاں حضرت امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کے مزارات کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے شام کو ہوٹل المنصور اور دوسری صبح خصوصی طیارہ کے ذریعے پاکستان واپسی ہوئی۔

اس دورہ کے دوران قاسمی شہیدؒ سپاہ صحابہؓ کے نائب سرپرست اعلیٰ، اور امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کے جانشین ہونے کی وجہ سے دنیا بھر سے آئے ہوئے مندوبین کے لئے خصوصی توجہ اور دلچسپی کا محور بنے رہے۔

قاسمی شہیدؒ نے ہر ملنے والے کو سپاہِ صحابہؓ کے تعارف، غرض و غایت اور اہمیت سے آگاہ کیا۔

دَورۂ عراق (۲)

سپاہِ صحابہؓ پاکستان کے نائب سرپرستِ اعلیٰ اور ممبر قومی اسمبلی مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے عراق کا دوسرا دَورہ اُس وقت کیا جب عراق کی سیاسی صورت حال بہت پیچیدہ ہو چکی تھی۔ عراقی صدر صدام حسین اسرائیل پر حملہ کر کے بیت المقدس آزاد کرانے سے قبل اپنی ہمسایہ عرب ریاست "کویت" کی صفائی کا منصوبہ بنا چکے تھے جبکہ امریکہ بہادر اپنی اتحادی فوجوں سمیت عراق پر چڑھائی کر کے اُسے تہس نہس کرنے اور تیل کے ذخائر پر قبضہ کر کے مسلم ممالک کی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے پَر تول رہا تھا۔ مسلم ممالک کے حکمران اور عوام الناس پریشانی اور بے چینی کے عالم میں مختلف نقطہ ہائے نظر کے حامل تھے۔ اب یہاں آکر سپاہِ صحابہؓ کے قائدین کے نقطۂ نظر میں بھی کچھ اختلاف رونما ہوا۔ — وہ یہ کہ قاسمی شہیدؒ کسی حد تک صدام حسین کے حامی تھے جبکہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صدام حسین کی پالیسی سے قطعاً متفق نہیں تھے۔ اور وہ کویت پر قبضے کو صدام حسین کا غاصبانہ اقدام قرار دیتے تھے۔ ساتھ ہی وہ بش جارحیت کے بھی اشد مخالف تھے۔

قاسمی شہیدؒ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۰ء، ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ بروز اتوار بغداد پہنچے تو عراقی مجلس قیادۃ الثورہ کے رکن اور عراقی کابینہ میں شامل وزراء کے نائب اوّل جناب طٰہٰ یٰسین نے بغداد ایئرپورٹ پر آپ کا استقبال

کیا۔ آپ نے مختلف اخبارات کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے
واضح کیا کہ امریکی صدر جارج بش اور ان کے اتحادیوں کے عزائم انتہائی
خطرناک ہیں۔ اور وہ کویت کے دفاع کے بہانے عراق پر حملہ کر کے عالم اسلام
کی سینٹ کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر ان کی قوت کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن
مسلمان ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ آپ نے صدام حسین کو اپنی حمایت اور
تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ نیز صدام کی اپنے موقف پر ثابت قدمی کو خراج
تحسین پیش کیا۔

١٦ دسمبر ١٩٩٠ء کو ہی عراق کے وزیر اوقاف و مذہبی امور جناب
عبداللہ فاضل سے ملاقات کے دوران آپ نے انہی خیالات کا اظہار کیا نیز
عراق امریکہ جنگ کی صورت میں دس ہزار تربیت یافتہ مجاہدین پیش کرنے کا
اعلان کیا۔ ١٧ دسمبر کو عراق کے متعدد اخبارات مثلاً بغداد سے شائع ہونے
والے یومیہ سیاسی جرائد "الجمہوریہ"، "العراق"، "الثورۃ"، "القادسیہ" نے
آپ کے بیانات کو بھرپور کوریج دی۔ اور شہ سرخیاں جمائیں۔ "الثورہ" نے
آپ کا ایک انٹرویو بھی شائع کیا۔

عراق سے واپسی پر آپ سعودی عرب روانہ ہو گئے۔ حرمین شریفین
کی زیارت اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد دسمبر کے آخری ہفتے میں
وطن واپس تشریف لے آئے۔

Scanned with CamScanner

گیارہواں باب

"متفرّقات"

ہو حلقۂ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(علامہ اقبالؒ)

Scanned with CamScanner

خوراک و لباس

قاسمیؒ شہید خوراک اور لباس کے معاملے میں بہت حساس تھے۔ اچھا کھانا اور اچھا پہننا آپ کا زندگی بھر کا معمول رہا۔ کپڑے پر معمولی سا داغ بھی انہیں بے چین کر دیتا تھا۔ کپڑا خرید تے وقت کپڑے کی نفاست کو ہمیشہ مدِ نظر رکھتے۔ خوب صورت لباس زیب تن کر کے اور تِلّے دار کُھسہ پہن کر جب بازار میں نکلتے تو لوگ دکانوں سے باہر نکل کر آپ کی ایک جھلک دیکھنے کو بے چین ہو جاتے۔ نہایت فیاض تھے۔ آپ کے دسترخوان پر مہمانوں کا ہجوم رہتا تھا۔

عجز و انکسار

عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ کسی کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ میرے دوست قاری نور محمد فاروقی نے کسی بات پر دل برداشتہ ہو کر کہہ دیا۔ "حضرت سانوں پتہ اے تسی ساڈے نخرے نئیں برداشت کرنیں۔ اساڈے نخرے برداشت کرن والا وگ گیا اے"۔ (حضرت ہمیں پتا ہے کہ آپ نے ہمارے نخرے برداشت نہیں کرنے! ہمارے نخرے برداشت کرنے والا چل بسا ہے)

بس یہ سننا تھا کہ قاسمی صاحب پانی پانی ہو گئے۔ قاری نور محمد فاروقی کو گلے لگا لیا اور فرمانے لگے میرے ویرا میں آپ کا قائد نہیں۔ عام سا انسان ہوں کوئی غلطی ہو جائے تو ناراض ہو کر پریشان کرنے کی بجائے معاف کر دیا کرو۔ یہ آپ کے ایم این اے بننے کے بعد کا واقعہ ہے۔ جب کہ آپ جھنگ میں مقیم تھے۔ اور اس سے پہلے اوکاڑہ اور گڑھ مہاراجہ میں کئی ایسے بے شمار واقعات پیش آ چکے تھے۔

ذوقِ مطالعہ

قاسمی شہیدؒ دینی کتابوں کے مطالعہ کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ مختلف موضوعات پر سینکڑوں کتب آپ کے گھر کی الماریوں میں اب بھی موجود ہیں۔ اور ایک باذوق قاری کی طرح اپنی کتب کی دیکھ بھال، جھاڑ پھونک کے لئے ضرور وقت نکالا کرتے تھے۔ جھنگ میں رہائش کے دوران خصوصاً ایم این اے بننے کے بعد جب آپ اپنی زندگی کے انتہائی مصروف ترین ایام گزار رہے تھے۔ مطالعہ کے لئے کوشش کے باوجود بھی کوئی وقت نہ ملتا تو تبلیغی سفر کے دوران حسبِ ضرورت کچھ کتب اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ فرقِ باطلہ کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ خصوصاً شیعہ کتب کی خرافات کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی تقاریر میں اُن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام میں مندرجہ ذیل کتب آپ کے زیرِ مطالعہ تھیں

۱۔ ہدیۃ الشیعہ	مصنف	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
۲۔ اُسوۂ رسول اکرمؐ	"	ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی
۳۔ فضائلِ اعمال	"	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی
۴۔ تحفۂ خلافت	"	امام اہلسنّت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ
۵۔ سیرت المصطفیٰؐ	"	مولانا محمد ادریس کاندھلوی
۶۔ خطباتِ حکیم الاسلام	"	قاری محمد طیّب قاسمی
۷۔ اصلاحِ شیعہ (اردو)	"	ڈاکٹر موسیٰ الموسوی
۸۔ شیخ سقیفہ	"	علی اکبر شاہ ملعون
۹۔ جاگیر فدک	"	غلام حسین نجفی ملعون
۱۰۔ حقیقتِ فقہ حنفیہ	"	"
۱۱۔ حیاتِ امیرِ عزیمت "	"	مولانا محمد الیاس بالاکوٹی

Scanned with CamScanner

شاعری سے دلچسپی

قاسمی شہیدؒ اگرچہ شاعر تو نہیں تھے لیکن انہیں شاعری سے لگاؤ ضرور تھا۔ احباب کی محفل میں کبھی کبھی بیت بازی بھی ہو جاتی تھی۔ آپ کی آواز میں زبردست ترنم تھا۔ اچھی اچھی نظمیں کافی تعداد میں آپ کو ازبر تھیں۔ ذیل کی یہ نظم آپ کی ۸۸۔۔۔ کی ذاتی ڈائری سے نقل کی جا رہی ہے:

حق کا علم لہرایا ہے لہرائیں گے — صدیق و عمر کے دشمنوں سے ٹکرائیں گے
جرم یہی ہے نام صحابہ کا لیتے ہیں — ہم ہیں مجرم جرم سے باز نہ آئیں گے
یاران نبیؐ کے پروانوں کو مت روکو — شمع حق نہ چھوڑیں گے جل جائیں گے
صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ یاران نبیؐ! — حق ہیں، حق ہیں، مل کر نعرہ لگائیں گے
صدیقؓ کی خاطر جان دے دی تو جیت گئے — خوش ہو کر ہم دار پہ بھی چڑھ جائیں گے
نام عمرؓ کا لیں تو دل کو سکون ملے — جو جلتا ہے عمرؓ سے اس کو جلائیں گے
نام عثمانؓ کا لیں گے ہم، تم ستم کرد — نادانو! ہم موت سے راحت پائیں گے

ہم تو شہادت کے ہیں ہر دم متلاشی
تم نے سمجھا موت سے یہ گھبرائیں گے؟

نعت رسولؐ سے بھی آپ کو بہت دلچسپی تھی۔ اور اکثر پنجابی زبان کی یہ نعت گنگناتے تھے۔

ہے چہرہ والضحیٰ تیرا — سوہنڑی تیری آقا پیشانی
ہے ہر ہر جا تیرا چرچا — ایہہ دنیا تیری دیوانی

مزدوری:

ایک دفعہ اوکاڑہ میں جامعہ عمر بن عبدالعزیز کے احاطہ میں ہی آپ کا

Scanned with CamScanner

چھوٹا سا مکان تعمیر ہو رہا تھا۔ تو آپ خود مزدور کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ایک دن آپ، حافظ عمران کے ہمراہ مکان کے فرش کے لئے روڑی کوٹنے میں مصروف تھے کہ باہر سے کار کا ہارن سنائی دیا۔ آپ فوراً سنبھل کر کھڑے ہو گئے۔ اور عمران سے باہر جا کر دیکھنے کو کہا کہ کون ہے؛ بھائی عمران نے دیکھ کر بتایا کہ کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر جا کر دیکھو یہ کار کس کی ہے؛ بھائی عمران نے دوبارہ دیکھ کر بتایا کہ کار دور چلی گئی ہے۔ پتا نہیں کس کی ہے؛ قاسمی شہیدؒ فرمانے لگے ایسا ہارن مولنا حق نواز صاحب کی کار میں لگا ہوا ہے۔ اور یہ ایک مخصوص ہارن ہے جس کی وجہ سے میں نے سمجھا کہ کہیں مولنا حق نواز صاحب تو نہیں آ گئے۔

آپ حسب ضرورت، محنت مزدوری بے تکلف کر لیا کرتے تھے۔ کئی بار لوگوں نے آپ کو گارا بناتے اور اٹھاتے دیکھا۔

تیراکی

ایم این اے بننے کے بعد ایک بار اپنے سسرال تشریف لے گئے تو ان کے ہاں نلکا (HAND PUMP) خراب ہوا پڑا تھا۔ جب کہ آپ نے غسل کرنا تھا۔ آپ کے برادرِ نسبتی حافظ محمد عمران کہتے ہیں کہ مجھے پریشانی لاحق ہوئی کہ اب کیا ہوگا؛ لہٰذا میں نے آپ سے کہا بھائی جان آپ ذرا تشریف رکھیں میں بالٹی میں پانی بھر کے لاتا ہوں۔ تو آپ نے منع کر دیا اور فرمایا کہ پانی بھر کر لانے کی ضرورت نہیں ہے آج ہم نہر پر ہی نہائیں گے۔ لہٰذا چادر باندھ لی مجھے ہمراہ لیا اور ہم دونوں نہر پر چلے گئے اور کافی دیر تک نہاتے رہے۔ مولنا بلا کے تیراک تھے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ طارق افضال چودھری سابق سالارِ اعلیٰ سپاہِ صحابہؓ پاکستان نے اپنے مضمون "میرا قائد، میرا پیر، میرا دوست" شائع شدہ ماہنامہ خلافتِ راشدہ جنوری ۱۹۹۳ء میں لکھا ہے جس سے آپ کی سادگی، عزم و ہمت اور خلوص کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

طارق افضال چوہدری رقم طراز ہیں۔

" ایک بار تھانہ مسن کے موضع سلیانہ میں جھنگ کے نوابوں کے ایماء پر ایک نام نہاد پیر نے موضع سلیانہ میں اہلسنّت کی مسجد پر قبضہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ برادرم میاں نیاز سلیانہ اور فردوس سلیانہ نے مجھے اس تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ میں نے تمام واقعات اپنے قائد حضرت مولٰنا حق نواز جھنگوی شہید کے گوش گزار کئے۔ مولٰنا شہید نے مظفر گڑھ اور لیّہ کے اضلاع میں جلسہ جات سے خطاب کرنا تھا۔ مولٰنا شہید نے مجھے حکم دیا کہ میں مولٰنا ایثار القاسمی صاحب کو ساتھ لے کر سلیانہ چلا جاؤں اور مسجد کے اس تنازعے کو ختم کراؤں۔ مولٰنا شہید نے فرمایا کہ میں کسی دوسرے ساتھی کو مظفر گڑھ لے جاؤں گا تم سلیانہ چلے جاؤ۔ یہی پہلا موقع تھا کہ میں مولٰنا حق نواز شہیدؒ کے ساتھ نہ جا رہا تھا۔ مجبوراً مولٰنا شہیدؒ کے حکم کی تعمیل کی اور گڑھ مہاراجا جا کر قاسمی سے تمام واقعات بیان کئے۔ اور مولٰنا شہید کا حکم بھی سنایا۔ حضرت مولٰنا ایثار القاسمی صاحب نے تمام واقعہ سن کر گڑھ مہاراجا کے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور برادرم رانا مراد علی خان کو گاڑی میں بٹھا کر گڑھ مہاراجا سے سلیانہ کے لئے چل پڑے۔ جھنگ سے ایک بس ساتھیوں سے بھری ہوئی پہلے ہی تیار کھڑی تھی۔ یہ قافلہ جھنگ سے چل پڑا۔ تھانہ مسن سے کچھ ہی آگے جا کر بس رک گئی۔ میں، رانا مراد علی اور ایثار القاسمی صاحب کار میں تھے۔ ہم نے کار سے اتر کر رکنے کی وجہ معلوم کی تو پتا چلا کہ آگے سیلاب

Scanned with CamScanner

آیا ہوا ہے بس وغیرہ آگے نہ جاسکے گی۔ تمام ساتھی نیچے اُتر کر پریشان کھڑے تھے کہ کیا کیا جائے۔ ایسے میں مولانا ایثار القاسمی نے تمام صورت حال بھانپ لی۔ آپ کار سے اترے۔ جوتی اتاری۔ شلوار ٹخنوں سے اونچی کی اور بسم اللہ پڑھ کر پانی میں داخل ہو گئے۔ قاسمی صاحب کو پانی میں داخل ہوتے دیکھ کر تمام کارکن بھی پانی میں داخل ہو گئے۔ میں، رانا مراد اور قاسمی صاحب قافلے کے آگے آگے جا رہے تھے۔ پانی بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر کار پانی ناف سے بھی اوپر تک آگیا۔ کپڑے وغیرہ گیلے ہو گئے۔ میں حیران تھا کہ یہ کیسا مولوی ہے؛ جو کارکنوں سے بھی آگے آگے پانی میں چلا جا رہا ہے۔ پانی میں چلتے چلتے پاؤں میں کانٹے بھی چبھ رہے تھے۔ قاسمی صاحب بار بار رُک کر پاؤں سے کانٹے نکالتے اور چل پڑتے۔ کئی کارکنوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم آپ کو اٹھا لیتے ہیں۔ آپ کاندھوں پر سوار ہو جائیں۔ مگر یہ بہادر اور نڈر قائد بے خوف و خطر پانی کے انجانے رستوں پر آگے بڑھتا رہا۔ ساڑھے چار گھنٹے پانی میں چلنے کے بعد ہم سلیانہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے برادرم نیاز احمد صاحب کے ذریعے خشک کپڑے منگوا کر قاسمی صاحب کے کپڑے بدلوائے۔ جب قاسمی صاحب کے پاؤں کے تلوے دیکھے تو میں اور دیگر ساتھی تڑپ اٹھے کہ دونوں تلووں میں اَن گنت کانٹے پیوست تھے جو میں نے نہایت محبت اور پیار سے نکال دیئے۔ اس دن قاسمی صاحب کا ہمارے ساتھ سارا دن انتظام وغیرہ میں گزرا شام کو جلسہ ہوا۔ قاسمی صاحب نے کارکنوں کے حوصلے اس قدر بلند کر دیئے کہ ہر کارکن مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ قاسمی صاحب اور میں دو راتیں اور دو دن سلیانہ میں رہے۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ مسجد کی بے حرمتی کر سکے یا کوئی غلط قدم اٹھا سکے۔

الیکشن ۹۰ء کے دوران پُر جوش نعرے

جھنگ کے عوام کا جوش و خروش ان کے جذباتی نعروں سے نمایاں تھا۔ ایک بار فاروقی صاحب، مولانا ایثار القاسمی صاحب کے انتخابی جلسہ سے خطاب کر رہے تھے اور عوام کے جذبات کو گرما رہے تھے کہ ایک نوجوان مجمع میں سے کھڑا ہوا۔ اس نے نعرے لگوانے شروع کئے اور سامعین پر گویا جادو کر دیا۔ اب عوام بھی اس کے ہم نوا تھے اور یک زبان کہہ رہے تھے۔

تُو جھنگ میں آیا ــــ قاسمی
ہم روتے ہوؤں کو ــــ قاسمی !
سینے سے لگایا ــــ قاسمی !
یہ وعدہ اپنا ــــ قاسمی !
ہم ووٹ بھی دیں گے ــــ قاسمی !
یہ ووٹ تو کیا ہیں ــــ قاسمی !
ہم نوٹ بھی دیں گے ــــ قاسمی !
یہ نوٹ تو کیا ہیں ــــ قاسمی !
ہم دل بھی دیں گے ــــ قاسمی !
یہ دل تو کیا ہے ــــ قاسمی !
ہم جان بھی دیں گے ــــ قاسمی !
یہ جان تو کیا ہے ــــ قاسمی !
ہم بچے دیں گے ــــ قاسمی !

Scanned with CamScanner

ارے بچے کیا ہیں ___ قاسمی !
ہم سب کچھ دیں گے ___ قاسمی !
ایران میں جائیں ___ قاسمی !
اور یہ منوائیں ___ قاسمی !
صدیق تھے سچے ___ قاسمی !
اور یہ منوائیں ___ قاسمی !
فاروق تھے سچے ___ قاسمی !
اور یہ منوائیں ___ قاسمی !
عثمان تھے سچے ___ قاسمی !
پھر یہ منوائیں ___ قاسمی !
حیدر تھے سچے ___ قاسمی !
پھر یہ منوائیں ___ قاسمی !
عائشہ تھی سچی ___ قاسمی !
ان سب کی خاطر ___ قاسمی !
جھگڑی تھے سچے ___ قاسمی !
کردار کے اچھے ___ قاسمی !
للکار کے سچے ___ قاسمی !
ماؤں کے پیارے ___ قاسمی !
بہنوں کے سہارے ___ قاسمی !
یہ راج دلارے ___ قاسمی !
آنکھوں کے تارے ___ قاسمی !

یہ پیارے پیارے ـــــ قاسمی !

ان مذکورہ نعروں میں محض جذباتیت نہیں تھی بلکہ اہلِ جھنگ کا لہو بول رہا تھا۔ یہ خلوص کی پکار تھی۔ پھر اُنہی نعروں نے ثابت کیا کہ جھنگ والوں نے اپنے لوٹ بھی نچھاور کیے۔ ووٹ بھی دیئے۔ اس سے آگے بڑھ کر کڑیل جوان بھی قربان کیے۔ لیکن اُس گئے گزرے دور میں کبھی جھکنا گوارا نہ کیا۔

مناصب و اعزازات

قاسمی شہیدؒ نے تھوڑی سی زندگی میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور فطری خوبیوں کے باعث مندرجہ ذیل مناصب و اعزازات حاصل کیے۔

۱۔ آپ کو مولنا حق نواز شہیدؒ نے اپنا بازو قرار دیا تھا۔

۲۔ مولنا حق نواز شہیدؒ نے آپ کو اوّلاً سپاہِ صحابہؓ کا کنوینر اور ثانیاً سپاہِ صحابہؓ پنجاب کا صدر مقرر کیا تھا۔

۳۔ مولنا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد اُن کے جسدِ مبارک کو غسل دینے کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔

۴۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے شہیدؒ کی میّت کو لحد میں اتارا۔

۵۔ آپؒ مولنا حق نواز شہید کی شہادت کے بعد اُن کی مسجد کے منبر و محراب کے اولین وارث قرار پائے۔

۶۔ آپ سپاہِ صحابہؓ کے اولین نائب سرپرستِ اعلیٰ منتخب کئے گئے۔

۷۔ آپ کو سب سے پہلے جرنیلِ سپاہِ صحابہؓ کے خطاب سے نوازا گیا۔

۸۔ سپاہِ صحابہؓ کے جماعتی آرگن ماہنامہ "خلافتِ راشدہ" کے آغاز میں ہی آپ

کو معاون مدیر مقرر کیا گیا۔

۹۔ سپاہِ صحابہؓ کی تاریخ میں آپ سب سے پہلے ایم این اے اور ایم پی اے منتخب ہوئے۔

۱۰۔ پاکستان کے قومی ایوان میں آپ سب سے کم سن عوامی نمائندے تھے جن کی کل عمر ۲۶ سال تھی۔

۱۱۔ آپ نے جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد اُن کے مکان کے قریب کرائے پر مکان لے کر ان کی دنیاوی ہمسائیگی کا شرف حاصل کیا۔

۱۲۔ آپ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے قومی اسمبلی میں اہلِ تشیع کو ہدفِ تنقید بنایا۔

۱۳۔ آپ نے سب سے پہلے قومی ایوان میں ایرانی حکومت کو ہدفِ تنقید بنایا اور سپاہِ صحابہؓ کا موقف بیان کیا۔

۱۴۔ آپ ملکی تاریخ میں واحد ایم این اے تھے جنہوں نے خطرناک راتوں میں جاگ کر قوم پر پہرہ دیا۔

۱۵۔ آپ مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کے متصل بعد شہید ہونے والے عالم دین تھے۔

۱۶۔ آپ کو سب سے جھنگوی شہیدؒ کی قبر میں ہمسائیگی کی سعادت نصیب ہوئی۔

Scanned with CamScanner

بارہواں باب

- تعزیتی پیغامات و خراجِ تحسین
- سیاسی و مذہبی شخصیات
- شعراء کرام
- اخبارات و جرائد

۱۔ (سابق) صدرِ مملکت غلام اسحٰق خاں

"مرحوم کو مذہبی اور سیاسی حلقوں میں بہت دیر تک یاد رکھا جائے گا"

۲۔ (سابق) وزیرِ اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف:

"مولٰنا ایثار القاسمی نے قوم کے لئے جو خدمات سرانجام دی ہیں انہیں مدتوں یاد رکھا جائے گا"۔

۳۔ (سابق) گورنر پنجاب میاں محمد اظہر:

"مولٰنا کے قتل سے عالمِ اسلام اور پاکستان ایک عظیم عالمِ دین سے محروم ہو گئے ہیں"۔

۴۔ (سابق) وزیرِ اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں۔

"مولٰنا ایثار القاسمی کا قتل انتہائی افسوسناک اور قابلِ مذمت ہے۔ پنجاب حکومت مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے اپنی ذمہ واری پوری کرے گی"۔

۵۔ بے نظیر بھٹو

"ایک رکنِ اسمبلی کا قتل یہ ثابت کرتا ہے کہ ملک میں امن و امان کی صورتحال نازک ہے۔ مولٰنا کے قتل میں ملوث ملزموں کو سخت سے سخت سزا دی جائے"۔

۶۔ نوابزادہ نصر اللہ خان:

"بدقسمتی سے ملک میں نسلی اور لسانی فسادات ہو رہے ہیں جو کہ ملک کی سلامتی کے لئے خطرناک ہیں۔

مولٰنا کے قتل میں ملوث ملزمان کو سخت سے سخت سزا دی جائے"۔

۷۔ مولٰنا عبدالستار خان نیازی صدر جمعیت علماء پاکستان

"مولانا ایثار القاسمی کی شہادت ایک قومی المیہ ہے"۔

۸۔ اعجاز الحق (سابق وزیر محنت و افرادی قوت)

"اسلام دشمن طاقتیں علماء کرام کو قتل کروا کر ملک میں امن و امان کی صورت حال پیدا کرتی ہیں۔ مولانا شہید کا بہیمانہ قتل اسلام دشمن طاقتوں کی گھناؤنی سازش ہے"۔

۹۔ سابق سپیکر قومی اسمبلی مسٹر گوہر ایوب خان

"مولانا ایثار القاسمی ہردلعزیز پارلیمنٹرین تھے ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا"۔

۱۰۔ چیئرمین سینٹ (سابق) و قائمقام صدر جناب وسیم سجاد

"مولانا مرحوم ایک سچے عاشق رسول تھے جنہوں نے اسلام کی بہت خدمت کی۔ لیکن دشمنوں نے انہیں راستے کا روڑا سمجھتے ہوئے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے"۔

۱۱۔ جنرل کے۔ایم اظہر

"مولانا کے قتل سے قوم ایک دینی رہنما سے محروم ہو گئی ہے"۔

۱۲۔ سردار عبدالقیوم خان (وزیر اعظم آزاد کشمیر)

"مولانا مرحوم مذہبی سکالر ہونے کے ساتھ ساتھ منتخب نمائندے بھی تھے۔ ان کی دینی اور ملی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا"۔

۱۳۔ مولانا شاہ احمد نورانی

"مولانا ایثار القاسمی ایک عالم دین تھے جن کی ملک و ملت کے لئے کافی خدمات تھیں۔ ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا"۔

۱۴۔ وزارت مذہبی امور عراق۔

"عراق کی وزارتِ مذہبی امور نے مولٰنا ایثار القاسمی کی اَلم ناک شہادت پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا۔

" مولٰنا کی شہادت سے عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے دشمنانِ اِسلام نے مولٰنا مرحوم کو قتل کرکے عالمِ اسلام کے دِلوں کو مجروح کیا ہے۔ مولٰنا اِسلام اور مسلمانوں کے سچے خیرخواہ تھے جنہوں نے اپنی زندگی اِسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف کررکھی تھی۔"

۱۵۔ دکتور محمود الحسن

وزارت الحصتہ السعودیۃ العربیہ کے رہنما جناب ڈاکٹر محمود الحسن نے مولٰنا ایثار القاسمی کی شہادت اور سفاکانہ قتل پر گہرے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

" مولانا بہترین خطیب تھے۔ جنہوں نے اپنی خطابت کا لوہا پوری دنیا سے منوایا تھا۔ اور اپنے عمدہ خیالات سے عالمِ اسلام کو نوازتے تھے۔"

۱۶۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اساتذہ اور شیوخ نے مولٰنا مرحوم کے المناک قتل کو پوری دنیا اور امتِ مسلمہ کے لئے سانحۂ فاجعہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ

" شہیدؒ کا خونِ ناحق کبھی رائگاں نہیں جائے گا۔ یہ خون ضرور رنگ لائے گا۔"

شیوخِ مدینہ نے مولانا ایثار القاسمی مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے دعا کی اور پس ماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل سیاسی ومذہبی شخصیات نے قاسمی شہیدؒ کے قتل پر تعزیتی بیانات جاری کئے۔

Scanned with CamScanner

قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی و چیئرمین اسلامک فرنٹ پاکستان، مولانا فتح محمد، مہناز رفیع، شفیقہ اعجاز ہاشمی، ریحانہ علیم مشہدی، ارشد خان لودھی مہر محمد اسلم بھروانہ، ڈاکٹر محمد انوار الحق، جنرل عبدالمجید ملک، عامر سلطان چیمہ رانا پھول محمد، ملک سلیم اقبال، مولانا فضل الرحمٰن، حافظ حسین احمد، میاں محمد اجمل قادری، مولانا سمیع الحق، پروفیسر ساجد میر، مولانا معین الدین لکھوی۔

ہفت روزہ "تکبیر" کراچی۔ ۲۴؍ جنوری ۱۹۹۱ء

جھنگ کے افسوس ناک واقعات

۱۰؍ جنوری کو جھنگ میں ضمنی انتخابات والے روز افسوس ناک واقعات ہوئے جن میں سب سے زیادہ افسوس ناک مولانا ایثار الحق قاسمی کا المیۂ قتل ہے۔ جھنگ شہر مولانا حق نواز جھنگوی کا شہر ہے جو انجمن سپاہِ صحابہؓ کے بانی تھے اور فرقہ وارانہ کشیدگی کے سبب ہی ان کی شہادت کا المیہ پیش آیا تھا اور چونکہ خود مولانا ایثار الحق قاسمی انجمن سپاہِ صحابہ کے نائب صدر تھے اور گزشتہ انتخابات میں جھنگ سے قومی اور صوبائی اسمبلی کی دونوں نشستوں پر کامیاب ہوئے تھے اور اب صوبائی اسمبلی کی ان کی چھوڑی ہوئی نشست ہی پر انجمن سپاہِ صحابہؓ کے میاں اقبال حسین امیدوار تھے، جن کے پولنگ اسٹیشنوں کا وہ دورہ کر رہے تھے۔ لہذا اس پس منظر کے ساتھ اگر پورے ملک میں یہ سمجھا گیا کہ مولانا ایثار الحق کا المیۂ قتل بھی مولانا حق نواز ہی کی طرح کا ہے اور فرقہ وارانہ کشیدگی کا نتیجہ ہے، تو یہ کوئی غیر فطری بات نہیں ہے لیکن جھنگ سے موصولہ خبروں کا بہ نظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو معاملہ کچھ مختلف

Scanned with CamScanner

نظر آتا ہے۔

۱۹۹۰ء کے انتخابات میں جھنگ سے آئی جے آئی کا ٹکٹ مولنا ایثار الحق قاسمی صاحب ہی کو ملا تھا۔ اور وہ آئی جے آئی کے امیدوار کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔ تاہم ان کا مضبوط تعلق انجمن سپاہِ صحابہؓ سے تھا۔ وہ اس کے مرکزی نائب صدر تھے۔ اس بار صوبائی اسمبلی کے لئے آئی جے آئی کا ٹکٹ شیخ محمد اقبال کو ملا جن کا تعلق انجمن سپاہِ صحابہؓ سے نہیں ہے۔ وہ بلدیہ جھنگ کے چیئرمین بھی ہیں۔ انجمن سپاہِ صحابہؓ نے آئی جے آئی کے اس امیدوار کے مقابلہ میں اپنا الگ امیدوار میاں اقبال حسین کو نامزد کیا اور وہ جھنگ کے صوبائی حلقے پی پی ۶۵ سے انجمن سپاہِ صحابہؓ کے ٹکٹ پر انتخاب لڑ رہے تھے۔ وقوعے کے روز "مولنا ایثار الحق قاسمی حلقہ پی پی ۶۵ کے امیدوار میاں اقبال حسین کے ہمراہ بستی گوگیاں والی میں واقع ایک پولنگ اسٹیشن کے باہر ضلعی افسروں سے بات کر رہے تھے"۔ (روزنامہ۔ نوائے وقت کراچی ۱۱ر جنوری ۱۹۹۱ء) "پولنگ اسٹیشن کے اس دورے کے موقع پر انہوں نے فائرنگ کی آواز سنی، وہ یہ سمجھے کہ ان پر حملہ ہوا ہے، وہ ہاتھ میں ریوالور لئے اپنی جیپ سے اُترے اور پوزیشن لینے کی کوشش کی لیکن اس سے قبل ان پر ایک کار سے فائر کیا گیا۔ جس سے وہ زخمی ہو گئے وہ گر پڑے۔ بعد ازاں پولیس نے کار میں سوار افراد کو گرفتار کر لیا۔ جن میں آئی جے آئی کے امیدوار کا بیٹا بھی شامل ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۹۱ء) گرفتار ہونے والے بیٹے کا نام ظفر اقبال ہے۔

ان خبروں سے بدیہی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا فرقہ وارانہ نہیں تھا بلکہ دو امیدواروں کے حامیوں کا جھگڑا تھا۔ جس کار سے فائرنگ

ہوئی۔ اس میں گرفتار ہونے والوں میں "مخالف امیدوار" کے بیٹے کے شامل ہونے سے ظاہر ہے کہ حملہ آور "مخالف فرقے" کے نہیں "مخالف امیدوار کے لوگ تھے۔ اور مخالف امیدوار کا تعلق مخالف فرقے سے نہیں تھا۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر کی یہ بات درست معلوم ہوئی کہ جھگڑا فرقہ وارانہ نہیں سیاسی تھا اور یہ قتل فرقہ وارانہ کشیدگی کے سلسلے کا نہیں بلکہ اسے سیاسی اور انتخابی کشیدگی کے سلسلے کا ہی قتل سمجھا جانا چاہیئے۔ جیسے مولانا ایثار الحق کے انجمن سپاہ صحابہؓ کے نائب صدر ہونے کی وجہ سے فرقہ وارانہ کشیدگی کے سلسلے کا قتل سمجھ لیا گیا۔ اس کی مزید تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ مقامی طور پر جو ردِّ عمل ہوا۔ وہ بھی فرقہ وارانہ کشیدگی والا نہیں تھا۔ مولانا ایثار الحق کے قتل کے خلاف فوری احتجاج کرنے والوں کے غم و غصے کا ہدف مخالف امیدوار اور ان کے حامی بنے۔ آئی جے آئی کے امیدوار شیخ محمد اقبال کا گھر جلایا گیا اور ان کے ایک بھانجے شیخ محمد اکرم کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ تاہم افسوس ناک بات یہ ہے کہ ملک کے باقی حصوں میں اسے فرقہ وارانہ کشیدگی کے سلسلے کا حادثہ سمجھا جا رہا ہے اور ان ہی خطوط پر ردِّ عمل ابھر رہا ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ معاملے کو صحیح سیاق و سباق میں سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اور کسی دیوانگی کا مظاہرہ نہیں ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مولانا ایثار الحق قاسمی کے قاتلوں کو جلد از جلد تعزیر کے مرحلے سے گزار کر انہیں ان کے انجام تک پہنچایا جائے۔ انصاف میں تاخیر معاملات کو بگاڑتی ہے۔

Scanned with CamScanner

قومی اسمبلی کے رکن مولانا ایثار القاسمی کی شہادت

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

جھنگ سے قومی اسمبلی کے نومنتخب رکن اور ممتاز خطیب، مولانا ایثار القاسمی کو شہید کر دیا گیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق وہ ایک پولنگ اسٹیشن پر انجمن سپاہ صحابہ کے امیدوار کے ہمراہ دورہ کرنے کے لیے گئے تھے اور پولنگ والوں سے باتیں کر رہے تھے کہ تین گاڑیوں پر سوار مسلح افراد نے ان پر فائرنگ کھول دی۔ انہیں ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ وہ راستے میں ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط

جھنگ میں اس المناک واقعہ کے بعد ہنگامے شروع ہو گئے اور کئی افراد مارے گئے۔ بہت سے مکانوں کو نقصان پہنچا۔ اطلاع کے مطابق چھ افراد موقع پر گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ ضمنی انتخابات سے پہلے ووٹرز، امیدواروں کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ کسی امیدوار کے حامی اسلحہ لے کر نہیں آئیں گے۔ لیکن ایک امیدوار کے حامی اسلحہ لے کر گھومتے رہے اور انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی جس کا نتیجہ سامنے ہے کہ ان مسلح افراد نے یا ان کی غلط روی کی وجہ سے کسی تیسرے مخالف ہاتھ نے مولانا ایثار القاسمی کو قتل کر کے ملک کو ایک بار پھر بحران سے دوچار کر دیا۔ پولیس کی موجودگی میں اس واقعہ کا ظہور کسی خطرناک سازش اور منصوبہ کی نشاندہی کرتا ہے اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مقامی انتظامیہ اور پولیس اس واقعہ میں ملوث ہے اور انتظامیہ کے اشارے سے ہی مولانا کے قتل کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ اس واقعہ کی ذمہ دار مقامی انتظامیہ ہی نہیں بلکہ صوبائی اور مرکزی حکومت بھی اس میں برابر کی شریک ہے۔

ہمارے خیال میں جن چھ افراد کو یا بعد میں کچھ افراد کو گرفتار کیا گیا ہے وہ محض شلجم سے مٹی جھاڑنے والی بات ہے۔ اصل مجرم تیسرا خفیہ ہاتھ ہے جس کی نشاندہی مولانا حق نواز شہید نے بھی اپنی شہادت سے پہلے کی تھی اور مولانا ایثارالقاسمی صاحب نے بھی پہلے ہی اشارہ دے دیا تھا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ تیسرا ہاتھ حکومت میں شامل ہے اس لئے حکومت اس پر ہاتھ ڈالنے سے نہ صرف گریزاں ہے بلکہ اصل حقائق کو چھپا بھی رہی ہے۔

ابھی پچھلے دنوں ایک ایرانی قونصلیٹ کا قتل ہوا۔ حکومت اس قتل کو بہت زیادہ اہمیت دے رہی ہے۔ مبینہ طور پر جن افراد کو اس قتل کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ ان مبینہ مجرموں کی تصویریں نمائش کے انداز میں شائع کی جا رہی ہیں لیکن مولانا حق نواز جھنگوی شہید ہوئے ان کے قاتلوں کو ادا ں تو گرفتار ہی نہیں کیا گیا اور جن کو گرفتار کیا گیا ان کے بارے میں عوام کو بے خبر رکھا جا رہا ہے

اب مولانا ایثارالقاسمی کے کیس کے بارے میں بھی حکومت کا یہی رد عمل سامنے آرہا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حکومت اس کیس کو بھی شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جائے گی۔ لیکن حکومت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خون کسی کا بھی ہو وہ رنگ ضرور لاتا ہے۔ یہ تو اہل حق کا خون ہے اور اہل حق کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ وہ مزید بالضرور رنگ لائے گا۔

ہفت روزہ "الاعتصام" ۱۸ جنوری ۱۹۹۱ء۔ شمارہ ۳، جلد ۴۳

قتل ــــــ پھر قتل ــــــ اب ایک اور قتل

لیجئے مولانا ایثارالحق قاسمی ــــ نائب سرپرست انجمن سپاہ صحابہؓ ــــ

بھی اس جواں عمری ہی میں راہئ عالمِ بقا ہوگئے۔ اِناللہ وانا الیہ راجعون ط

قصہ یوں ہوا کہ ۱۰ جنوری ۱۹۹۱ء کے ضمنی انتخاب کے موقع پر مولانا مرحوم پولنگ کے دوران اپنا ووٹ استعمال کرنے جا رہے تھے کہ یہ حادثۂ فاجعہ پیش آگیا۔

اخبارات بہ اشارۂ سرکار اسے انتخابی رنجش بنا اور بتا رہے ہیں جب کہ مولنا کے عقیدت مند اور ورثاء اسے (ماضی قریب کے تناظر میں) فرقہ وارانہ سازش کے آئینہ میں دیکھ رہے ہیں۔

اکثر قارئین شاید جانتے ہی ہوں گے کہ جھنگ اور اس کے گردونواح میں اہلِ تشیع کی کثرت ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ بے جا تحکمانہ مزاج ان کی گھٹی میں رچ بس گیا ہے۔ اس کی آڑ لے کر یا اس سے مجبور ہوکر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق تبرّا بھی کرتے ہیں اور اہلِ سنّت پر سبّ و شتم بھی۔ چنانچہ کچھ اہلسنّت علماء کی اور نوجوانوں کی غیرت جاگی تو انہوں نے ـــــ صرف دفاعِ صحابہؓ کے جذبہ سے انجمن سپاہِ صحابہؓ نامی تنظیم کی بنیاد رکھ دی تھی جو دیکھتے دیکھتے ملک بھر میں جس تیزی سے پھیلی اور مقبول ہوئی وہ شاید ان بانیان کے جذبۂ محبتِ صحابہؓ رضوان اللہ علیہم کی برکت تھی یا عوام اہلسنّت کی دیرینہ آرزو بر آئی تھی۔ بہرصورت اس تنظیم نے دفاعی نقطۂ نظر سے کام شروع کیا ہی تھا کہ اس کے بانی مولنا حق نواز جھنگوی شہید کر دیئے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ط

مولنا علیہ الرحمۃ نے زندگی ہی میں بعض لوگوں کے نام حفظِ ماتقدم کے طور پر بتا دیئے تھے لیکن طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود ـــــ ان کی بلند مرتبی کی وجہ سے ـــــ نفتیشی ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکے۔

گذشتہ ماہ جو ایک ہمسایہ شیعہ ملک کے ایک سفارت کار کے قتل کا

دل فگار واقعہ ہوا۔ ہماری تفتیشی ٹیموں نے ابتداء ہی سے رُخ تفتیش مذکورہ انجمن کی طرف موڑ دیا اور قبل از تحقیق ہی اسس انجمن کو موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا جب کہ اس کے سرپرست اعلیٰ اور دیگر اراکین انجمن کی عدم مداخلت کا یقین دلا رہے تھے لیکن ان کے یقین دلانے کی کوشش بے کار گئی اور ورثاء کے خدشہ کے مطابق منطقی طور پر یہ واقعہ پیش آگیا۔

اب سورج کو چراغ کیا دکھائیں (جب کہ کچھ روز قبل اخبارات میں بھی خبر آچکی تھی کہ کراچی سے کچھ لوگ انجمن کی قیادت کو قتل کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں) تفتیشی افسران سے درخواست ہے کہ صادق گنجی قتل کیس کے ملزمان کی طرح مولانا قاسمی کے قاتلوں کو بھی فی الفور گرفتار کیا جائے اور دونوں حادثات کا ایک ہی عدالت ایک ہی روز جلد از جلد فیصلہ سنائے تاکہ مسلمان بھائیوں کے دکھوں کا کچھ مداوا ہو جائے اور بھائی چارہ کی فضا فضا لوٹ آئے جس سے ہمیں محروم کرنے کی عالمی طاقتیں سازشیں کر رہی ہیں جس کی تصدیق روزنامہ نوائے وقت ۱۲ جنوری میں شائع شدہ تہران ریڈیو کی اس خبر نے کر دی کہ صادق گنجی قتل کے اصل ملزم مولانا ایثار الحق قاسمی تھے۔

آخر میں ہم اس واقعہ ہائلہ پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مولانا کی مغفرت کے لئے دُعا کرتے ہیں۔

ہفت روزہ زندگی لاہور کے رپورٹر جناب تنویر شہزاد مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی شہادت کے روز جھنگ میں تھے ان کی رپورٹ اپنی اہمیت کی بنا پر شائع کی جا رہی ہے۔

تنویر شہزاد کی چشم دید رپورٹ

آگ اور خون میں نہانے کے بعد جھنگ ایک بار پھر کرفیو کی زد میں ہے شہری زندگی معطل اور کاروبار ٹھپ۔ سرکاری اور غیر سرکاری ادارے بند ہیں سڑکیں ویران اور گلیاں سنسان ہیں۔ اگرچہ وقفے وقفے کے بعد سڑکوں پر مشین گنوں کے ٹریگر پر انگلیاں رکھے ہوئے چوکس فوجیوں سے بھرے ہوئے ٹرک گزرتے ہیں۔ اس کے باوجود تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گولیوں کی تڑتڑ سنائی دی جاتی ہے، شہر کے مختلف حصوں سے دھواں اٹھتا دکھائی دے رہا ہے۔ آنے اور جانے والے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ ٹیلی فون کا رابطہ بھی منقطع ہے۔ ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات جھنگ والوں کو ان کے شہر کے حالات بتانے کا واحد ذریعہ ہیں مگر یہ بھی "پریس نوٹ" کے علاوہ کچھ اور نہیں چھاپتے۔ کچھ اور نہیں بولتے کچھ اور نہیں دکھاتے شدید کرفیو کے باعث کئی دنوں سے اخبار کی فراہمی بھی معطل ہے۔

بچے بلک رہے ہیں

چھوٹے چھوٹے محلوں میں سہمے ہوئے لوگوں کے اندر روز نئی افواہیں خبریں بن کر پھیل جاتی ہیں۔ یہاں میٹرک اور ایم اے کے امتحانات ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے شہروں سے آتے ہوئے سینکڑوں مسافر کرفیو کے باعث یہاں پھنس گئے ہیں۔ دوا اور طبی امداد نہ مل سکنے کے باعث مریض موت کی ہچکیاں لے رہے ہیں۔ ایک مقامی مدرسے میں پڑھانے والے ماسٹر

مدرسں نے بتایا اس بار کرفیو میں شدت اور سختی زیادہ ہے۔ پہلے تو یہاں اور دُور دُور کی گلیوں میں چھوٹی چھوٹی دکانیں کھلی رہتی تھیں جہاں سے کسی حد تک ضروریات زندگی مل جایا کرتی تھیں۔ مگر اس بار وہ بھی بند ہیں۔ بچے دُودھ کے لیے بلک رہے ہیں۔ انہیں کرفیو کا بتا کر تو مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ محمد افضل نامی ایک شخص کا کہنا تھا "بعض مصروفیات کے باعث الیکشن سے قبل میں آٹا نہیں پسوا سکا تھا۔ اس لیے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے اور بازار بند ہیں اب ہمسایوں سے آٹا مانگ کر گزارہ کر رہے ہیں۔ یوسف شاہ روڈ کے پاس ایک گلی میں موجود بڑھیا نہایت افسردہ لہجے میں بولی "میری گائے تین روز سے بھوکی ہے۔ اس کے لیے چارہ تک نہیں مل رہا۔

انتخابی مقابلے کی فضا

خوف اور دہشت کی فضا طاری ہے لوگ ڈرے ہوئے ہیں۔ فوج کی طرف سے انتہائی سخت حفاظتی اقدامات کے باوجود فسادات اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہی دیکھتے ہو گیا ہے۔ ضمنی انتخابات سے ایک دن پہلے میں جھنگ پہنچا تھا تو یہاں زندگی معمول کے مطابق رواں تھی انتخابی جوش و خروش تو تھا۔ مگر ہر طرف امن و امان تھا۔ دیواروں پر امیدواروں کے حق میں چاکنگ کی ہوئی تھی۔ پوسٹر آویزاں تھے۔ گلیوں اور بازاروں میں پرچم اور بینرز بڑی تعداد میں لہرا رہے تھے انتخابی مقابلے کی فضا موجود تھی۔

مگر ہر شخص اپنے کام میں مگن تھا مولانا ایثار القاسمی کے اس اخباری بیان سے لوگوں کے اطمینان میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ کہ انجمن سپاہ صحابہ اس انتخاب میں بہر صورت امن و امان قائم رکھے گی۔ اور وہ خود اس سلسلہ میں نگرانی کے لیے (متنازعہ علاقہ) جھنگ سٹی میں قیام کریں گے۔

Scanned with CamScanner

حلقہ پی پی ۶۵ کا پس منظر

حلقہ پی پی ۶۵ جھنگ شہر کی بلدیاتی حدود پر محیط ہے اس میں کل ووٹرز کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اس مرتبہ کل ۹۵ پولنگ سٹیشن قائم کیے گئے تھے، یہ نشست مولانا ایثار القاسمی نے خالی کی تھی جو بیک وقت قومی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں پر اکثریت سے کامیاب ہوئے تھے۔ انہیں صوبائی انتخابات میں اپنے مخالف امیدوار شیخ اقبال پر ۱۱ ہزار کی برتری حاصل تھی۔

باب عمر رضؓ

اس حلقہ کی سیاست پورے ملک کی سیاست سے مختلف ہے۔ یہاں کی سیاسی اور نظریاتی جنگ مختلف ہے۔ یہاں لیڈر اور عوام قومی اور مقامی مسائل کے حوالے سے کم اور شیعہ سنی کشمکش کے حوالے سے زیادہ سوچتے ہیں۔ یہاں باب عمر رضؓ کے نام سے ایک بڑا دروازہ ہے اس پر حضرت عمر رضؓ کا نام تحریر ہے۔ ۱۹۶۹ء میں کسی شرپسند نے کسی طرح سے اس دروازہ کی بے حرمتی پر شیعہ سنی فسادات کا آغاز ہوا تھا جس نے بالآخر یہاں کی سیاست کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہاں فرقہ وارانہ کشیدگی کی سنگینی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ۲۲ فروری ۱۹۸۸ء کو ہونے والے مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل سے اب تک یہاں کم از کم ۱۲۵ افراد کا خون بہایا جا چکا ہے۔ انجمن سپاہ صحابہ کا دعویٰ ہے کہ مرنے والوں کی زیادہ تعداد سنی ہے۔ لیکن کوئی سنی ہو یا شیعہ سب کا خون یکساں افسوسناک بلکہ شرمناک ہے۔

شیعہ ناک آؤٹ

اس حلقہ کی سیاست سے اب شیعہ مکمل طور پر آؤٹ ہو چکے ہیں اس بار دو سنیوں میں مقابلہ ہے یہ حلقہ کبھی پیپلز پارٹی کا نہیں رہا۔ یہاں کبھی پیپلز پارٹی کا

اُمیدوار کامیاب نہیں ہوا -

سپاہ صحابہ کی فتح

یہاں کل ۲۳ / افراد نے کاغذات نامزدگی داخل کرائے تھے امیدواروں کی بڑی تعداد نے کاغذات واپس لے لیے، ۱۰ / امیدواروں کا نام بیلٹ پیپر پہ شائع ہوا - ان میں سے بھی صرف چار امیدوار عملاً الیکشن میں حصّہ لے رہے تھے - ان چاروں میں سے ایک پیپلز پارٹی کے صوفی اشرف تھے جنہوں نے انتخاب سے ایک دن قبل پریس کانفرنس میں اپنی ہی جماعت کے لیڈروں پر لمبے چوڑے الزامات لگا کر پارٹی کے وسیع تر مفاد میں انتخابات سے دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا - دوسرے اُمیدوار محبوب عالم سیالوی بریلوی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں - ان کے حامیوں اور پولنگ ایجنٹوں کو پولنگ شروع ہونے کے چند منٹ بعد ہی بوریا بستر سمیٹ کر اور کرسیاں اٹھا کر جاتے دیکھا گیا - اس طرح جھنگ کا اصل معرکہ انجمن سپاہ صحابہ رضہ کے امیدوار میاں محمد اقبال اور اسلامی جمہوری اتحاد کے شیخ محمد اقبال کے درمیان تھا -

میاں اقبال حسین

انجمن سپاہ صحابہ کے میاں محمد اقبال پڑھے لکھے نوجوان ہیں کئی فلور ملوں اور جننگ فیکٹریوں کے مالک ہیں بہت اچھی مالی پوزیشن کے باعث انجمن سپاہ صحابہ کو ماضی سے اب تک ان کا مالی تعاون حاصل رہا ہے - ان کے چھوٹے بھائی حاجی عابد حسین انجمن سپاہ صحابہ کے سرگرم مقامی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں - خاندانی طور پر مسلم لیگی ہیں - میاں محمد اقبال پہلی مرتبہ صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں - اس سے قبل وہ بلدیہ کے کونسلر رہ چکے ہیں - اسلامی جمہوری اتحاد کے شیخ محمد اقبال یہاں کی معروف سیاسی وسماجی

شخصیت میں ان کا ٹرانسپورٹ کا وسیع کاروبار ہے۔ بلدیہ کے چیئرمین ہیں اور کئی بار صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو چکے ہیں۔

شیخ اقبال کی بھڑکیں

انتخابی مہم کے دوران اپنی تقریروں میں شیخ محمد اقبال کا کہنا تھا کہ انجمن سپاہ صحابہ شر پسند عناصر پر مشتمل جنونی لوگوں کی تنظیم ہے جس نے شہر کا امن تباہ کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے پاس عوام کی خدمت کا کوئی پروگرام نہیں۔ میں نے جھنگ کے شہریوں کی ہمیشہ خدمت کی ہے۔ میرا حق ہے کہ میں ان کے پاس ووٹ کے لیے جاؤں میں جیتنے کے بعد مزید جدوجہد کروں گا۔ دوسری طرف انجمن سپاہ صحابہ کے جلسوں میں کہا جاتا تھا کہ انجمن سپاہ صحابہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے خون کی وارث ہے۔ اس نے ناموس صحابہ کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ اس کے کارکن اب بھی آزمائشوں کا شکار ہیں۔ شیعہ حضرات کافر ہیں۔ اور وہ اسلام اور پاکستان کے دشمن ہیں۔ شیخ اقبال درپردہ شیعوں سے ملے ہوتے ہیں۔ انہوں نے متعدد مرتبہ منتخب ہو کر ترقیاتی کام کروانے کی بجائے اپنی برادری کے لوگوں اور اپنے دوستوں کو نوازا ہے۔ انجمن سپاہ صحابہ کامیابی کے بعد جھنگ کی تعمیر و ترقی کے لیے اقدامات کرے گی۔

وہاں کی صورت حال

۱۰ جنوری کی خوشگوار صبح کو ہم پولنگ سٹیشنوں کا دورہ کرنے نکلے میرے ساتھ جھنگ میں روزنامہ پاکستان کے نمائندے شہزاد احمد سلیمی اور حریت کراچی کے مقامی نمائندے جناب شوکت پرویز تھے ان دونوں اصحاب کا خیال تھا کہ انجمن سپاہ صحابہ اس انتخاب میں ضرور کامیاب ہوگی۔ عام تاثر بھی یہی تھا۔ صورت حال کا درست جائزہ لینے کے لیے ہم محلہ جوگیا نوالہ کے ایم سی گرلز پرائمری سکول کی عمارت میں واقع پولنگ

سٹیشن نمبر ۲۴ پہنچے اگرچہ پولنگ کے آغاز کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ مگر لوگوں کا رش کافی تھا۔ لوگ سلیقے مگر جوش کے ساتھ قطار میں اپنا حق رائے دہی استعمال کر رہے تھے۔ یہاں موجود پریذائیڈنگ آفیسر نے بتایا کہ دھاندلی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ منصفانہ انتخاب کیلئے تمام انتظامات مکمل ہیں دو تین معذور افراد سے ملاقات ہوئی جو اپنی معذوری اور بڑھاپے کے باوجود ووٹ کاسٹ کرنے کے لیے آئے تھے۔ سکول کی عمارت سے باہر نکلے تو بریلوی امیدوار قاری محبوب عالم کے انتخابی کیمپ کے ایجنٹ اپنا سامان سمیٹ کر جا رہے تھے۔ ہمارے استفسار پر ان نوجوانوں نے بتایا کہ ان کا نام ختم ہو گیا ہے۔ انہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ ہمارے مزید پوچھنے پر انہوں نے مسکرا کر بتایا:

"ہمارے ووٹ تو اب فرشتے ہی ڈالیں گے"۔ مختلف پولنگ سٹیشنوں پر پھرتے پھراتے ہم یوسف شاہ روڈ پہنچے وہاں بھی انتخابی کیمپوں پر پرچموں اور بینروں کی بہار تھی۔ بھکر روڈ سے ہوتے ہوئے شہر کے معروف فوارہ چوک پہنچے تو یہاں بھی کئی دکانیں کھلی تھیں۔ ٹریفک جاری تھی۔ اور لوگ ووٹ ڈالنے آ جا رہے تھے۔

میاں اقبال حسین سے ملاقات

بلدیہ کے آفس کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایم ای ہائی سکول سرکلر روڈ ریل بازار چوک پر انجمن سپاہ صحابہ کے امیدوار صوبائی اسمبلی میاں اقبال حسین سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے بتایا کہ تمام انتظامات ٹھیک ہیں۔ انہیں اپنی کامیابی کی پوری امید ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی پولیس نے میرے مخالف امیدوار کے حامیوں کی گاڑی سے اسلحہ برآمد کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات آنے جانے والی چیز ہے۔ ہم انجمن سپاہ صحابہ کے پرچم تلے ہمیشہ عوام کی خدمت کرتے

Scanned with CamScanner

رہیں گے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ میونسپل کمیٹی کے دفتر میں واقع زنانہ پولنگ سٹیشن پر بوگس ووٹنگ ہو رہی ہے۔ ہم فوراً بلدیہ جھنگ کے دفتر پہنچے یہ پولنگ سٹیشن نمبر ۴ تھا۔ وہاں کام معمول کے مطابق جاری تھا دس ساڑھے دس بجے کا عمل ہوگا یہاں کل ووٹرز کی تعداد ۱۴۲۹ تھی۔ اور ان میں سے ۳۰۰ کے قریب بھگت چکے تھے اس پولنگ سٹیشن کی پریذائیڈنگ آفیسر مس شاہدہ گورنمنٹ ہائی سکول روڈ ڈانوالی میں ایس ایس ٹی استاد ہیں۔ انہوں نے بوگس ووٹنگ کے الزام کی تردید کی اور کہا کہ صرف ایک خاتون سے دو شناختی کارڈ برآمد ہوئے تھے ہم نے اس کا غلط ووٹ کاسٹ ہونے سے روک دیا۔ یہاں کوئی منظم دھاندلی، ہیرا پھیری نہیں ہوئی۔ مقامی پولنگ ایجنٹ مس ناہید شیخ اقبال کو شکوہ تھا کہ مخالف امیدوار کی سپورٹرز ان کے ساتھ تعاون نہیں کر رہیں۔

مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے کالج روڈ کی طرف آئے جھنگ سٹی کی طرف جانے والے راستے پر فوج کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ انتظامیہ بھی موجود تھی۔ مقامی ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر اقبال حسین نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ صورت حال نارمل ہے۔ ہمیں صورت حال کے "نارمل" ہونے کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا جب اے ڈی سی صاحب کو انٹرویو ادھورا چھوڑ کر افراتفری کے عالم میں سائرن بجاتی پولیس گاڑیوں میں بیٹھ کر کسی ایمرجنسی کو کنٹرول کرنے کے لیے جانا پڑا۔

ایثار القاسمی قتل کی افواہ

یہیں ہمیں معلوم ہوا کہ شہر میں افواہ پھیل گئی ہے کہ مولانا ایثار القاسمی پر قاتلانہ حملہ ہو گیا ہے۔ جھنگ تین حصوں میں بٹا ہوا ہے جھنگ صدر، سیٹلائٹ ٹاؤن اور جھنگ سٹی، جھنگ سٹی فرقہ وارانہ

فسادات کا مرکز ہے۔ یہاں کشیدگی رہتی ہے۔ دن آئے دن قتل و غارت گری کا بازار گرم رہتا ہے۔ یہاں اندرون لاہور کی طرز بنی ہوئی پرانی عمارتیں ہیں۔ ان کے اوپر چھتوں پر باقاعدہ مورچے ہیں، شیعہ اور سُنّی گھرانوں میں واضح تفریق ہو چکی ہے۔ اگرچہ حکومت نے بدامنی سے بچنے کے لیے باہر گراؤنڈ میں بھی پولنگ سٹیشن بنائے تھے مگر جھنگ سٹی میں بھی پولنگ سٹیشن تھے۔ ہم نے جھنگ سٹی کا تفصیلی دورہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں آکر پہلی بار احساس ہوا کہ ہم کسی اور خطے میں داخل ہو چکے ہیں۔ شاید فاتلانہ حملے کی افواہ یہاں بھی پہنچ چکی تھی۔ لوگ سہمے ہوئے تھے۔ ہم جس گلی میں جاتے وہاں لوگ مارے خوف ڈر جاتے اور پوچھتے "خیریت" ہے۔

میرے ساتھی نے انجمن سپاہ صحابہ کے ایک کارکن کو جب یہ کہا کہ میرا خیال ہے مولانا محفوظ ہیں کیونکہ ہم جھنگ سٹی کی طرف سے آرہے ہیں۔ وہاں تو حالات نارمل ہیں۔ تو اس نے خوشی سے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کلمات شکر ادا کرتے ہوئے آگے چلا گیا۔ باب عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ایک جگہ چند نوجوانوں نے ہمیں روک کر صورت حال دریافت کی شاید باہر سے آئے ہوئے ایک عقیدت مند کا کہنا تھا "سوں رب دی" اگر مولانا نوں کجھ ہو گیا تے مڑ آج خدا ای وسیاں" دیکھتے ہی دیکھتے انتخابی سٹیشنوں کی رونق ماند پڑنا شروع ہو گئی۔

خون میں لت پت زخمی

ہم واپس آئے تو کالج روڈ پر بعض لوگ خون میں لت پت زخمیوں کو لئے جارہے تھے۔ ابھی تک مولانا پہ حملے کی تصدیق نہ ہوسکی تھی۔ معلوم ہوا کہ انہیں ہسپتال لے جایا گیا ہے۔ ہم ہسپتال پہنچے تو پورا ہسپتال فوج کے قبضے میں تھا اور ہسپتال جانے والے تمام

راستے بند کر دیئے گئے تھے۔ وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں تمام کے تمام کیمپ اُجڑے ہوئے پائے۔ پولنگ سٹیشن خالی تھے۔ شہر سنسان ہو رہا تھا۔ دکانیں تیزی سے بند ہو رہی تھیں۔ لوگ محفوظ مقامات پر منتقل ہو رہے تھے۔ راستے میں ایک مقامی صحافی پی پی آئی کے نمائندے چوہدری عبدالجبار سلیمی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے روتے ہوئے بتایا "ہم لٹ گئے، مولانا کی خبر درست ہے"

گولیوں کی تڑتڑاہٹ

تھوڑی دیر بعد پورا شہر گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔ انتخاب روک دیا گیا۔ کرفیو لگا دیا گیا۔ اور شہر کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ کرفیو سے پہلے کے لمحات اپنے اندر جھنگ کی تاریخ کے بدترین فسادات کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ مشتعل مظاہرین نے شیخ اقبال کے داماد شیخ جاوید کو قتل کر دیا۔ دوسرے بھتیجے کو گولیاں مار کر شدید زخمی کر دیا۔ شیخ فیملی سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد کے ۵۰ سے زائد گھر جلا ڈالے گئے۔ متعدد دوسرے گھر بھی نذر آتش ہوئے۔ گاڑیوں پر پتھراؤ ہوا۔ اس میں کم از کم ۲۰ افراد بُری طرح زخمی ہوئے۔

جھنگ پر بھاری لمحات

جھنگ پر وہ لمحات بہت بھاری تھے۔ انتظامیہ مکمل طور پر ناکام تھی۔ بھکر روڈ کے قریب ایک پٹرول پمپ کو آگ لگی تو محلے داروں نے اس سے ملحقہ اپنے گھر بچانے کے لیے فائر بریگیڈ کو بلایا تو بریگیڈ والوں نے ڈی سی سے رابطہ کرنے کا مشورہ دیا۔ فون پر ڈپٹی کمشنر سے رابطہ کیا گیا تو جواب ملا کہ وزٹ پر ہیں۔ خود دفتر جا کر اطلاع دی گئی۔ تو وہاں موجود سپاہیوں کا کہنا تھا کہ "جاؤ جا کر خود آگ بجھاؤ۔"

قتل کیسے ہوا؟ مولانا کا قتل کیسے ہوا؟ اس بارے میں مختلف لوگ مختلف رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اصل صورت حال تحقیقات مکمل ہونے پر سامنے آئے گی۔ کہتے ہیں کہ مولانا جب ضمنی الیکشن کے سلسلہ میں بستی گھو گھلے والا کے پولنگ سٹیشن کا دورہ کرنے پہنچے تو انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ مولانا اس وقت بلیٹ پروف جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ کمانڈوز بھی تھے۔ مگر جونہی وہ کار سے باہر آئے ان پر گولیاں برسا دی گئیں، انجمن سپاہ صحابہ کا موقف یہ ہے کہ حکومت ایران اور پاکستانی شیعہ حضرات نے شیخ اقبال وغیرہ کے ذریعے مولانا کو قتل کروایا۔ سرکاری موقف میں بتایا گیا ہے کہ یہ قتل سیاسی رنجش کے باعث ہوا۔ اس میں کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ نہیں ہے۔

"زندگی" کو بتایا گیا ہے کہ شیخ اقبال ماضی میں کافی عرصہ سے اقتدار سے کسی نہ کسی طرح وابستہ رہے ہیں۔ وہ انجمن سپاہ صحابہ کو اپنے اقتدار کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے رہے ہیں۔ اس لیے یہ ان کے حمائتیوں کی حرکت ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی شیخ اقبال مسلک کے لحاظ سے سُنی ہیں۔

دوسری طرف انجمن سپاہ صحابہ کے لوگ شیخ اقبال اور ساجد نقوی کی ۳۰ دسمبر کو ایک ملاقات اور آئی جی پنجاب کی اطلاع پر اخبارات میں جھنگ میں شیعہ کمانڈوز کے داخلے کی خبر کا حوالہ دیتے ہیں۔ بعض لوگوں (شاید کہ ان کا تعلق فقہ جعفریہ سے تھا) نے یہ بھی بتایا کہ مولانا کا قتل اس قدر منصوبہ بندی سے کیا گیا ہے کہ لوکل لیول پر اس کا اہتمام دکھائی نہیں دیتا یہ پاکستان میں شیعہ سُنی فسادات کروانے یا صادق گنجی کیس کو دبانے کی کسی سازش کا حصہ بھی ہو سکتا ہے۔

(زندگی لاہور ۱۹ تا ۲۶ جنوری ۱۹۹۱ء)

اداریہ "الحق" (ماہنامہ) ۱۹۹۱ء (اکوڑہ خٹک)

حضرت مولانا محمد ایثار القاسمیؒ کی المناک شہادت

ابھی ہم رہبر شہید ناموس صحابہؓ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی کی مظلومانہ اور المناک شہادت کے غم سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ عظمت صحابہؓ کے منادی اور تحریک نفاذِ شریعت کے عظیم رہنما، ملت کے غم خوار، دجل وتلبیس، رفض وعداوت سے برسرِ پیکار اور چراغ مصطفوی کے لئے شرار بولہبی سے ستیزہ کار جواں سال جواں مرگ مردِ مجاہد بطلِ جلیل حضرت مولانا محمد ایثار القاسمیؒ کو بھی ضمنی الیکشن کے روز (۱۰ جنوری) گوگیاں بستی ضلع جھنگ میں شہید کردیا گیا فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مولانا ایثار القاسمی شہید بھی اپنے پیش رو مولانا جھنگوی کی طرح علاقہ جھنگ پر ایک طویل اور قدیم عرصہ سے جاگیرداروں اور وڈیروں کی مضبوط گرفت اور ان کے سیاسی ومعاشی استحکام کے باوصف ان کے ظلم وتشدد، مطلق العنانیت اور رفض وشیعیت کے فروغ ویلغار اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف نبرد آزما ہوئے ان کے غرور ونخوت کو للکارا اس عظیم اور مقدس مشن کی تکمیل کے لئے انتخابات کے میدان میں کود پڑے اور بالآخر اس بے سروسامان درویش نے الیکشن میں جنگ جیت لی۔ موصوف گذشتہ انتخابات میں جھنگ سے قومی اور صوبائی اسمبلی کی دونوں نشستوں پر کامیاب ہوئے تھے اور اب صوبائی اسمبلی کی چھوڑی ہوئی نشست پر اپنے نامزد امیدوار کی الیکشن کی مہم میں مصروف تھے کہ ازلی شقاوت کے ماروں کی گولیوں کا نشانہ بنادیئے گئے۔

مرحوم اخلاص، جوشِ عمل اور سوز دروں کا زادِ راہ لے کر، رفض وقادیانیت، منافقت اور دجل وتلبیس کا تعاقب کرتے ہوئے ایوان اسمبلی میں پہنچے اور اپنے مقدس مشن کی تکمیل کرتے ہوئے ایوانِ حکومت میں اپنی آخری تقریر میں بے باکی اور جرأت وشجاعت کے ساتھ حقیقت پر مبنی موقف کا برملا اظہار کیا۔

تحفظ ناموس صحابہؓ اور شریعت بل کی منظوری ونفاذ کے مسئلہ کی ان کو دھن لگی ہوئی تھی۔ وہ اسے محض ملی مسئلہ ہی نہیں خاندانی "انفرادی اور ذاتی مسئلہ سمجھتے تھے۔ حضرت قاسمی شہید تحریک نفاذِ شریعت کے علمبردار، سب سے بڑے وکیل اور جمعیۃ علماء اسلام اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے بے باک قائد ورہنما تھے۔

مولانا قاسمی نے خالص دینی سیاست اور جذبۂ جہاد سے تحفظ ناموس صحابہؓ اور مسئلہ شریعت بل کو اسمبلی میں بھی اپنی پوری توانائی اور اہمیت کے ساتھ زندہ رکھا — مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء نے جو حکومت میں جب ارباب حکومت اور اہل سیاست سے نفاذِ شریعت کے لئے پنجہ آزمائی کررہے تھے جب کہ مولانا ایثار القاسمی اس دور مجاہدین کے ایوان اقتدار میں بے باک وکیل تھے۔

مولانا قاسمی، حق نواز شہید کے رفیق خاص، ان کے معتمد اور نائب وجانشین تھے ان میں فطرتی اور قدرتی طور پر ذہانت وطباعی اور جرأت وحق گوئی کا فطری جوہر موجود تھا ان کی طبیعت میں قبول حق، ورع کے علاوہ غلو

کلمۃ الحق کی بھرپور صلاحیت اور ان کی فطرت میں وہ بے چینی اور بے تابی موجود تھی جس نے ان کو بہت ہی مختصر مدت میں شعلہ جوالہ بنا دیا۔ مرحوم کی تقریر کے آتشیں جملے شعلے برساتے تھے۔ خطیبانہ انداز، بے ساختگی و برجستگی اور آمد و روانی ایسی پیدا ہوگئی کہ بہت جلد آتش نوا مقررین کا شیوہ اور شعلہ بار خطیبوں کا قاعدہ ان میں پیدا ہوگیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی ہوں یا مولانا ایثار القاسمی ان کے مساعی و اہداف اور تمام تر جدوجہد کا دستور العمل حماسہ کا یہ شعر تھا جو ایک اسلامی شاعر نے اپنی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے

إذا همّ ألقى بين عينيه عزمه

ونكّب عن ذكر العواقب جانبا

جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے عزم کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ لیتا ہے اور نتائج سے بے فکر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

مولانا حق نواز شہید اور مولانا ایثار القاسمی شہید ان خوش قسمت مجاہدین میں تھے جن کے لئے بڑا دو قربانی کا اجر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک دینے کے لئے رکھا ہے۔ ابھی جوانی تھی زندگی کی کم بہاریں دیکھی تھیں اپنی تحریک و جہاد کے ثمرات ابھی کم دیکھے تھے ان کی آرزو تھی کہ ملک میں تحفظ ناموس صحابہؓ کا مشن کامیاب ہو، نظام خلافت راشدہ کا رواج ہو، شریعت بل کی منظوری و نفاذ ہو اور ملک امن کا گہوارہ بنے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ملک میں نفاذ شریعت کی بہار دیکھنے کے مستحق تھے مگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔ ظلم پہ ظلم، طعنوں پہ طعنے اور اپنوں اور اغیار کی یلغار اور دشمنوں کی دشنام طرازیاں اور دھمکیاں جھیلے صبر و استقلال کے ساتھ سہتے رہے مگر ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ انہوں نے قوم کو جو مشن دیا، پیغام دیا، جس انداز سے اور جس جرأت و شجاعت سے تحریک چلائی اور رفض و شیعیت کو جس بہادری سے للکارا، ان کی للکار اور پکار ملک کے بچے بچے اور اطراف و اکناف عالم اور کائنات کے ذرے ذرے پر ثبت ہو گئی ہے ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مگر قوم نے ان کو جو صلہ دیا تو اس پر ان کو وہی کہنے کا حق ہے جو ایک شکستہ دل پیغمبر نے اپنی قوم سے کہا تھا:

"ولكن لا تحبون الناصحين"

جہاں تک تحفظ ناموس صحابہؓ اور نفاذ شریعت کی جدوجہد میں کامیابی کا سوال ہے تو ان کو یہ بھی کہنے کا حق حاصل ہے کہ

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

دارالعلوم میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب و دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہ مرحوم کی المناک شہادت کی خبر سنتے ہی جھنگ کے لئے روانہ ہو گئے جہاں انہوں نے نماز جمعہ بھی پڑھائی اور جنازہ میں

Scanned with CamScanner

اشرکت کی۔ خدا کرے کہ ارباب حکومت کو توفیق ہو کہ شہید کے قاتلوں کو تعزیر کے مرحلہ سے گذار کر انہیں ان کے انجام تک پہنچائیں۔ رحمهم اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہم وارضاھم

(عبدالقیوم حقانی)

مولانا ایثار القاسمی کی شہادت پر اداریے لکھنے والے اور ان کی شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرنے والے اخبارات و جرائد۔

۱۔ روزنامہ "جنگ" لاہور
۲۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور
۳۔ روزنامہ "پاکستان" لاہور
۴۔ ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد
۵۔ ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور
۶۔ ہفت روزہ "ترجمانِ اسلام" لاہور
۷۔ ماہنامہ "ترجمان السنہ" لاہور
۸۔ ماہنامہ "حق چار یار" لاہور
۹۔ ماہنامہ "نقیبِ ختمِ نبوۃ" ملتان
۱۰۔ ماہنامہ "مناقب" بھکر
۱۱۔ ماہنامہ "الجنید" ملتان
۱۲۔ پندرہ روزہ "الاحرار" ملتان

شعراءِ کرام

کا

خراجِ تحسین

اَخلاق ہے اِسلام کا اِک جُزوِ مُسلّم
بڑھ جائے اگر بات تو پھر اُحد و بدر ہے
ہو عظمتِ اصحابؓ کو گر خدشہ، تو اِسلام
ایثارؒ کا ایثار ہے، جھنگویؒ کا جگر ہے

(مہر ریاض سیال۔ جھنگ)

وہ کہاں چلا گیا ہے!

بابائے منقبت حضرت بیدل پانی پتی

(۱)

کوئی غیب داں نجومی مجھے اِس قدر بتا دے
وہ کہاں چھُپا ہے جا کر ہر دُست یہ بتا دے
میری آنکھ بجھ نہ جائے کوئی شمع سی جلا دے
وہ جو دل میں آ بسی ہے وہ خلش کوئی مٹا دے
مجھے آسرا عطا کر تجھے آسرا خدا دے

وہ کہاں چلا گیا ہے
جو مجھے رُلا گیا ہے

(۲)

وہ بھرم تھا چشم تر کا تھا رفیق عمر بھر کا
اسے ڈھونڈتی ہیں آنکھیں وہ چراغ سب کے گھر کا
وہ دلوں کے بھید سمجھا یہ مقام تھا نظر کا
تھی خلاف اس کے ظلمت وہ پیام تھا سحر کا
وہی آشنائے منزل وہ چراغ رہ گزر کا

وہ کہاں چلا گیا ہے
جو مجھے رُلا گیا ہے

Scanned with CamScanner

(۳)

اُسے کب ملی یہ فرصت وہ وفا کے باب لکھتا
یہاں ظلم جو ہوئے ہیں وہ سرِ کتاب لکھتا
میں سوال اس سے کرتا وہ مجھے جواب لکھتا
کیا قتل کس نے اس کو کبھی وہ جناب لکھتا
کوئی اس کو پھول کہتا کوئی ماہتاب لکھتا

وہ کہاں چلا گیا ہے
جو مجھے رُلا گیا ہے

(۴)

وہ نقیب تھا حیا کا وہ سفیر تھا ضیا کا
اُسے کیا کوئی ڈراتا وہ نڈر بھی تھا بلا کا
رہِ زندگی میں ہر پل اسے خوف تھا خُدا کا
وہ کسی سے کیوں الجھتا وہ پیام تھا صَبا کا
اُسے دل میں کیوں نہ رکھ لوں وہ تو رنگ تھا حنا کا

وہ کہاں چلا گیا ہے
جو مجھے رُلا گیا ہے

Scanned with CamScanner

"دُوجی وار شہید ہویا جھنگوی"

جناب طاہر جھنگوی

اُجاں جھنگوی سانوں نئیں بُھلیا — ایثار دی مَوت ہلا گئی اے
دُوجی وار شہید ہویا جھنگوی — ہو ظُلم دی انتہا گئی اے

جھنگوی دے اُجڑے شہریاں دے — آیا قاسمی درد وَنڈاون لئی
اودے آن تے لوکی آکھدے سُن — جھنگوی دی نشانی آ گئی اے

گفتار دے وِچ او جھنگوی سی — رفتار دے وِچ او جھنگوی سی
للکار اودی جھنگوی والی ! — جیڑھی پھر دُشمن تے چھا گئی اے

جھنگوی دی جُدائی دے اتھرو — اُجاں خشک نہ ہوئے اکھیاں توں
پھر مَوت شہادت قاسمی دی — سُنیاں نوں خون رُلا گئی اے

جھنگوی دا مصلّیٰ خالی سی — آیا قاسمی دُگنا رنگ لگا
تصویر سی میرے جھنگوی دی — اووی کر تقدیر جُدا گئی اے

تُسی قتل کیتا پردیسی نوں — کیتا ذبح قرآن دے قاری نوں
ایہہ مَوت غریب مجاہد دی — خالق دا عرش ہلا گئی اے

اوہ نوکر ابنِ خطاب دا سی ۔۔۔ ویتے پہرے جھنگ دیاں گلیاں وچ
تصویر حضور دے یاراں دی ۔۔۔ اودی سیرت یاد دِوا گئی اے

جیڑھی حسرت جھنگوی چھوڑ گیا ۔۔۔ کیتا اُس نوں پورا قاسمی نے
ایثار اسمبلی وچ لگیا ۔۔۔ اودی بات اسمبلی آگئی اے

اصحاب محمدؐ دے دشمن ۔۔۔ ناکام رہے ناکام ہوسن
اس ظلم ستم دی سیاست تے ۔۔۔ تحریک سپاہ دی چھا گئی اے

گل جھنگ دے سُنیاں نال جیڑھے ۔۔۔ کیتے قول قرار سی قاسمی نے
اوں نے لا کے توڑ نبھا چھوڑی ۔۔۔ اودی بازی جیت وفا گئی اے

ساڈا ورثہ موت شہادت اے ۔۔۔ اساں وِکدے نئیں، اساں جُھکدے نئیں
اے شہادت جھنگوی قاسمی دی ۔۔۔ بس موت دا خوف مٹا گئی اے

کر صبر جمیل عطا مولا ۔۔۔ ایثار دے بوڑھے والد نوں
اُس نوں آناں سی کیوں نئیں آیا ۔۔۔ رہ انتظار اج ما گئی اے

او بیٹا سُنی ماواں دا ۔۔۔ او ویر سی سُنی بھیناں دا
سُتّا وِنج جھنگوی دے پہلو وچ ۔۔۔ اونوں جھنگ دی دھرتی بھا گئی اے

فاروقی عمر دراز ہووی ۔۔۔! راہوی قائم سایہ سُنیاں تے
بس تیری قیادت اے قائد ۔۔۔ طاہر دا دل بہلا گئی اے

Scanned with CamScanner

بیادِ ایثارِ قاسمی

ابراہیم عدیل

یہ حوصلہ ہمارا ، ایثار قاسمی کا
غم کرلیا گوارا ، ایثار قاسمی کا

یہ رنگ اُس کے خوں کے یہ ڈھنگ اُس کے دِیں کے
مقروض شہر سارا ایثار قاسمی کا

پھر امن کی بہاریں آئیں میرے نگر میں!
پھر دَور ہو دوبارہ ، ایثار قاسمی کا

یہ کس نے بات کی ہے لہجے میں اس کے ہم سے
یہ کس نے تیر مارا، ایثار قاسمی کا

وہ گولیوں کی زد میں ہنس کر کھڑا ہُوا تھا
دیکھا نہیں نظارا ، ایثار قاسمی کا !

ہم اس طرف کھڑے ہیں حیرت سے دیکھتے ہیں
اُس پار ہے کنارہ ، ایثار قاسمی کا

ہم ظلمتوں سے خائف بالکل نہیں ہیں لوگو!
روشن رہے شرارہ ، ایثار قاسمی کا

اُس سمت ظلمتوں کا نام ونشاں نہیں تھا!
جس سمت تھا اشارہ ، ایثار قاسمی کا

ہر پھول ہم پہ اب تک یہ کہہ کے طعنہ زن ہے
قرضہ نہیں اتارا۔ ایثار قاسمی کا

ہم اے عدیل اب تک بستی میں جل رہے ہیں
جنت میں ہے گزارا ایثار قاسمی کا

Scanned with CamScanner

عقیدت کے پھول

امیر اختر بھٹی۔ جھنگ شہر

اے ایثار القاسمی تیری شجاعت کو سلام
تو بنا آوازِ حق تیری خطابت کو سلام

تو بھی سچا بات سچی قول بھی سچے تیرے
تو مجاہد دینِ حق تیری صداقت کو سلام

وقف کردی زندگی تو نے صحابہ کے لئے
تیری آنکھوں کی حیا تیری شرافت کو سلام

ڈر گئے سب تیرے دشمن تیری اِک للکار پر
جانشینِ جھنگوی تیری بلاغت کو سلام

حق ادائی دین کی کرتا رہا تو روز و شب
اے غلامِ مصطفےٰ تیری اطاعت کو سلام

خون دے کر تو نے اپنا نام روشن کرلیا
مرحبا صد مرحبا تیری شہادت کو سلام

اے ایثار القاسمی تیری شجاعت کو سلام
تو بنا آوازِ حق تیری خطابت کو سلام

Scanned with CamScanner

منظوم خراجِ عقیدت

اصغر عباس

مولانا ایثار القاسمی کی شہادت پر لکھی جانے والی اس نظم میں پہلا شعر مولانا حق نواز کو مخاطب کرکے لکھا گیا ہے۔ اس مناسبت سے یہ مولانا حق نواز اور مولانا ایثار القاسمی دونوں کیلئے ہے

حق پرستی کا یہ کردار رہے گا زندہ
تیرے دیوانے کا ایثار رہے گا زندہ

مسلکِ حق کے لئے جان لٹا دی تو نے
مسلکِ حق سے تیرا پیار رہے گا زندہ

تو ابوبکرؓ و عمرؓ اور غنیؓ کا خادم
اور تھا حیدرؓ کا علمدار رہے گا زندہ

زخم بھر جائے گا جو دل پہ لگا ہے اپنے
قصرِ باطل پہ تیرا وار رہے گا زندہ

کوئی تو ہوگا اَمر اپنی گلی میں رہ کر
کوئی دیوانہ سرِ دار رہے گا زندہ

حیدری، طارق و فاروقی، مجاہد حاکم
یہ تیرا لشکرِ جرار رہے گا زندہ

Scanned with CamScanner

اس طرح ابنِ سبا کا تو نے جادو توڑا
اب وہ اس دنیا میں بیزار رہے گا زندہ

حُبّ اصحابؓ رسُلؐ جگ میں رہے گا روشن
تیری محنت کا یہ شہکار رہے گا زندہ

جب تلک بُغضِ صحابہؓ ہے دلوں میں قائم
اُن سے تُو بر سرِ پیکار رہے گا زندہ

حشر تک نام ترا یاد رکھے گی دُنیا
تیری ہر فکر کا اظہار رہے گا زندہ

○

قطعات

ریاض ناصر

سرورِ دیں کے چار یاروں کا
راہِ حق میں علم اُٹھائے ہُوئے
تجھ سے پہلے کوئی نہیں گزرا
اس طرح خون میں نہائے ہوئے

وہ خلافت جو راشدہ ٹھہری
اس کے ناموس کی حفاظت کو
وار باطل کے سہہ کے سینے پر
تو نے زندہ کیا صداقت کو

چھوڑ کر ہم کو ہوگیا رخصت
پاسباں حرمتِ صحابہؓ کا
تجھ پہ آنسو بہائیں ہم کیسے
تُو شہید عظمتِ صحابہؓ کا

تُو نے ہر گام ہم کو درس دیا
وقف ایثارؒ خود کو کرنے کا
مقصدِ زندگی تیرے نزدیک
نام تھا جان سے گزرنے کا

Scanned with CamScanner

پاسباں

اعجاز خان جھنگ

وہ نظریہ کا پاسباں تھا
وہ دلوں پہ حکمراں تھا
وہ سفیرِ امن بے شک
وہ عدیلِ بے گماں تھا

وہ لڑا ہے ظلمتوں سے
مہ و مہر کا نشاں تھا
وہ اٹل تھا سچ کی صورت
وہ اگرچہ نیم جاں تھا

میں مثال اُس کی کیا دوں
وہ تو ایسا نوجواں تھا
مجھے تھا عزیز جاں سے
وہ تو نازِ دوستاں تھا

اُسے کفر گر نہ سمجھو!
وہ حدیث کا بیاں تھا
میں اسے کہاں پہ ڈھونڈوں
وہ جو سب کا پاسباں تھا

Scanned with CamScanner

خاتمہ

بندۂ ناچیز نے اللہ پاک کے فضل وکرم سے شہید ناموس صحابہؓ قاری ایثار القاسمی شہیدؒ کی مکمل اور مفصل سوانح حیات "نقوش ایثار" قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور آخر میں لاہور، اوکاڑہ، دیپالپور ساہیوال، گڑھ مہاراجا اور جھنگ کے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے جنہوں نے قلم کو خوراک فراہم کی اور قوم کی امانت قوم کے ہاتھوں تک پہنچانے میں ممد ومعاون ہیں۔ اپنے عم مکرم مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی و ابو ایثار جناب محمد یعقوب صاحب جاوید کا بندہ پر احسانِ عظیم ہے کہ ان ہر دو حضرات نے میری مکمل سرپرستی فرمائی اور کتاب کی اشاعت کے لئے قرضِ حسنہ کے طور پر زرِ کثیر فراہم کیا۔ یقیناً اگر یہ حضرات تعاون نہ فرماتے تو کتاب کی اشاعت قطعاً ناممکن تھی۔ اللہ پاک ان کو اور دیگر تمام معاونین حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بندۂ ناچیز کو جھنگوی شہیدؒ اور قاسمیؒ شہید کی طرح عزت کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرما کر سرفراز کرے۔ آمین

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

تمت بالخیر

بندۂ ناچیز، ثناء اللہ ساجد شجاع آبادی۔ موضع بستی مٹھو۔ تحصیل
شجاع آباد۔ ضلع ملتان

Scanned with CamScanner